

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباً 300 تصانیف کا خود

جَا مَعُ الْاَحَادِيثِ

مع افادات

مجدد اعظم امام احمد رضا محدث بریلوی

مرتب

تقدیم، ترتیب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ أَخْرَجَهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ وَكَانَ ظُلُمَاتٍ عَنَّا

امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کی تقریباتین سے تصانیف کا خوز (۲۵۰) احادیث و آثار
(۶۰۰) مباحث تفسیریہ اور (۱۱۰) افادات رضویہ پر مشتمل علوم و معارف کا گنج گرانمایہ

الْمُخْتَارَاتِ مِنَ الرِّضْوَانِ الْأَخْيَارِ الذَّبُوقِ وَالْإِثَارِ الْمُرِيَّةِ

المعروف به

بَاطِنُ الْأَحَادِيثِ

مَعَ أَفَادَاتٍ

مَجْدِ عَظِيمِ إِمَامِ أَحْمَدِ رَضَا مُحَمَّدِ بَرِيلَوِيِّ

جِلْد دَهْم

تقديم، ترتيب، تخریج، ترجمہ

مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

صدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف

ناشر

مشیر پبلشرز

۳۰، آرٹو بازار، قسبہ مستونر، لاہور

پاکستان میں اس کتاب کی اشاعت کے جملہ حقوق بحق شبیر برادرز محفوظ ہیں

بہ ارشاد عالیہ - شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ

نام کتاب	•••••	المختارات الرضوية من الاحاديث النبوية والآثار المروية (جلد ہم)
عرفی نام	•••••	جامع الاحادیث (کمل)
افادات	•••••	امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز
ترتیب و تخریج	•••••	مولانا محمد حنیف رضوی (صدر المدرسین جامعہ نوریہ بریلی شریف)
پروف ریڈنگ	•••••	مولانا عبدالسلام رضوی (استاذ جامعہ نوریہ بریلی شریف)
کیپوزرز	•••••	مولوی محمد زاہد علی بریلوی - مولوی محمد فضل حق بستوی، محمد عبدالوحید
		محمد منیف رضا، محمد عقیف رضا، محمد نظیف رضا
باہتمام	•••••	شبیر برادرز اردو بازار لاهور (پاکستان)
تعداد	•••••	۶۰۰
سن اشاعت	•••••	۲۰۰۵ء
سن اشاعت ثانی	•••••	۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۳ء
قیمت	•••••	
قیمت	•••••	

ملنے کے پتے

ادارہ تحقیقات رضا انٹرنیشنل رضا چوک ریگل (صدر) کراچی

ادارہ پیغام القرآن زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاهور

مکتبہ اشرفیہ سرید کے (ضلع شیخوپورہ)

مکتبہ غوثیہ ہول سیل پرانی سبزی منڈی کراچی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاهور/کراچی

مکتبہ رضویہ آرام باغ روڈ کراچی

مکتبہ رحیمینہ گوالی لین اردو بازار کراچی

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی

مکتبہ قادریہ عطاریہ سوتی بازار راولپنڈی

سورۃ الشعراء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۲۸) اَتَّبِعُونَ بِكُلِّ رِيحٍ آيَةً تَعْبَثُونَ. ☆

کیا ہر بلندی پر ایک نشان بناتے ہو راہ گیروں سے ہنسنے کو۔

(۱۲۹) وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلَدُونَ. ☆

اور مضبوط محل چنتے ہوں اس امید پر کہ تم ہمیشہ رہو گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ سیدنا ہود علی نبینا الکریم وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی قوم عاد سے فرمایا: اس آیت کریمہ میں بعض نے کہا راستوں میں مسافروں کیلئے بے حاجت بھی جگہ جگہ علامتیں قائم کرتے تھے۔

”ذکرہ فی الکبیر و تبعہ البیضاوی و ابو السعود و الجمل قال فی الانوار (آیۃ) علم اللمازۃ (تعبتون) بیتا تھا اذ کا نواہتدون بالنجوم فی اسفارہم فلا یحتاجون الیہا فاوردان لالنجوم بالنہار و قد یحدث باللیل من الغیوم ما یستر النجوم و احباب فی العنایۃ یا نہم لا یحتاجون الیہا غالباً اذ مر الغیم نادر لا سیما فی دیار العرب“

اس کو کبیر میں ذکر کیا اور اس کی پیروی بیضاوی، ابو السعود اور جمل نے کی، انوار میں فرمایا (آیۃ) گزرنے والوں کیلئے نشانی

(تعبتون) تم اسکی عمارت کا مزاق اڑاتے تھے۔ کیونکہ تمہارا کہنا تھا کہ ہم ستاروں سے ہدایت پاتے ہیں تو اس عمارت کی کیا ضرورت تھی اور یہ اعتراض کیا ہے کہ دن میں ستارے کیوں نہیں ہوتے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ رات میں بادل کی وجہ سے ستارے نظر نہیں آتے ہیں، اس کا

جواب عنایہ میں یہ ہے کہ وہ بالعموم اس کے محتاج نہیں، کیونکہ بادل شاذ و نادر ہوتے ہیں خاص طور پر دیار عرب میں۔

اقول اولاً: لم یجب عن النهار وانما به اکثر الاسفار وثانیا: ان سلم الندور فعمل ما یحتاج الیه ولو احیاناً لا یعد عبثاً، قال مع انه لو احتیج الیہا لم یحتج الی ان یجعل فی کل ربع فان کثرتها عبث

اقول اولاً: دن میں واجب نہیں اور بیشک اکثر سفر اسی میں ہوتے ہیں۔

ثانیاً: اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نادر ہوتا ہے تو ایسا کام جس کی کبھی کبھار ضرورت ہوتی ہو عبث شمار نہیں ہوتا، فرمایا مع اس کے کہ اگر اس کی حاجت ہے تو یہ حاجت نہیں کہ ہر چوتھائی میں کیا جائے کیونکہ اس کی کثرت عبث ہے۔

اقول: هذا منزع اخر فلا یرفع الا یراد عن القاضی قال وقال الفاضل الیمنی ان اما کنها المرتفعة تغنی عنها فہی عبث

یہ دوسرا منزع ہے مگر قاضی پر سے اعتراض کو دور نہیں کر سکتا ہے، فرمایا: فاضل یمنی کہتے ہیں کہ اس کے بلند مکانات اس سے بے نیاز کرتے ہیں تو وہ عبث ہے۔

اقول اولاً: ارتفاع الاماکن لا یبلغ بحیث یراها القاصد من ای مکان قصد وثانیا: هو منزع ثالث وکلامنا فی کلام الانوار وبالجملة هو وجه زیف ولا اعلم له سند امن السلف ولقد احسن النیسابوری اذا سقط من تلخیص الکبیر

اقول: مکان اتنے بلند نہیں ہوتے کہ ہر دور دراز کا شخص انکو دیکھ لے۔

دوم: یہ تیسرا منزع ہے اور ہمارا کلام انوار کے کلام میں ہے اور خلاصہ یہ کہ یہ وجہ ٹھیک نہیں ہے، اور میرے علم میں اس کی کوئی سند سلف سے نہیں ہے اور نیشاپوری نے اچھا کیا کہ اس کو تلخیص کبیر سے ساقط کر دیا۔

اقول: وتعبیری اذ قلت ینون من دون حاجة ایضا احسن من تعبیر الکبیر من تبعہ کماتری

میں نے جو تعبیر کی ہے کہ بلا حاجت بناتے ہیں یہ بھی کبیر اور ان کے تبعین کی تعبیر سے

بہتر ہے جیسا کہ تو نے دیکھا۔

امام مجاہد و سعید بن جبیر نے فرمایا: جگہ جگہ کبوتروں کی کابکس بناتے ہیں۔

رواہ عن الاول ابن جریر فی (آیۃ) وهو الفریابی وسعید بن منصور
وابن ابی شیبہ وعبد بن حمید وابنا المنذر وابی حاتم فی (مصانع) وعزاه للثانی
فی المعالم

پہلے سے ابن جریر نے روایت کی (آیۃ) میں اور وہ اور فریابی اور سعید بن منصور اور
ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید اور منذر کے دونوں بیٹوں نے، اور ابو حاتم نے (مصانع) میں اور
دوسرے کی طرف اس کو معالم میں منسوب کیا۔

ان دونوں تفسیروں پر یہ عبرت بمعنی دوم ہوگا یعنی لغو و لہو۔ بعض نے کہا ہر جگہ اونچے
اونچے محل تکبر و تفاخر کے لئے بناتے۔

ذکرہ الکبیر ومن بعدہ وللفریابی وابنا حمید وجریر والمنذر وابی حاتم
عن مجاہد و تتخذون مصانع قال قصور امشیدۃ وبنیان مغلدا ولا بن جریر عنہ
قال آیۃ بنیان۔

کبیر نے ذکر کیا، ان کے بعد فریابی اور ابنا حمید و جریر اور منذر اور ابی حاتم نے مجاہد
سے، مکان بناتے ہیں اونچے اونچے محل ہمیشہ رہنے والے، ابن جریر نے آیۃ بنیان کہا۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہوا جو راستے سیدنا ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
طرف جاتے ان پر محل بنائے تھے کہ ان میں بیٹھ کر خدمت رسالت میں حاضر ہونے والوں سے
تمسخر کرتے ”ذکرہ فی مفاہیح الغیب و رعائب الفرقان“ مفاہیح الغیب اور رعائب
الفرقان میں اس کا ذکر کیا گیا۔ یا سراہ بناتے ہیں ہر راہ گیر سے ہنستے ”ذکرہ البغوی والبیضا
وی واسو السعودی و اقتصر علیہ الجلال ملتزما للاقتصار علی اصح الاقوال“ (ذکر
کیا بغوی اور بیضاوی اور ابوالسعود نے، اختصار کیا جلال نے، اختصار اقوال اصح میں لازم ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/ ۷۵۱ تا ۷۵۳)

(۲۱۸) الذی یراک حین تقوم۔

جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو۔

(۲۱۹) وَتَقَلَّبُكَ فِي السَّجْدَيْنِ. ☆

اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔

(۲۲۰) إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ. ☆

بیشک وہی سنتا جانتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت ۲۱۹ میں حضور ﷺ کے آبائے کرام کو ساجدین فرمایا جس سے ظاہر ہے کہ وہ

سب موحد مؤمن تھے، مندرجہ ذیل حدیث میں اسی مطلب کی وضاحت ہے)

عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم: لم يزل الله ينقلني من الاصلاب الطيبة الطاهرة مصفى

مهذباً، لا تشعب شعبتان الا كنت في خيرهما. وفي رواية، من اصلاب

الطاهرين التي ارحام الطاهرات. وفي رواية من الاصلاب الكريمة و الارحام

الطاهرة حتى اخرجني من بين ابوي.

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں نقل فرماتا رہا صاف ستھرا

آراستہ، جب دو شاخیں پیدا ہوتیں میں بہتر شاخ میں تھا۔ ایک روایت میں ہے، میں ہمیشہ

پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیویوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا۔ ایک روایت میں یوں

ہے کہ ہمیشہ اللہ عزوجل مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں نقل فرماتا رہا

یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تو ضرور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آبائے کرام طاہرین و امہات

کرامتہ طاہرات سب اہل ایمان و توحید ہوں کہ جس قرآن عظیم کسی کافر و کافرہ کے لئے کرم و

طہارت سے حصہ نہیں۔ یہ دلیل امام اجل فخر المصلحین علامۃ الوری فخر الدین رازی رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے افادہ فرمائی، اور امام جلال الدین سیوطی اور علامہ محقق سنوی و علامہ تلمسانی شارح

شفا و امام ابن حجر کی و علامہ محمد زرقانی شارح مواہب وغیر ہم اکابر نے اس کی تائید و تصویب کی۔

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل توحید و اسلام و نجات تھے، بلکہ حضور کے آبا و اہمات حضرت عبداللہ و آمنہ سے حضرت آدم و حوا تک مذہب ارنج میں سب اہل اسلام و توحید ہیں۔

”قال اللہ تعالیٰ: الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازوں میں تمہارے دورے کو۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طییبہ و ارجام طابہرہ میں رکھوں اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب و طاہر نہ فرمائے گا، ”انما المشرکون نجس“ بیشک مشرکین نجس ہیں۔ اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے ”شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام“ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔ ”فشکر اللہ سعیه و اجزل ثوابه“ (اللہ تعالیٰ ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۲۷۳)

سورۃ النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۳) اِنِّیْ وَجَدْتُ اِمْرَاةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِیْتُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ

عَظِیْمٌ. ☆

میں نے ایک عورت دیکھی کہ ان پر بادشاہی کر رہی ہے اور اسے ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہاں (امراة تملکھم سے) بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا، تو رعایہ کے آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے، مگر کوئی محبوبان خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔ (الامن والعلی ص ۸۸)

(۳۴) قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوكَ اِذَا دَخَلُوا قَرْیَةً اَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوهَا اَعْزَةً

اَهْلِهَا اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ. ☆

بولی بیشک بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں اسے تباہ کر دیتے ہیں اور اس کے عزت والوں کو ذلیل اور ایسا ہی کرتے ہیں۔

(۶۵) قُلْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبِ اِلَّا اللّٰهُ ط وَمَا

یَشْعُرُوْنَ اٰیَانَ یُبْعَثُوْنَ. ☆

تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سے مراد وہی علم ذاتی و علم محیط ہے

خالص الاعتقاد۔ (۱۲ تا ۱۳)

(۸۰) اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ اِذَا وَلَوْ

مَذْبِرَيْنِ۔ ☆

بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سیں جب پھریں پیٹھ دے کر۔

﴿ ۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیت کا صریح منطوق نفی السماع ہے نہ نفی السماع۔ پھر اسے محل نزاع (سماع موتی) سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیت کریمہ ”انک لا تہدی من احییت“ ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا ”ولکن اللہ یہدی من یشاء“ یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا کی طرف سے ہے، یونہی یہاں بھی ارشاد ہوا: ”ان اللہ یسمع من یشاء“ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے۔ وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ میں ہے:

”الآیۃ من قبیل انک لا تہدی من احییت ولکن اللہ یہدی من یشاء“
یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے: بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔

جواب دوم: نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سماع قبول و انتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے: وہ میری نہیں سنتا، کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقتہً کان تک آواز نہیں جاتی، بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں۔ اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیہ کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفاع ہے نہ کہ اصل سماع کا، خود اسی آیہ کریمہ ”انک لا تسمع الموتی“ کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل:

”ان تسمع الا من یومن بائنا فہم مسلمون“ تم نہیں سناتے مگر وہی جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرمانبردار ہیں۔

اور پر ظاہر کہ پند و نصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے، مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سنے سے کچھ حاصل۔ قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام ”الآن وقد عصیت قبل“ کیا اب، جبکہ اس سے پہلے نافرمان رہے۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھائیے نہیں مانتے۔

علامہ حلبی نے سیرت انسان العیون میں فرمایا:

السَّمْعُ النَّفْسِيُّ فِي الْآيَةِ السَّمْعُ النَّافِعُ وَقَدْ اِشَارَ اِلَى ذَلِكِ الْحَافِظُ الْجَلَالُ السِّيُوطِيُّ بِقَوْلِهِ “آیت میں جس سننے کی نفی کی گئی ہے وہ سماع نافع کے معنی میں ہے، اور اس کی طرف حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنے اس کلام سے اشارہ فرمایا ہے:

”سَمَاعُ الْمَوْتَى كَلَامُ الْخَلْقِ حَقٌّ قَدْ جَاءَتْ بِهِ عِنْدَنَا الْاِثَارُ فِي الْكُتُبِ وَآيَةُ النَّفْسِ مَعْنَاهَا سَمَاعٌ هُدًى لَا يَقْبَلُونَ وَلَا يَصْغُونَ لِلادبِ“
مردوں کا کلام مخلوق سناحق ہے، اس سے متعلق ہمارے پاس کتابوں میں آثار وارد ہیں۔ اور آیت نفی کا معنی سماع ہدایت ہے یعنی وہ قبول نہیں کرتے اور ادب کی بات پر کان نہیں دھرتے۔

امام ابوالبرکات نسفی نے تفسیر مدارک التنزیل میں زیر آیت سورۃ فاطر فرمایا:

”شبه الكفار بالموتى حيث لا ينتفعون بمسموعهم“
کفاروں کو مردوں سے تشبیہ دی اس لحاظ سے کہ وہ سنتے ہیں اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

مولانا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

”النفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع“
مطلق سننے کی نفی نہیں بلکہ معنی یہ ہے کہ ان کا سنا نافع بخش نہیں ہوتا۔
جواب سوم: مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتی سے، موتی کون ہیں؟ ابدال، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں۔ اہل سنت و جماعت کا یہی مذہب ہے، جس کی تصریحات بعونہ تعالیٰ آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ ”من فی القبور“ سے، یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں

کون ہے؟ جسم، کہ روہیں تو علیین یا جنت یا آسمان یا چاہ زمزم وغیرہا مقامات عز واکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجنین یا نار یا چاہ وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔ امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں:

”لا ندعی ان الموصوف بالموت موصوف بالسما ع انما السماع

بعد الموت لحي وهو الروح“

ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ جو موت سے متصف ہے وہی سننے سے بھی متصف ہے، مرنے کے بعد سننا ایک ذی حیات کا کام ہے جو روح ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب برادر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب موضح القرآن میں زیر

کریمہ ”وما انت بمسمع من فی القبور“ فرماتے ہیں:

حدیث میں آیا ہے کہ مردوں سے سلام علیک کرو، وہ سنتے ہیں، بہت جگہ مردوں کو

خطاب کیا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مردے کی روح سنتی ہے اور قبر میں پڑا ہے دھڑ، نہیں سن سکتا۔

یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علماء ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی

تصریحیں کلمات علماء دیکھیں ”کما سمعت و لله الحمد“ جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ

ہی کے لئے حمد ہے۔ اور ابھی ائمہ و علماء کے جواب اور بھی ہیں۔

”وفیما ذکرنا کفایة لمن القی السمع وهو شهید ان الله یسمع من یشاء

ویہدی الی صراط الحمید“

اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ

جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۷۰۰ تا ۷۰۳)

سورۃ القصص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۵) فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ رَقَالَتْ إِنَّ أَبِي

يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرًا مَا سَقَيْتَ لَنَا مَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَسَّ عَلَيْهِ الْقَسْصَ

لَا قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الظَّالِمِينَ ☆

تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے باتیں کہہ سنائیں اس نے کہا ڈریئے نہیں آپ بچ گئے ظالموں سے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تمام اہل زبان کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ کے معنی حقیقی جب تک بن سکیں معنی مجازی مراد لینے کی کوئی سبیل نہیں۔ اور یہ واضح ہے کہ علی کو عند یا باء یا مبالغہ کیلئے لینا اس کے معنی مجازی ہوں گے کہ اس کے معنی حقیقی تو لازم کرنے کے ہیں جیسا کہ اصول امام شمس الامتہ اور کشف امام بخاری میں ہے۔

اما علی فللا لزام باعتبار اصل الوضع۔ علی وضع کے اعتبار سے الزام کے لئے

ہے۔

تحریر امام ابن ہمام اور تقریب امام ابن امیر الحاج میں ہے:

وهو الذي اللزوم هو معنى الحقيقي۔ لزوم ہی علی کے معنی حقیقی ہیں۔

اور رضی شرح کافیہ میں ہے: منه سر علی اسم الله ای ملتزما۔ اس محاورہ سے ہے

اللہ کے نام پر سیر کروم یعنی اسکو لازم پکڑو۔

قرآن عظیم میں یہ لفظ اسی معنی میں وارد ہوا۔ ارشاد الہی ہے:

فجاءته احدہما تمثی علی استحیاء۔ ای ملازمة للحیا۔ ان دو عورتوں میں

سے ایک شرم کرتی ہوئی آئی یعنی وہ شرم کو لازم کئے ہوئے تھیں۔

(تہائم العنبر ۲۹۵-۲۹۶)

(۵۶) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ☆

بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کرو وہاں اللہ ہدایت فرماتا ہے جسے

چاہے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوطالب کے حق میں نازل ہوئی۔

معالم التنزیل میں ہے: نزلت فی ابی طالب۔

جلالین میں ہے: نزل فی حرصہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ایمان عمہ ابی طالب۔

مدارک التنزیل میں ہے: قال الزجاج اجمع المفسرون انها نزلت فی ابی

طالب۔

کشاف زمخشری و تفسیر کبیر میں ہے: قال الزجاج اجمع المسلمون انها نزلت

فی ابی طالب۔

امام نووی شرح صحیح مسلم شریف کتاب الایمان میں فرماتے ہیں:

اجمع المفسرون علی انها نزلت فی ابی طالب و کذا نقل اجماعہم علی

هذا الزجاج وغيره۔

مراقاة شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے: لقوله تعالیٰ فی حقه باتفاق المفسرین انک

لا تہدی من احببت۔

صحیح حدیث میں اس آیت کریمہ کا سبب نزول یوں مذکور کہ جب حضور اقدس سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کو ارشاد فرمایا صاف انکار کیا اور کہا مجھے قریش

عیب لگائیں گے کہ موت کی سختی سے گھبرا کر مسلمان ہو گیا اور نہ حضور کی خوشی کر دیتا۔ اس پر رب العزت تبارک و تعالیٰ نے آیت کریمہ اتاری۔ یعنی اے حبیب تم اس کا غم نہ کرو تم اپنا منصب تبلیغ ادا کر چکے، ہدایت دینا اور دل میں نور ایمان پیدا کرنا یہ تمہارا فعل نہیں اللہ عزوجل کے اختیار ہے، اور اسے خوب معلوم ہے کہ کسے یہ دولت دے گا کسے محروم رکھے گا۔

صحیح مسلم شریف کتاب الایمان و جامع ترمذی کتاب التفسیر میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وسلم لعنه وزاد سلم في
اخري عند الموت (قل لا اله الا الله اشهد لك بها يوم القيمة، قال لولا ان تعير
ني قريش يقولون انما حملة على ذلك الجزع لا قررت عنك فانزل الله عزوجل
انك لا تهدي من احببت ولكن الله يهدي من يشاء -

معالم ومدارك و بیضاوی و ارشاد العقل السليم و خازن و فتوحات الہیہ و غیرہا تفاسیر
میں اسی حدیث کا حاصل اس آیت کے نیچے ذکر کیا۔

ایمان ابوطالب۔ (۹ تا ۱۰)

سورۃ العنکبوت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۶۹) وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۗ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ

الْمُحْسِنِينَ ☆

اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بیشک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ ورسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ ورسول کے لئے یاد کریں اپنی کوئی منفعت ذنیوی تو ذنیوی آخروی بھی مقصود نہ رکھیں یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لئے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: "وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لئے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں، باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو (اس آیت میں بیان) فرمایا۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۶۲۲)

سورة الروم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) غَلِبَتِ الرُّومُ. ☆

رومی مغلوب ہوئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

ان ابا بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل الهجرة حين انزل اللہ تعالیٰ "الم غلبت الروم" قالت له قريش: ترون ان الروم تغلب قال: نعم، قال: هل لك ان تخاطرنا فنحاطرهم فاخبر النبي صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم فقال صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم: اذهب اليهم فزدني الخطر ففعل وغلبت الروم فارسا فاخذ ابو بكر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فاجازه النبي صلى اللہ تعالیٰ عليه وسلم وهو القمار بعينه بين ابي بكر ومشركي مكة وكانت مكة دار شرك لا ن مالهم انما يحرم على المسلم اذا كان بطريق الغدر فاذا لم ياخذ غدرا فبأى طريق ياخذ حل بعد كونه برضا بخلاف المستامن منهم عندنا لان ماله صار منخطورا بالامان فاذا اخذه بغير الطريق المشروع يكون غدرا الا انه لا يخفى انه انما يقتضى حل مباشرة العقد اذا كانت الزيادة ينالها المسلم وقد التزم الاصحاح في الدرر ان مرادهم من حل الربا والقمار اذا حصلت الزيادة للمسلم الى العلة وان كان اطلاق الجواب خلا فه واللہ سبحانه وتعالى اعلم۔

فتاویٰ رضویہ قدیم (۲/۹-۲۹۲)

(۲۱) وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ - ☆

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نحواہی باہم انس و محبت و الفت پیدا کرتا ہے۔

عن محمد بن عبد اللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال : قال رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : اِنَّ لِلزَّوْجِ مِنَ الْمَرْأَةِ لَشُعْبَةً مَا هِيَ لِشَيْءٍ -

حضرت محمد بن عبد اللہ جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میاں بیوی کے درمیان اتنی محبت ہوتی ہے جو دوسرے کسی سے نہیں

ہوتی۔ فتاویٰ رضویہ ۲۶۵/۵

(۳۱) مَنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

☆

اس کی طرف رجوع لاتے ہوئے اور اس سے ڈرو اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ

ہو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بلاشبہ صد ہا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام سیحہم الرضوان کا یہ ہی

مذہب ہے کہ قصداً تارک صلاۃ کافر ہے اور یہ ہی متعدد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن

کریم کی اس آیت سے مستفاد۔

زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا، اس زمانہ میں ترک نماز

علامت کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے، جیسے اب زمانہ باندھنا یا تشقہ لگانا علامت کفر ہے،

جب وہ زمانہ خیز گزر گیا اور لوگوں میں تہاؤن آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا

کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اسے ہلکا یا خلل نہ جانے یا فرضیت نماز سے منکر نہ ہو،

یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔

حنفی کہ ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطر ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلاف تحقیق ونا منصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ وائمہ کے موافق ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۱۱۹)

(۳۹) وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رَبِّ بِالْيُرْبُوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوَا عِنْدَ اللّٰهِ
وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ. ☆
اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال پر بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دونے ہیں۔

﴿۳۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الم تر الى الرجل يقول لرجل لا حولك فيعطيه فهذا لا يربو عند الله

لانه يعطيه لغير الله ليثري ماله

کیا تو نے نہ دیکھا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے میں تجھے مالدار کر دوں گا پھر اسے دیتا ہے تو دینا خدا کے یہاں نہ بڑھے گا کہ اس نے غیر خدا کے لئے صرف اس نیت سے دیا کہ اس کا مال بڑھا دوں۔

امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں:

كان هذا في الجاهلية يعطى احدهم ذالقرابة المال يكثر به ماله

یہ زمانہ جاہلیت میں تھا، اپنے عزیز کا مال بڑھانے کو اسے مال دیا کرتے۔

رواہما ابن جریر۔

دیکھو فعل فی نفسہ مثنی ثمرۃ شرعیہ ہونے کا صالح فائدہ شرعیہ یعنی صلہ رحم و مواسات پر مشتمل تھا جبکہ اس نے اس کا قصد نہ کیا بے ثمر رہا تو حاصل یہ ٹھہرا کہ دفع عبث کو فائدہ معتد بہا بنظر فعل معلومہ مقصودہ للفاعل درکار ہے، ان تفاسیر کا وہی مال ہوا جو (۱۰ و ۹) میں ملحوظ تھا مفردا ت راغب میں ہے: "لعب فلان اذا كان فعله غير قاصد به مقصدا صحيا" (جب کوئی اپنے فعل میں مقصد صحیح کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو کہا جاتا ہے، لعب فلان۔ نت)

سادسا: غرض وہی فائدہ مقصودہ ہے اور صحیح یہ ہی ہے کہ معتد بہا ہو تو ۳ و ۵ بھی اسی

معنی کو ادا کر رہی ہیں اور غرض میں جبکہ قصد محفوظ ہے تو تعریف سوم و دہم اوضح و اخصر تعریفات ہیں اور یہیں سے واضح ہوا کہ قول سمین و جمل ”العبت اللعب مالا فائدة فیہ وکل مالیس فیہ غرض صحیح“ (عبث لعب بے فائدہ جن میں غرض صحیح نہ ہو۔ ت)

سابعاً: ہم بیان کر آئے کہ فعل اختیاری بے غرض محض صادر نہ ہوگا تو جو بے غرض صحیح ہے ضرور بے غرض صحیح ہے تو (۱ و ۳) کا مفاد واحد ہے اور اس تقدیر پر سلفہ کا مصداق افعال جنون ہوں گے۔

ثامناً: شرعی سے اگر مقبول شرع م دیں تو تو وہی حاصل غرض صحیح ہے کہ ہر غرض صحیح کو اگرچہ مطلب فی الشرع نہ ہو شرع قبول فرماتی ہے جبکہ اپنے اقویٰ سے معارض نہ ہو اور ہنگام معارضہ عدم قبول قبول فی نفسہ کا منافی نہیں جیسے حدیث آحاد و قیاس کہ بجائے خود حجت شرعیہ ہیں اور معارضہ کتاب کے وقت نامقبول امام نسفی کا عدم غرض شرعی سے تعریف فرما کر تعلیل کراہت میں ”لانہ غیر مفید“ (اس لئے کہ یہ نیر مفید ہے۔ ت) فرمانا اس کی طرف مشعر ہو سکتا ہے اس تقدیر پر (۲) اول اور (۳) سوہ کی طرف عائد اور ظاہر ہوا کہ بارہ کی بارہ تعریفوں کا حاصل واحد۔

اقول: مگر غیر شرعی سے متبادر تر غرض مطلوب فی الشرع ہے اب یہ تخصیص بحسب مقام ہوگی کہ ان کا کلام عبث فی الصلاة میں ہے تو وہاں غرض مطلوب شرع ہی غرض صحیح ہے نہ غیر۔ آخر نہ دیکھا کہ متی سے بچانے کے لئے دامن اٹھانا غرض صحیح ہے اور نماز میں مکروہ کہ غرض مطلوب شرع نہیں اور پیشانی سے پسینہ پونچھنا بانگہ غرض مطلوب فی الشرع نہیں نماز میں بلا کراہت روا جبکہ ایذا دے اور تشغل خاطر کا باعث ہو کہ اب اس کا ازالہ غرض مطلوب شرع ہو گیا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱/ ۷۲۳ تا ۷۲۴)

(۲۷) وَلَقَدْ ارْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ

فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ اجْرَمُوا طَوْكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ☆

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنے رسول ان کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ ان کے پاس کھلی نشانیاں لائے پھر ہم نے مجرموں سے بدلہ لیا اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم ولا من خالفہم حتی یاتی امر اللہ و ہم علی ذلک غالباً“ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا، ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچائے گا حتیٰ کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان اسلام شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی سلطنت کا نام نہ رہے گا، نام دنیا میں نصاریٰ کی سلطنت ہوگی، اگر معاذ اللہ وہ وقت آ گیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں، شدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اسکے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا، پھر سیدنا روح اللہ عیسیٰ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دنیا سے کافور ہوگا، تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلام ہوگی اور مذہب ایک مذہب اسلام اہل سنت ہوگا۔ غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی انشاء اللہ وہ وقت نہیں آیا، اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملا عنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے، بہر حال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے اور اپنی نصرت اتارے، یعنی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انہیں پر ”زلزلوا لزلزالا شدیداً“ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ کو ختم فرمادے اور ”الا ان نصر اللہ قریب“ سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ کی بشارت سنادے۔ ”حسنبنا اللہ ونعم الوکیل“

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان و مال جنت کے عوض خریدے ہیں، ”ان اللیہ اشتری من المؤمنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنة“ بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان اور مال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔

مگر ہم ہیں کے بیچ دینے سے انکار اور دشمن کے خواستگار، ہندوئی مسلمانوں میں طاقت کہاں کہ وطن و مال و عیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جا کیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا

ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں، وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے، یہاں وہی جلسے ہیں، وہی رنگ، وہی ٹھیٹھ وہی امنگ، وہی تماشے وہی غفلتیں، وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں۔ ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دیئے، ایک عورت نے ایک چین و چنان جرگہ کو پچاس ہزار دیئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دیئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہو گیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے کے شخص نے صرف کوئٹری چھبیس ہزار روپے کی خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملتی تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جا رہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہو رہی ہے زمین کی تہہ میں ہے، پھر کس بات کی امیر کی جائے، بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا، ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اول تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے، نہ ہرگز اس کو نبھائیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹلمین حضرات ہی ہوا، گے جن کی گذر بغیر یورپین اشیاء کی نہیں، یہ تو سارا یورپ ہے، پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنوں نے نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ سو ترکیبوں سے اس سے وہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہذا ضرر رسائی کا ارداء صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریقی قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہئے تھا کہ

اولاً: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقدمات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ و وکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہو گئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت

و تجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ و امریکہ والے چھٹانک بھرتا بنا صناعی کی گھڑنت کر کے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدارس، حیدرآباد وغیرہ کے تو نگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لئے بینک کھولتے، سود شرع نے حرام قطعی فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ کتاب کفل الفقہ الفاہم میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لیتے کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بیوں کی نذر ہو چلی ہیں ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی تو یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنے چنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھا منے نے اگلوں کو ان مدارس عالیہ پر پہنچایا، چاروا نگ عالم میں ان کی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو بلند تاجوں کا مالک بنایا، اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا ”فانا لله وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔“

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۳۲/۱۵ تا ۱۳۵)

(۵۱) وَلَئِنْ أَرْسَلْنَا رِجْعًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا أَظَلُّوا مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ☆
اور اگر ہم کوئی ہوا بھیجیں جس سے وہ کھیتی کو زرد دیکھیں تو ضرور اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

(۵۲) فَإِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الصَّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ☆

اس لئے کہ تم مردوں کو نہیں سنا تے اور نہ بہروں کا پکارنا سناؤ جب وہ پیٹھ دیکر پھریں۔

(۵۳) وَمَا أَنْتَ بِهَدِي الْعُمَىٰ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تَسْمِعُ الْأَمَنَ يَوْمَئِذٍ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ☆

اور نہ تم اندھوں کو انکی گمراہی سے راہ پر لاؤ تو تم اسی کو سناتے ہو جو ہماری آیتوں پر

ایمان لائے تو وہ گردن رکھے ہوئے ہیں۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
بعینہ اس طرح ”انک لا تسمع الموتی“ سے آخر تک سورہ نمل میں ہے:
سورۃ فاطر میں:

انما تنذر الذین یخشون ربہم بالغیب و اقاموا الصلوٰۃ و من تزکی فانما
یتزکی لنفسہ والی اللہ المصیر و ما یتوی الا عمی والبصیر و لا الظلمات و لا
النور و لا الظل و لا الحرور و ما یتوی الا حیاء و لا الاموات ط ان اللہ یرسم من
یشاء ط و ما انت بمسمع من فی القبور ان انت الا نذیر“

بیشک تمہارا سنانا ان ہی کو کام دینا ہے جو اپنے رب سے بے دیکھے ڈریں اور نماز قائم
کریں، اور جو ستر اپنے نفع ہی کے لئے ستھرا ہوگا اور اللہ ہی کی طرف پلٹنا ہے، اور
برابر نہیں نابینا اور بینا، نہ ہی تاریکیاں اور روشنی، نہ ہی سایہ اور تیز دھوپ، اور برابر نہیں زندے
اور مردے۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے۔ تا ہے، اور تم انہیں سنانے والے نہیں جو قبروں میں
پڑے ہیں، تم تو صرف ڈر سنانے والے ہو۔

ایمان سے کہنا ان آیتوں میں یہی بیان ہے کہ کافروں کی لاشوں کو کیوں پکار رہے ہو،
وہ مرنے کے بعد کیا سنیں گے۔

خامساً: قطع نظر اس سے کہ اگر اس واقعہ میں اس افادے کے لئے یہ کلام پاک اترتا تو
فاطر والی آیت نمل و روم میں کی ایک کافی تھی، ”انک لا تسمع“ جدا اور ”ما انت بمسمع“
الگ اترنے کی کیا حاجت تھی؟ نمل و روم کی دونوں آیتیں تو حرف بحرف ایک ہی ہیں صرف
زیادت کا فرق ہے، اس کے کیا معنی تھے کہ جبریل اس واقعہ پر انکار کے لئے ایک بار ”انک
لا تسمع“ آخر تک سناتے پھر اسی وقت ”فانک لا تسمع“ آخر تک سناتے۔ لاجرم ان
میں کی ایک کسی دلیل سے اپنے محل سورت سے جدا نہیں ہو سکتی، اور جب مکہ معظمہ میں پیش
ہجرت انکار اتر چکا تھا تو اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس پر بقسم اصرار کیا احتمال رکھتا تھا
سادساً: ظاہر حسن و عقل بالبداہتہ جسم میت کے معطل و بے حس ہونے پر شاہد ہے،
اگر کسی وقت اس کا مدرک ہونا ثابت ہو تو یہ قطعاً امور غیبیہ سے ہے۔ اب سیدنا صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کا قسم کھا کر اس غیب پر حکم فرمانا پھر قرآن کریم کا معاذ اللہ اس کے خلاف پر آنا دو صورتوں کے سوا ممکن نہیں، یا تو اولاً عیاذ باللہ حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے رجحاناً بالغیب کلام فرمادیا، یا اپنی طرف سے غیب پر حکم لگایا تھا، یا یوں کہ اول اسی طرف سے خبر غیب معاذ اللہ خلاف واقع آئی، پھر اس کا رد اترا، تمہارا ایمان دونوں میں سے جسے قبول کرے مانو

سابعاً: اگر بفرض غلطیہ روایت، غریبہ حاملہ صحیح بھی ہو تو قطعاً یقیناً حتماً جزماً آیات مذکور

آیت کریمہ ”فلم تقتلوہم ولكن انله قتلہم، وما رمیت اذ رمیت ولكن الله رمی“ تو انہیں تم نے قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔ اور تم نے کنکریاں نہ پھینکیں جب پھینکیں لیکن اللہ نے پھینکیں۔ کے باب سے ہیں جن میں معاذ اللہ ہرگز اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی قسم پر رد و انکار نہیں بلکہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جو اجسام مردہ تمہارا کلام سن رہے ہیں یہ تم نے انہیں نہ سنایا بلکہ خدا نے سنایا ”ان الله يسمع من يشاء وما انت بمسمع من فی القبور“ یہ اسی کی قدرت سے ہے کہ ان خالی بدنوں میں روح نے عود کیا جس کے آتے ہی گئے ہوئے ہوش و حواس بدن کے پھر درست ہو گئے۔ اب یہ روایت بھی ہماری دلیل ہے، اور تفہیمی ملا کے فہم خوار و ذلیل ”والحمد لله الهادی الی سواء السبیل“ اور خدا ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

خیر بات دور پہنچی اور اب صاحب تفہیم داخل من فی القبور تو سماع قبول سے قطعاً مہجور، لہذا اصل سخن کی طرف عنان گردانی کیجئے۔ کلام مشائخ دوبارہ اجسام موتی ہونے پر شواہد و اسانید میں یہ تین امور بالائی کافی و دوانی تھے مگر خود نفس مسئلہ میں انہیں علمائے کرام کے کلام دیگر ابحاث مقام اور ان کے رد و احکام و نقص و ابرام یک زبان اس معنی پر شہود عدول تو قبول واجب اور عدول مخذول۔

مثلاً:

دلیل: ۴۔ بحث دیکھئے کا ہے کی ہے ایمان کی۔ اور باجماع حنفیہ و تصریحات علمائے

مذکورین وغیرہم ان کا بنی عرف اور عرف میں انسان و زید و آن و تو سب کا مورد بدن تو قسم اسی پر صادق اور داوری و چالشگری اسی سے متعلق۔

دلیل: ۵۔ پر ظاہر کہ اول تا آخر ان کا کلام موت میں ہے، اور میت نہیں مگر بدن، خود

اسی کافی شرح وافی میں اسی بحث ایمان میں فرمایا: ”الروح لا يموت لكنه زال عن قالب فلان والله تعالى قادر على اعادته“ یعنی روح میت نہیں وہ تو صرف بدن سے جدا ہوگئی ہے اور اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اسے دوبارہ بدن میں لے آئے۔

دلیل: ۶۔ ساتھ ہی دلائل میں صاف تحریر فرماتے ہیں کہ جس میت میں ان کا کلام ہے وہ وہی ہے جسے ادراک نہیں، جسے فہم نہیں، جسے درد نہیں پہنچتا، جو بے حس ہے۔ کتب خمسہ مستندہ ماتہ مسائل میں ہے:

”واللفظ للرمز، الكلام للافهام فلا يتحقق في الميت“ اور الفاظ رمز الحقائق شرح کنز الدقائق للعینی کے ہیں، کلام سمجھانے کے لئے ہوتا ہے تو میت کے حق میں ثابت نہ ہوگا۔

فتح القدر میں ہے: ”والنبوت ينافية“ اور موت اس کے منافی ہے۔ اسی مستخلص الحقائق میں یہ بعینت ہدایہ ہے:

”من قال ان ضربتان فعبدى حرفه على الضرب فى الحياة فلو مات ثم ضرب لا يحنث لان الضرب اسم لفعل مو لم يتصل بالبدن و الا يلام لا يتحقق فى الميت“

کسی نے کہا اگر میں نے تجھے مارا تو میرا غلام آزاد ہے، یہ قسم زندگی کے اندر مارنے پر محمول ہوگی، اگر اس کے مرجانے کے بعد مارا تو خائن نہ ہوتا، اس لئے کہ مارنا بدن سے متعلق الم رساں کام کا نام ہے اور الم رساں میت کے حق میں متحقق نہیں۔ اسی فتح القدر میں ہے:

”لا يتحقق فى الميت لانه لا يحس“ میت کے حق میں متحقق نہیں، اس لئے کہ وہ احساس نہیں رکھتا۔

ان ماتہ مسائل میں عینی شرح کنز سے ہے:

”الضرب ايقاع الالم وبعد الموت لا يتصور“ ضرب کا معنی تکلیف پہنچانا اور بعد موت یہ متصور نہیں۔

تو قطعاً ثابت وہ بدن ہی میں اطلاق کر رہے ہیں کہ وہی ایسا میت ہے جسے نہ حس رہتا

ہے نہ ادراک، بخلاف روح کہ اس کے ادراکات قطعاً باقی ہیں، خود یہی امام نسفی عمدۃ الکلام میں فرما چکے: ”الروح لا یتغیر بالموت“ روح موت سے متغیر نہیں ہوتی۔

دلیل: ۷۔ پھر جب اس تقریر پر شبہ وارد ہوا کہ جب حس نہیں، ادراک نہیں، تاہم نہیں، تو عذاب قبر کیسا؟ تو ان سب حضرات نے یہی جواب دیا کہ معاذ اللہ جس کے اوپر عذاب قبر ہوتا ہے اسے قبر میں یک گونہ حیات دی جاتی ہے جس سے الم پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے، اسی مائتہ مسائل عینی سے بعد عبارت مذکورہ ہے:

”ومن یعذب فی القبر یو ضع فیہ الحیاة علی الصحیح“ جسے قبر میں عذاب دیا جاتا ہے صحیح قول یہ ہے کہ اس میں زندگی پیدا کر دی جاتی ہے۔
اسی میں کافی سے ہے:

”عند العامة یو ضع فیہ الحیاة بقدر ما یتألم لا الحیاة المطلقة، وقیل یو ضع فیہ الحیاة من کل وجه“

جمہور کے نزدیک اس میں اس قدر زندگی رکھ دی جاتی ہے کہ اسے الم کا احساس ہو، حیات مطلقہ نہیں رکھی جاتی ہے۔ اور کہا گیا اس میں پورے طور پر زندگی رکھ دی جاتی ہے۔
مستخلص میں بعد عبارت مسطورہ ہے:

”وعذاب القبر یو ضع حیاة جدیدة فیہ وهو قول عامة العلماء
خلاف الابن الحسن الصالحی فان عنده یعذب المیت من غیر حیاة“
عذاب قبر بدن میں ایک نئی زندگی رکھنے سے ہوتا ہے، اسی پر عامہ علماء ہیں بخلاف ابو الحسن صالحی کے، اس کے نزدیک بغیر زندگی کے میت کو عذاب ہوتا ہے۔

اور بالیقین یہ شان بدن ہی کی ہے کہ اسے موت عارض ہوتی اور اس کا حس و ادراک باطل کرتی، پھر معاذ اللہ تعذیب کے لئے یک گونہ حیات دی جاتی ہے اور وہ بھی کاملہ نہیں ہوتی بخلاف روح کے اس کی حیات مستمرہ ہے، امام ابن الہمام نے اس مضمون کو خوب صاف فرمادیا، بعد عبارت مزبورہ لکھتے ہیں:

”فی قبرہ تو ضع فیہ الحیاة بقدر ما یحس بالألم، حتی لو کان متفرق
الاجزاء بحیث لا یتمیز الاجزاء بل ہی مختلطة بالتراب فعذب جعلت الحیاة

فی تلك الاجزاء التي لا ياخذها البصرو ان الله على ذلك لقدير الخ وقد تقدم تاما
فی المقدمة الثالثة۔

اس لئے کہ اس میں احساس نہیں، اسی لیے حق یہ ہے کہ جس مردے کو قبر میں عذاب دیا
جاتا ہے اس کے اندر اتنی زندگی رکھ دی جتنی ہے کہ وہ الم کا احساس کرے، یہاں تک کہ اگر اس
کے اجزاء اس طرح بکھر گئے باہم امتیاز نہ رہا بلکہ مٹی میں خلط ملط ہو گئے پھر اسے عذاب دیا گیا
تو ان ہی اجزاء میں زندگی رکھ دی جاتی ہے جو نظر نہیں آتے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس پر ضرور قی
در ہے الخ۔

اب ذرا آنکھ کھول کر دیکھئے، کسے میت کہہ رہے تھے، کس کی طرف اعادہ حیات بقدر
احساس الم مانا، کس کے اجزاء متفرق ہو گئے، کس کے اجزاء اتنے باریک ہوئے کہ نظر کام نہیں
کرتی۔ ہاں وہ کیا جس کے اجزاء مٹی میں مل گئے، کیا وہ روح پاک ہے، حاشا یہی بدن تو وہ
خاک ہے، تو آفتاب کی طرح روشن ہو گیا کہ اسی مردہ حقیقی میں علماء کا کلام ہے، اسی کی نسبت
انکار سماع و افہام ہے "ولله الحجة السامية" اور اللہ ہی کے لئے بلند حجت ہے۔

دلیل: ۸۔ انہیں کتب کریمہ "وما انت بمسمع من فی القبور" سے استدلال کیا
اور پر ظاہر کہ "من فی القبور" نہیں مگر بدن۔ خود صاحب تفہیم المسائل نے اسی بحث میں
براہ بدست خود انہیں امام عینی شارح کنز کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری سے نقل کیا:

"فان قلت بعد فراغ الملكين من السؤال ما يكون الميت قلت ان كان
سعيدا كان روحه في الجنة وان كان شقيا ففي سجين على صخرة في الارض
الساعة۔"

یعنی بعد سوال نکیرین سعید کی روح جنت میں رہتی ہے اور شقی کی سجن میں، ساتویں
زمین کی ایک چٹان پر۔

تو قبر میں نہیں مگر بدن، اسی سے آیت نفی السماع فرماتی ہے، اور اسی سے یہ علماء نفی سماع
دلیل: ۹۔ نیز یہ سب علماء قول ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دلیل لائے،
اور انشاء اللہ القریب البجیب عنقریب روشن ہوتا ہے کہ ام المؤمنین صرف سماع جسمانی کی منکر
ہیں ادراک روحانی کی مثبت و مقرر۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۸۷۹ تا ۸۸۲)

سورة لقمان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰) اَخْلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَهَا وَاَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوٰسِیًۢاۤ اِنْ
تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ ط وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا فِیْهَا مِنْ
كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ . ☆

اس نے آسمان بنائے بے ایسے ستونوں کے جو تمہیں نظر آئیں اور زمین میں ڈالے لنگر
کہ تمہیں لے کر نہ کانپے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلانے اور ہم نے آسمان سے پانی اتارا تو
زمین میں ہر نفیس جوڑا لگایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عبدالرزاق و ثریابی و سعید بن منصور اپنی اپنی سنن اور عبد بن حمید و ابن جریر و ابن
المسک و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم اپنی تفاسیر اور ابو الشیخ کتاب العظمہ اور حاکم بافادہ صحیح صحیح
مستدرک اور بیہقی کتاب الاسماء اور خطیب تاریخ بغداد اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

” قال ان اول شئ خلق الله القلم و كان عرشه على الماء فارفع بخار
الماء ففتقت منه السموات ثم خلق النون فبسطت الارض عليه و الارض على
ظهر النون فاضطرب النون فما دامت الارض فانبثت بالجبال“

اللہ عزوجل نے ان مخلوقات میں سب سے پہلے قلم پیدا کیا اور اس سے قیامت تک
کے تمام مقادیر لکھوائے اور عرش الہی پانی پر تھا، پانی سے بخارات اٹھے ان سے آسمان جدا جدا
بنائے گئے، پھر مولیٰ عزوجل نے مچھلی پیدا کی اس پر زمین بچھائی، زمین پشت ماہی پر ہے مچھلی
تڑپی زمین جھونکے لینے لگی۔ اس پر پہاڑ جما کر بوجھل کر دی گئی۔ ”کمال تعالیٰ و الجبال

او تادا۔ وقال تعالیٰ: والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ “ مگر یہ زلزلہ ساری زمین کو تھا۔ خاص خاص مواضع میں زلزلہ آنا دوسری جگہ نہ ہونا اور جہاں ہونا وہاں بھی شدت و خفت میں مختلف ہونا اس کا سبب وہ نہیں جو عوام بتاتے ہیں، سبب حقیقی تو وہی ارادۃ اللہ ہے، عالم اسباب میں باعث اصلی بندوں کے معاصی ”ما اصبا بکم من مصیبة فيما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر“ تمہیں جو مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائیوں کا بدلہ ہے اور بہت کچھ معاف فرما دیتا ہے۔ اور وجہ وقوع کوہ قاف کے ریشہ کی حرکت ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام زمین کو محیط ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے، کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اس کے ریشہ زمین میں نہ پھیلے ہوں، جس طرح پیڑ کی جڑ بالائے زمین تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس کے ریشے زمین کے اندر اندر بہت دور تک پہلے ہوئے ہوتے ہیں کہ اس کے لئے وجہ قرار ہوں اور آندھیوں میں گرنے سے روکیں، پھر پیڑ جس قدر بڑا ہوگا اتنے ہی زیادہ دور تک اس کے ریشے گھیریں گے، جبل قاف جس کا دور تمام کوہ زمین کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے ہے اس کے ریشے ساری زمین میں اپنا جال بچھائے ہوئے ہیں، کہیں اوپر ظاہر ہو کر پہاڑیاں ہو گئے، کہیں سطح تک آ کر تھمے رہے جسے زمین سنگلاخ کہتے ہیں، کہیں زمین کے اندر ہے قریب یا بعید ایسے کہ پانی کی چوآن سے بھی بہت نیچے۔ ان مقامات میں زمین کا بالائی حصہ دور تک نرم مٹی رہتا ہے جسے عربی میں سھل کہتے ہیں۔ ہمارے قرب کے عام بلاد ایسے ہی ہیں، مگر اندر اندر قاف کے رگ و ریشہ سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ جس جگہ زلزلہ کے لئے ارادہ الہی عزوجل فرماتا ہے: ”والعیاذ برحمته ثم برحمة رسوله وجل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ قاف کو حکم ہوتا ہے کہ اپنے وہاں کے ریشے کو جنبش دیتا ہے، صرف وہیں زلزلہ آئے گا جہاں کے ریشے کو جنبش دی گئی، پھر جہاں خفیف کا حکم ہے اس کے محاذی ریشہ کو آہستہ ہلاتا ہے اور جہاں شدید کا امر ہے وہاں بقوت یہاں تک کہ بعض جگہ زمین پھٹ کر پانی نکل آتا ہے، یا عنف حرکت سے ما وہ کبریٰ مستعمل ہو کر نکلتے ہیں چیخوں کی آواز پیدا ہوتی ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ زمین کے نیچے رطوبتوں میں حرارت شمس کے عمل سے بخارات سب جگہ پھیلے ہوئے ہیں اور بہت جگہ دخانی مادہ سے جنبش کے سبب منافذ زمین متسع ہو کر وہ بخار و دخان نکلتے ہیں۔ طبعیات میں پاؤں تلے کی دیکھنے والے انہیں کے ارادہ خروج کو سبب زلزلہ سمجھنے لگے حالانکہ ان کا خروج بھی سبب زلزلہ کا

مسبب ہے۔

امام ابو بکر ابن ابی الدنیا کتاب العقوبات اور ابو الشیخ کتاب العظمہ میں حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال: خلق الله جبلا يقال له ق محيط بالعالم وعروقه الى الصخرة التي عليها الارض فاذا اراد الله ان يزلزله قرينه امر ذلك الجبل فحرك العرق الذي يلي تلك القرية فيزلزلها ويحركها فمن م تحرك القرية دون القرية “

اللہ عزوجل نے ایک پہاڑ پیدا کیا جس کا نام قاف ہے وہ تمام زمین کو محیط ہے اور اس کے ریشے اس چٹان تک پھیلے ہیں جس زمین ہے جب اللہ عزوجل کسی جگہ زلزلہ لانا چاہتا ہے اس پہاڑ کو حکم دیتا ہے وہ اپنے اس جگہ کے متصل ریشے کو لرزش و جنبش دیتا ہے یہی باعث کہ زلزلہ ایک بستی میں آتا ہے دوسری بستی میں نہیں۔

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

رفت ذوالقرنین سوئے کوہ قاف	دید کہہ راکز مرد بود صاف
گرد عالم حلقہ کردہ او محیط!	ماند حیراں اندراں خلق بسیط
گفت تو کوہی دگر ہاچستند	کہ بہ پیش عظیم تو باز لہستند
گفت رگ ہائے من انداں کوہنہا	مثل من نہ بوند در فرو بہا
من بہر شہرے رگے دارم نہاں	بر عروقم بستہ اطراف جہاں
خلق چو خواہد زلزلہ شہر مرا	اگر فرماید کہ جنباں عرق را
پس بجبنا نم من آن رگ را قبر	کہ بدان رگ متصل بودست شہر
چو بگوید بس شود ساکن رگم	ساکنم و زروئے فعل اندر تکم
گوید آنکس کہ نداند عقلش این	زلزلہ ہست از بخارات زمین
این بخارات زمین نہ بود بدان	ز امر حق است و ازاں کوہ گراں
مور کہ بر کاغذ دید او قلم	گفت با مورد گراں راز ہم
کہ عجائب نقشبہا آن کلک کرد	بہمور بیجان و چوسون ز اورد در
گفت آن مور صبح ست آن پیغمور	وین قلم در فعل فرغ ست واثر

گفت آن مورسوم از باز دست
چنین میرفت بالاتا کیے
گفت گز صورت نہ بیند این ہنر
صورت آمد چون لباس و چون عصا
کا صبح لاغر زورش نقش بست
مہتر موراس فطن بود اند کیے
کاں بخواب و مرگ گرد دے خبر
جز بعقل و جاں بجد نقشہا

بحر العلوم قدس سرہ فرماتے ہیں: ایں رودست: فلاسفہ کہ میگویند بخارات در زمین محبوس می شوند بالطبع میل خروج کنند و از مصادمت ایں اخترہ آرق اتصال اجزائے زمین می شود و زمین در حرکت می آید و اینست زلزله، پس مولوی قدس سرہ در ایں قول می فرماید کہ قیام زمین از کو بہاست ورنہ در حرکت می ماند ہمیشہ پس آں کوہ جنبش میہد زمین را با مر اللہ تعالیٰ۔

چیونٹیوں کی حکایت سے بھی ان سفہا کی تنگ نظری کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ جس طرح قلم کی حرکت انگلیوں کی قوت بازو سے، بازو کی طاقت جان سے ہے، تو نقش کہ قلم سے بنتے ہیں جان بناتی ہے مگر احمق چیونٹیاں اپنی اپنی رسائی کے موافق ان کا فاعل قلم، انگلیوں، بازو کو سمجھیں، یوں ہی ارادۃ اللہ سے کوہ قاف، تحریک ہے، اس تحریک سے بخارات کا نکلنا زمین کا ہلنا ہے، یہ احمق چیونٹیاں جنہیں فلسفی یا طبیبی والے کہتے صدمہ بخارات کو سبب زلزله سمجھ لے، بلکہ نظر کیجئے تو یہ ان چیونٹیوں سے زیادہ لودن و بد عقل ہیں، انہوں نے سبب ظاہری کو سبب سمجھا انہوں نے سبب کے دو مسببوں سے ایک کو دوسرے کا سبب ٹھہرا لیا و بال اللہ العصرۃ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۰ تا ۱۹۲)

(۳۲) اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي
الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ اَرْضٍ
تَمُوتُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۙ

بیشک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کماے گی۔ اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
کفن پہلے سے تیار رکھنے میں حرج نہیں اور قبر پہلے سے نہ بنانا چاہئے کہ کچھ نہیں پتہ کہ

موت کس زمین میں ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۲۶۵)

عجب نہیں کہ بعض وہ شخص جسے نصوص کے معانی اور عموم و خصوص کے مواقع کی پہچان نہیں، یوں کہنے لگے کہ جب تم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے روز ازل سے روز آخر تک کے تمام ”ماکان وما یکون“ کا علم ثابت کیا تو اس میں وہ پانچ چیزیں بھی داخل ہو گئیں جنہیں سوا خدا کے کوئی نہیں جانتا، پھر ان کا خدا سے مخصوص ہونا کدھر گیا۔

اقول: اے شخص تو کتنی جلد بھول گیا، کیا ہم نے تجھے القا نہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے یہ خاص ہے کہ اپنی ذات سے علم ہو اور جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو، رہا مطلق علم عطائی خود اللہ عزوجل کے ثابت کرنے اور ارشاد فرمانے سے اس کے بندوں کے لئے ثابت ہے، کیا تو نے نہ جانا کہ ”ماکان وما یکون“ کا علم اس نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ والتسلیم کے لئے ہم نے اپنی طرف سے ثابت نہ کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا اور قرآن نے ثابت کیا اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ثابت کیا اور صحابہ نے ثابت کیا اور ان کے بعد کے ائمہ نے ثابت کیا جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اور علماء کی عباراتیں صاف اس پر دلالت کرتی ہیں، تو کہاں پھرے جاتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کیسا حکم لگاتے ہو، کیا اللہ کی آیتوں میں بعض سے بعض کو رد کرتے ہو حالانکہ تم قرآن پڑھتے ہو، کیا تمہیں علم نہیں، کیا تمہارے کان تک نہ پہنچا وہ جو ہم نے تمہیں سنایا کہ اللہ نے ایسی نشی کی جوٹل نہیں سکتی اور اس طرح ثابت فرما دیا جس سے عدولی ممکن نہیں، تو دونوں میں تطبیق دینا واجب ہو اور جوہ تطبیق سے کانوں کو زور پہننا چکے تو گو یا تم کان لگاتے ہو اور سنتے نہیں اور آنکھ اٹھاتے ہو اور دیکھتے نہیں، اب اگر تو کہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ چیزوں کو گنا اور خاص ان کا ذکر کیا تو ضرور ہے کہ ان کو اپنے غیر پر اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں کوئی زیادتی ہو تو اللہ تعالیٰ کا پتہ بتانا اور غیبوں میں جاری ہوتا ہے ورنہ ان کے خاص ہونے کی خصوصیت باطل ہو جائے گی کہ اب یہ بھی مثل اور غیبوں کے ہو گئیں کہ بتانے سے معلوم ہو جاتی ہیں۔

اقول اولاً: ٹھہر جلدی سے بچ کہ جلدی لغزش لاتی ہے، تو روشن مناظرہ پر گفتگو چاہئے تو یہ دعویٰ تو نے کہاں سے نکال لیا کہ خاص ہونے میں ان کی کوئی خصوصیت ہے، آیت تو اس طرح ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ کے پاس ہے علم قیامت کا اور اتارتا ہے پانی اور جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کرے گی اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بیشک اللہ ہے جاننے والا بتانے والا۔

تو اس آیت میں اس کا بیان کہاں ہے کہ یہ پانچوں سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں نہ کہ خاص ہونے میں اور زیادہ خص و صیت، کیا تو نہیں دیکھتا کہ ان پانچ سے بعض میں تو کوئی چیز ایسی ہے ہی نہیں جو حصہ و تخصیص پر دلالت کرے، جیسے یہ ارشاد کہ پانی اتارتا ہے اور یہ ارشاد کہ پیٹ کی چیزیں جانتا ہے۔ اور ہم نہیں مانتے کہ صرف مقام حمد میں ذکر کرنا مطلقاً اختصاص کا موجب ہو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے سمع و بصر و علم سے اپنی ذات کی مدح فرمائی اور ان سے اپنے بندوں کا بھی وصف کیا کہ فرماتا ہے: اس نے تمہارے لئے بنائے کان اور آنکھیں اور دل۔ اور اسی باب سے ہے موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کا یہ فرمانا: کہ میرا رب بہکتا نہیں اور انبیاء بھی بہکنے سے پاک ہیں، اے قوم! تم میں کوئی گمراہی نہیں۔

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام بھی ظلم سے منزہ ہیں، اللہ نے فرمایا: میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

ثانیاً ہم نے اختصاص مانا مگر بیچ کو ان میں ایسی خصوصیت کیا ہے کہ اللہ کے بتانے کو بھی انکی طرف راہ نہ رہے کہ یہ اگر ہوتا مفہوم اللقب سے استدلال کے قبیل سے ہوگا (یعنی بعض اشیا کا نام لیکر جو حکم بیان کیا جائے وہ اس پر دلالت کرے کہ وہ حکم ان کے غیر میں نہیں) اور وہ باطل ہے۔ اصول میں اس کے بطلان پر دلائل قائم ہو چکے، اس لئے کہ آیت میں تو پانچ کا لفظ بھی نہیں جسے مفہوم عدد کی طرف پھیرو (یعنی کچھ گنتی گنا کر جو حکم بیان کیا جائے وہ دلالت کرے کہ اس سے زائد کے لئے یہ حکم نہیں) اور حدیث میں اگر پانچ کا لفظ آیا ہے تو اس سے قطع نظر کر کے جو اوپر ہم بیان کر آئے کہ حدیث احاد دربارہ اعتقاد ونا مفید اعتماد، ہم نہیں مانتے کہ ایسی جگہ عدد زیادہ کی نفی کرتا ہو، کیا تو نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ ارشاد نہ سنا کہ مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہ دی گئیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنی کثیر عطاؤں سے خاہن کیے گئے ہیں جن کی گنتی اور شمار نہ ہو سکے، اور حدیث دوسرے طریق سے یوں آئی کہ میں انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، تو پانچ چھ کی نفی کرے گا تو دونوں حدیثوں میں تناقض

ہو جائے گا۔ پھر ان فضائل کے شمار کرنے میں وہ دونوں حدیثیں مختلف ہیں تو ہر ایک میں وہ بات کہی گئی ہے جو دوسری میں نہ شمار ہوئی۔ تو اگر یہ مانیں کہ عدد سے حصر سمجھا جاتا ہے تو صحیح حدیثیں کہ ائمہ کے نزدیک سب مقبول ہیں متعدد جگہ ایک دوسرے کی نفی کریں گی، اور بندہ ضعیف نے جتنی حدیثیں اس روش پر چلیں ان کو اپنے رسالہ ”البحث الفاضل عن طرق احادیث الخصال“ میں جمع کیا تو انہیں پایا کہ دو سے دس تک گنتی ہے، اور ہر ایک میں وہ بات مذکور ہے جو دوسری میں نہیں، اور خصال جو ان میں مذکور ہوئے تیس سے بھی بڑھ گئے، تو کہاں پانچ اور کہاں چھ، اور جو شخص جامع صغیر اور اس کے ذیل اور جمع الجوامع سے ثلث اور اربع اور خمس کے باب تفتیش کرے وہ یقین کر لے گا کہ ایسی حدیثیں حصر کا حکم نہیں کرتی، اور شاید تو کہے کہ یہ سب تو ظاہر بات ہے مگر آخر خاص ان پانچ کے ذکر فرمانے میں کوئی نکتہ تو ہونا چاہئے۔

اقول وباللہ التوفیق: ہاں نکتہ ہے اور کیسا نکتہ بلند و بالا، جلالت نو طرز خوش نما، اور اس میں ایک لطف یہ ہے کہ وہابیہ جو اپنی ذلیل فہموں سے سمجھے یہ ان پر اس کے عکس کا حکم لگاتا ہے، تو کان لگا کر سن وہ جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے القا فرمایا، جان کہ ان پانچ کے سوا غیب اور بہت کثرت سے ہیں یہاں تک کہ ان پانچ کے جملہ افراد سب ملکر بھی اور غیبوں کے ہزاروں حصہ کو بھی نہیں پہنچتے، تو اللہ تعالیٰ غیب کا غیب ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے، اور اس کی ہر صفت غیب ہے، اور برزخ غیب ہے، اور بہشت غیب ہے، اور دوزخ غیب ہے، اور حساب غیب ہے، اور نامہ اعمال غیب ہے، اور قیامت کے میدان میں جمع کیا جانا غیب ہے، اور قبروں سے اٹھانا غیب ہے، اور فرشتے غیب ہیں، اور ان کے سوا تیرے رب کے لشکر غیب ہیں، اور ان کے سوا اور غیب ہیں کہ جن کی جنسیں تک ہم نہیں گنا سکتے نہ کہ فردیں، اور معلوم ہے کہ یہ سب کے سب یا ان میں اکثر غیب ہونے میں ان پانچ سے بڑھ کر ہیں، اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان میں سے کچھ ذکر نہیں فرمایا صرف یہی پانچ ذکر فرمائے، تو انہیں اس لئے نہیں گنایا کہ یہ غیبت و خفا کے اندر زیادہ داخل ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ وہ زمانہ کا ہنوں کا تھا، اور وہ کا فر علم غیب کا ادعا رکھتے تھے، رمل سے، لزوم سے، قیافہ سے، عیافہ سے، زجر سے، طیر سے، اور پانسوں سے، اور ان کے سوا اپنی اور ہوسوں سے جو اندھیریوں سے ڈھانپی ہوئی تھیں، اور وہ ان چیزوں سے جو ہم نے ذکر کیں مثلاً ذات و صفات الہی اور آخرت اور فرشتے کچھ بحث نہ رکھتے تھے، اور نہ ان

چیزوں کے جاننے کی ان بربادی کی طرف بلائے والوں کی فنون میں کوئی راہ تھی، وہ تو یہی بات بکا کرتے تھے کہ مینہ کب ہوگا اور کہاں ہوگا، اور پیٹ کا بچہ لڑکی ہے یا لڑکا، اور کسب اور تجارتوں کے حال اور یہ کہ ان میں کسے فائدہ ہوگا اور کسے نقصان، اور یہ کہ مسافر اپنے گھر پلٹے گا یا وہیں پر دیس میں مر جائے گا، تو یہ چار چیزیں خاص ذکر کی گئیں بایں معنی کہ یہ چیزیں جن کے علم کا تم اپنے باطل فنون سے ادعا کرتے ہو ان کا علم تو اسی بادشاہ جلیل کے پاس ہے، بے اس کے بتائے اس کی طرف کوئی راہ نہیں، اور ان چاروں کے ساتھ علم قیامت کو بھی شامل فرمایا کہ یہ بھی انہیں باتوں کی جنس سے تھی جن سے بحث کرتے تھے یعنی موت، تو اکادکا آدمیوں کی موت سے بحث کرتے تھے اور قیامت تمام اہل زمین کی موت ہے، اور بیشک جو فن نجوم جانتا ہے اسے معلوم ہے کہ اس فن کے زعم پر ستاروں کی دلالت خاص حادثوں کی بہ نسبت عام کے لئے بہت زائد ہے اور کسی ایک گھر کی خرابی یا ایک شخص کی موت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قاعدہ نہیں جس پر وہ اپنے زعم میں بھی یقین کر سکیں، اس واسطے کہ ستاروں کی نظریں اور جوگ اور باہمی نسبتیں اور دلائل جزئی باتوں میں اکثر ایک دوسرے کے خلاف پڑتی ہیں بلکہ کسی کے زائچہ پیدائش یا عمر کے زائچہ سال میں کم ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ جو ستارہ کسی گھر میں ہو یا اس کی طرف دیکھ رہا ہو وہ قوت و ضعف کی باہم مزاحمت سے خالی ہو، تو اگر ایک طرف سے بدی پر دلالت کرتا ہے تو دوسری جانب سے بھائی پر، اور وہ بس اٹکل دوڑاتے ہیں، اور ایک جانب کو ترجیح دیتے ہیں، اور جدھر کا پلا ان کے نزدیک جھکتا ہے اس پر حکم لگا دیتے ہیں مگر عالم میں انقلاب عام کے لئے ان کے یہاں ایک قاعدہ قرار پایا ہوا استمراری ہے اور وہ قرآن اعظم ہے یعنی دونوں اونچے ستاروں زحل و مشتری کا تینوں بروج آتشی حمل اسد قوس سے کسی کے اول میں جمع ہونا جیسا کہ زمانہ طوفان نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھا، اور معلوم ہے کہ حساب سے آنے والے قرآن بھی یوں ہی معلوم ہو سکتے ہیں جیسے گزرے ہوئے اور یہ کہ وہ کتنے برس کے بعد ہوگا اور کیا ہوگا اور یہ کہ کس برج کے کس درجہ بلکہ کس دقیقہ میں ہوگا اور کس طرف ہوگا اور کتنے دنوں رہے گا اور ایک ستارہ دوسرے کو چھپائے گا یا کھلا رہے گا اور ان کے سوا اور باتیں، اس لئے کہ ستارے تو ایک مضبوط حساب کے باندھے ہوئے ہیں، یہ زبردست جاننے والے کا اندازہ مقرر فرمایا ہوا ہے، تو قیامت کے ذکر سے ان پر توجیح فرمائی گئی کہ تمہارے ان علموں کی

اگر کچھ حقیقت ہوتی جیسا کہ تمہارا خیال ہے تو کسی ایک شخص کی موت جاننے سے قیامت کا علم تمہیں زیادہ جلد آ جاتا مگر تم نہیں جانتے، تم تو یوں ہی انکل دوڑائے جاتے ہو، تو ان پانچ چیزوں کے خاص ذکر کا یہ نکتہ ہے، اللہ خوب جانتا ہے اور درستی فکر پر اللہ ہی کے لئے حمد ہے، اسے خوب مضبوطی سے سمجھ لو کہ یہ اس کرم والے گھر (یعنی خانہ کعبہ کے فیضوں سے ہے اور نبی رحیم علیہ علی الصلوٰۃ والتسلیم کی مدد سے اس وقت تازہ ذہن میں آنے والا۔

ثالثاً: ہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور اللہ عزوجل نے فرمایا تم فرمادو کہ آسمان وزمین میں کوئی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ کے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خاص پانچ چیزوں کو فرمایا اور اللہ عزوجل نے عام حکم فرمایا، اور ہم سب پر ایمان لائے، اس لئے کہ خاص عام کی نفی نہیں کرتا تو ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے، اور اس کے سوا اور غیب جو ان سے علو و شرف و دقت و لطافت میں زائد ہیں انہیں بھی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔

اقول: بلکہ کوئی کچھ نہیں جانتا سوائے اللہ کے بلکہ حقیقی وجود کسی کے لئے نہیں سوا اللہ کے اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے تمام مقولوں میں سب سے زیادہ سچا لیبیب کے اس قول کو فرمایا، سن لو ہر شئی بے حقیقت ہے سوا اللہ کے اور ہمارے یہاں قرار پا چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے معنی عام لوگوں کے نزدیک تو یہ ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں، اور خواص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں، اور خاص الخاص کے نزدیک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی نظر ہی نہیں آتا، اور جو نہایت کو پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں اور یہ سب معنی حق ہیں اور ایمان کا مدار پہلے پر ہے، اور صلاح کا مدار دوسرے پر، اور سلوک کا تمام تیسرے پر، اور وصول الی اللہ کا مدار چوتھے پر، اللہ تعالیٰ ہمیں ان سب معنی میں سے پورا حظ عطا فرمائے اپنے احسان و کرم سے آمین۔

اور بیشک سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور یہ اشعار پڑھے۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ اور اس کے سوا کوئی نہیں اور بیشک آپ تمام مغنیات کے امین ہیں، اور بیشک آپ اے طیب و طاہر آباء و امہات کے فرزند، تمام رسولوں

سے زیادہ شفاعت کے معاملہ میں اللہ سے قریب ہیں۔ آپ میرے سفارشی بن جائیے جس دن آپ کے سوا کوئی سفارشی سواد بن قارب کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ مسند امام احمد میں ہم کو یونہی روایت آئی (کہ اللہ کے سوا کوئی شئی نہیں) اگرچہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی رب نہیں۔

اقول: سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اول اللہ کے سوا ہر چیز سے وجود کی نفی فرمائی۔ دوم ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے غیبوں کا علم ثابت کیا کہ حضور کو تمام غیبوں پر ایمن بنایا، اور جو کسی چیز کو نہ جانتا، وہ اس پر ایمن کیا ہوگا۔

سوم اس پر ایمان لائے کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شفاعت عطا ہو چکی ہے جیسے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث صحیح مسلم میں فرمایا کہ مجھے شفاعت عطا کی گئی، نہ جیسے وہابیہ کہتے ہیں کہ ابھی حضور کو شفاعت نہیں دی گئی حضور کو قیامت ہی کے دن اس کا اذن ملے گا، وہ اس سے یہ قصد رکھتے ہیں کہ دنیا میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد نہ کی جائے کہ وہ ابھی شفاعت پر قادر نہیں، اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ اپنے خاص علاقہ والوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی بخشش چاہو۔ اور اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تمہارے حضور حاضر ہو کر خدا سے معافی چاہیں اور معافی مانگیں ان کے لئے رسول تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا برہبان پائیں گے۔

ان آیتوں کو وہابیوں نے ایسا پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

چہارم اس پر ایمان لائے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے نہ وہ جیسا کہ وہابیہ کا پیشوا (اسمعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں) کہتا ہے: اللہ تعالیٰ جب کسی پشیمان توبہ کرنے والے کی بخشش کیلئے حیلہ کرنا چاہے گا تو جسے چاہیگا اسکا شفیع کر دیگا کسی کی خصوصیت نہیں اور پشیمان توبہ کرنے والے کی قید اس واسطے ذکر کی کہ دہلوی مذکور کے نزدیک شفاعت ایسے ہی شخص کی ہوگی نہ اس گنہ گار کی جس نے توبہ نہ کی۔

پنجم سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہابیہ پر رد فرمانے کے لئے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فریاد کی۔

ششم پہلے جو یہ کہا تھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سب سے قریب تر ہے

اس سے ترقی کر کے شفاعت کو حضور ہی میں منحصر کر دیا اور یہی حق ہے، اور سب شفاعت کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شفاعت کریں گے اور اللہ عزوجل کے حضور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا نہیں جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام انبیاء کی شفاعت کا میں مالک ہوں اور کچھ فخر کی راہ سے نہیں فرماتا۔

ہفتم انہوں نے ثابت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں حضور انہیں کام آئیں گے، اس میں پیشوائے وہابیہ (امعیل دہلوی) کا رد فرمایا جو یہ بک گیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بیٹی کے بھی کام نہ آئیں گے، پھر اوروں کی کیا گنتی، تو ان عزت والے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ان تھوڑے سے الفاظ کا عظیم نفع دیکھو۔ اور بیشک حدیث ناطق ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی یہ سب باتیں برقرار رکھیں، یہ سمجھ لو اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: جس دن اللہ جمع کرے گا رسولوں کو ان سے فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا، عرض کریں گے: ہمیں کچھ علم نہیں۔

اقول: تو انبیاء علیہم السلام نے اصل حقیقت پر کلام کیا اور اپنے علم سے بالکل نفی فرمائی اس لئے کہ سایہ جب اصل کے سامنے آتا ہے تو اسے کوئی دعویٰ نہیں رہتا۔ اور ملائکہ نے عرض کی پاکی ہے تیری، ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا، تو ملائکہ نے حقیقت عطائی پر کلام کیا تو وہ استثنا لائے، تو انبیاء ملائکہ سے ادب میں زائد اور تعظیم میں بڑھ کر ہوئے، ان سب پر درود و سلام، پھر ملائکہ کو بھی یاد آیا تو وہ پلٹے اور حصر کر دیا کہ بیشک تو ہی ہے علم والا حکمت والا، یعنی تیرے سوا کسی کو علم نہیں۔ اور خلاصہ یہ کہ سب اللہ ہی کے واسطے ہے اور کہ کوئی بے عطائے الہی کچھ نہیں جانتا، تو بات اسی طرف پلٹے گی جو ائمہ کرام نے تحقیق فرمادی کہ نفی اس کی ہے کوئی بذات خود بے عطائے الہی جانے، اور ہمارے بعض اصحاب نے روض التفسیر شرح جامع الصغیر من احادیث البشیر والنذیر سے نقل کیا کہ فرماتے ہیں: رہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد کہ ان پانچ کو کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ کو خود بخود کوئی نہیں جانتا سوا اس کے، لیکن بھی خدا کے بتائے سے معلوم ہوتی ہیں کہ یہاں ان کے جاننے والے موجود ہیں اور ہم نے ان کا علم کئی شخصوں کے پاس پایا جیسا کہ ہم نے ایک گروہ کو دیکھا کہ انہیں معلوم تھا کہ کب انتقال کریں گے، اور پیٹ کے بچے کو عورت کے زمانہ حمل میں جان لیا اور اس

سے پہلے، اتھی۔

میں کہتا ہوں اور امام جلال الدین سیوطی کی شرح الصدور اور امام اجل نور الدین ابی الحسن علی بن شیطونی کی بحیثیہ الاسرار اور امام اسعد عبداللہ یافعی کی روض الریاحین اور خلاصۃ المفاجر اور ان کے سوا اولیاء کرام کی اور کتابوں میں اولیاء کرام سے اس باب میں بہت روایات ہیں جن کا انکار نہ کریگا مگر محروم، اللہ ہمیں ان کی برکتوں سے محروم نہ فرمائے۔ اور اسی طرح امام ابن حجر مکی نے شرح ہمزیہ میں ان پانچ میں سے، علم غیب عطا ہونے کی تصریح فرمائی جہاں فرماتے ہیں: انبیاء اور اولیاء کا علم اللہ ہی کے بتائے سے ہے اور ہم جو کچھ ان سے جانتے ہیں وہ انبیاء و اولیاء کے بتائے ہی سے ہے، اور یہ وہ قسم الہی نہیں جو اس کے ساتھ خاص ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ان صفتوں سے ہے جو قدیم ازلی و دائم ابدی ہیں، بدلنے اور حدوث و نقصان کی علامتوں اور سانچے اور بانٹے سے منزہ ہیں یہاں تک کہ فرمایا کہ اس کے منافی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بعض خاص بندوں کو غیبوں کا علم دینا، یہاں تک کہ ان پانچ میں سے جن کی نسبت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو اللہ کے ہوا کوئی نہیں جانتا اتھی۔

اور اسی لئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث کے نیچے کہ پانچ چیزیں ہیں جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا یوں فرمایا: کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان پانچ چیزوں کو بے خدا کے بتائے اپنی عقل سے کوئی نہیں جانتا، اس لئے کہ یہ پانچوں ان غیبوں میں سے ہیں جو بے اللہ عزوجل کے بتائے معنی نہیں ہوتے۔

اور یہ ہیں امام اجل بدر الدین محمود عینی کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ امام قرطبی نے فرمایا: اس حدیث سے ثابت ہے کہ ان پانچوں غیبوں کے جاننے میں کسی کے لئے طمع کی جگہ نہیں اور بیشک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو کہ اللہ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ان پانچ سے تفسیر فرمایا، تو جو کوئی ان پانچ میں سے کسی کا دعویٰ کرے اور اس علم کو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہ بتائے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اتھی

تو دیکھو صرف اسے جھوٹا بتایا جو ان پانچ کا علم اپنے لئے بغیر واسطہ عالم "ماکان وما یکون" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بتائے، تو نہایت بلند آواز سے پکار کر یہ فائدہ بتا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان پانچ غیبوں کو جانتے ہیں اور اولیاء میں سے جسے چاہیں بتا دیتے

ہیں، ناگزیر علامہ ابراہیم بیجوری نے شرح بردہ شریف میں تصریح فرمادی کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہ لے گئے مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو یہ پانچ غیب بتادئے اتھی۔

اقول: یہ پانچ تو جیسا ہم بیان کر آئے نہایت کھلے ہوئے غیبوں میں سے ہیں جنکا شمار وہی جانے جس نے بتایا، جل جلالہ، صلی اللہ علیہ وبارک وسلم۔ کیا ان ظاہر باتوں میں جو باڑھ کے کنارے رکھی ہوئی ہیں ان سے بخل کرے گا اور مضمون کو شنوائی نے جمیع النہایۃ میں بطور حدیث کے بیان کیا کہ بیشک مروی ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ لے گیا یہاں تک کہ حضور کو ہر شے پر اطلاع بخشی اتھی۔

میں کہتا ہوں: اور بیشک ہم وہ آیتیں تلاوت کر چکے جو اس مطلب کی تصریح فرما رہی ہیں اور وہ صحیح حدیثیں جو اس مضمون کو صاف بتا رہی ہیں۔ نیز اس میں بعض مفسرین سے یہ عبارت نقل کی کہ ان پانچ غیبوں کو اپنے پاس سے بذات خود اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور بالواسطہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص نہیں اتھی۔

میں کہتا ہوں: بلکہ اب تو وہ غیر خدا کے ساتھ خاص ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم میں واسطہ ہونا محال ہے، کتاب ابریز میں اپنے پیر و مرشد ہمارے سردار عبدالعزیز سے نقل فرمایا کہ اس آیت میں جو پانچ غیب مذکور ہیں ان میں سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ اور پانچ غیب حضور پر کیوں کر مخفی رہیں حالانکہ حضور کی امت میں سے ساتوں قطب ان پانچوں کو جانتے ہیں حالانکہ وہ ساتوں غوث سے نیچے ہیں پھر کجا غوث، پھر کجا وہ جو تمام اگلوں پچھلوں کے سردار ہیں، وہ جو ہر شے کے سبب ہیں، وہ کہ ہر شے انہیں سے ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتھی۔

میں کہتا ہوں: ساتوں قطب سے ابدال مراد ہیں کہ وہ ستر ابدال کے اوپر دونوں اماموں کے نیچے ہوتے ہیں جو غوث کے دونوں وزیر ہیں، نیز ابریز میں انہی سید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ان پانچ غیبوں کا معاملہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کیونکر چھپا ہے حالانکہ حضور کی امت مرحومہ میں سے کوئی صاحب تصرف تصرف نہیں کر سکتا جب تک کہ ان پانچوں کو نہ جانے اتھی۔ تو اے منکر و! ان کلاموں کو سنو اور اولیاء اللہ کی تکذیب نہ کرو کہ ان کی

مکذیب دین کی بربادی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مکر نے والوں سے انتقام لیگا، اللہ تعالیٰ اپنے عارف بندوں کا صدقہ ہمیں پناہ دے، آمین۔

الحاصل قرآن کا کوئی رد کرنے والا نہیں کہ وہ ہر شے کے لئے تفصیل اور روشن بیان ہے، اور یہ کہ اس نے عالم میں کوئی بات اس میں اٹھانہ رکھی اور ان آیتوں اور منفی علم غیب میں تطبیق ظاہر و روشن ہو چکی تو اپنے رب کی کون سی نعمت کو چھٹلاؤ گے۔

رابعاً قول: اور اللہ ہی کی قوت سے دلائل کرتا ہوں، اے یہ شخص کہ دعویٰ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونے میں اور سب غیبوں میں ان پانچ کو زیادہ خصوصیت ہے تو اس سے کیا مراد لیتا ہے یہ کہ ان میں سلب عموم ہے نہ ان کے غیر میں (یعنی ان کا علم محیط دوسرے کو نہیں) یا عموم سلب (یعنی دوسرا ان میں سے کچھ نہیں جانتا) تو پہلی تقدیر پر یہ ثابت ہوگا کہ ان پانچ کے سوا اللہ کے جتنے غیب ہیں سب بتا دئے گئے تو معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام یا خاص ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان پانچ کے سوا اپنے تمام غیب بتا دئے جن میں کچھ باقی نہ رہا، رہے یہ پانچ سب کے سب حضور کو نہ بتائے اگرچہ ان میں بعض بتا دیئے، بر تقدیر ثانی حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پانچ میں سے اصلاً کوئی چیز کسی کو کبھی نہ بتائی بخلاف باقی غیبوں کے کہ ان میں سے جس کو چاہا بتا دیا، پہلے معنی یقیناً باطل ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا "م رب الارباب کی ذات اور اس کی جملہ صفات کو ایسے کامل احاطہ کے ساتھ محیط ہو جس کے آگے اصلاً پردہ نہ رہے، نیز حضور کا علم جملہ سلاسل متناہیہ کو محیط ہو جو غیر متناہی در غیر غیر متناہی بار ہیں جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے کہ یہ سب کے سب ان پانچ سے الگ ہیں اور اس کے تو ہم اہلسنت قائل نہیں کہ وہابیہ جنہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان گھٹانے ہی پر کمر باندھی ہے، اور دوسرے معنی بھی کھلے باطل ہیں کہ ان پانچ میں سے بعض کا علم اس کے لئے جسے اللہ نے دینا چاہا ضرور ثابت ہے۔

خطیب اور ابو نعیم نے دلائل النبوة میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ مجھ سے ام الفضل رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حدیث بیان فرمائی کہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ہو کر گذری حضور نے فرمایا: تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے، جب وہ پیدا ہوا تو اسے میرے حضور لانا، ام الفضل نے عرض کی: یا رسول اللہ میرے حمل کہاں

سے آیا حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے پاس نہ جائیں، ارشاد ہوا: بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل فرماتی ہیں: جب لڑکا پیدا ہوا، میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچے کے دانے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا عبد اللہ نام رکھا، اور فرمایا: لیجا و خلفا کے باپ کو، میں نے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کا ارشاد بیان کیا وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ام الفضل نے ایسا کہا، فرمایا: بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی، یہ خلیفوں کا باپ ہے یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہوگا، یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہوگا۔

اقول: تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ جان لیا جو پیٹ میں تھا اور وہ جانا جو اس سے بہت زیادہ ہے، وہ جان لیا جو پیٹ سے نچے کی پیٹھ میں ہے اور وہ جان لیا جو پیٹ کے نچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اور وہ جان لیا جو کئی پشت نیچے تک پیٹ کے نچے کی پیٹھ والے کی پیٹھ والے کی پیٹھ میں ہے، اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ خلیفوں کے باپ کو لے جا اور فرمایا: انہیں میں سے سفاح ہے، انہیں میں سے مہدی ہے، اور مدینہ کے امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا مال جو غابہ میں تھا اس میں سے بیس وسق چھوہارے ام المؤمنین کو ہبہ فرمائے تھے کہ درختوں پر سے اتر ڈالیں، جب صدیق اکبر کے وصال کا وقت آیا ام المؤمنین سے فرمایا: اے پیاری بیٹی، خدا کی قسم کسی شخص کی تو نگری مجھے تم سے محبوب نہیں اور اپنے بعد کسی کی محتاجی تمہارے برابر مجھ پر دشوار نہیں، اور میں نے تم کو بیس وسق چھوہارے ہبہ کئے تھے کہ درختوں پر سے اتر لو تو اگر تم نے وہ کٹوا کر قبضے میں کر لئے ہو تے تو وہ تمہارے ہوتے اور آج تو وارث کا مال ہے اور وارث تمہارے دو بھائی اور تمہاری دو بہنیں ہیں تو اسے حسب فراض اللہ تقسیم کر لینا۔ ام المؤمنین نے عرض کی: اے میرے باپ! خدا کی قسم اگر اتنا اور اتنا مال ہوتا میں جب بھی چھوڑ دیتی، میری بہن تو ایک آسمان ہے دوسری کون ہے؟ فرمایا: وہ جو بنت خارجه کے پیٹ میں ہے، میرے علم میں وہ لڑکی ہے۔

اور ابن سعد نے طبقات میں یوں روایت کی کہ صدیق نے فرمایا کہ وہ بنت خارجه کے

پیٹ میں ہے میرے دل میں الہام کیا گیا کہ وہ لڑکی ہے، تو اس کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو، اس پر ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

اور بیشک بکثرت احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ بچہ دان پر ایک فرشتہ مقرر ہے کہ وہ بچہ کی صورت بناتا ہے، اور مادہ، اور خوبصورت اور بدصورت، اور اس کی عمر اور اس کا رزق لکھتا ہے، اور یہ کہ بد بخت ہو گا یا نیک بخت، تو وہ بانٹتا ہے جو کچھ پیٹ میں ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ اس پر کیا گزریگا۔

اور صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیبر کی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ کل ضروریہ نشان اس مرد کو دو ننگا جس کے ہاتھ پر اللہ فتح کرے، وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول سے دوست رکھتے ہیں۔ دوسرے دن وہ نشان حضور نے مولیٰ علی کریم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات قسم کی روش پر لام تاکید اور نون تاکید سے موکد کر کے بیان فرمائی تو حضور کو یقیناً معلوم تھا کہ میں کل کیا کروں گا،

اور بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ حضور کا وصال اقدس مدینہ طیبہ میں ہوگا، تو انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا: ہماری زندگی وہاں ہے جہاں تمہاری زندگی اور ہمارا انتقال بھی وہاں ہے جہاں تمہاری موت، یہ حدیث مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اور جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو ان سے ارشاد فرمایا: اے معاذ قریب ہے کہ تو مجھ سے اس سال کے بعد (دنیا میں) نہ ملے گا اور امید ہے کہ تو میری اس مسجد اور میرے مزار پاک پر گزرے۔ یہ حدیث امام احمد نے اپنی مستند میں روایت کی۔

اور صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو اعلان دیا تو وہ اچلے یہاں تک کہ بدر میں اترے، وہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زمین پر جگہ جگہ دست اقدس سے بتایا کہ یہ فلاں کافر کے کھنڈر کی جگہ ہے، اور یہ فلاں کی، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جہاں

ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا وہیں اس کی لاش گری، اس سے اصلاً تجاوز نہ کی۔

اور انہیں کی حدیث میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا جو حدیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے مقرر فرمادی تھیں کسی نے اس حد سے خطانہ کی، یہ بھی مسلم کی روایت ہے۔

اور یہ ہیں ہمارے سردار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جب وہ رات آئی جس کی صبح انہوں نے شہادت پائی، رات میں بار بار مکان سے ہر تشریف لاتے اور آسمان کی طرف نظر فرماتے، اور فرماتے خدا کی قسم نہ میں غلط کہتا ہوں نہ مجھ سے غلط کہا گیا، یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا، اور بطنیں حضور کی طرف حضور کے مواجہہ میں چلاتی ہوئی آئیں لوگوں نے ان کو ہانکا فرما یا رہنے دو کہ یہ نوحہ کر رہی ہیں۔

اور رسول اللہ کے صحابہ میں سے، ایک صحابی اقرع بن شفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقیناً جانتے تھے کہ کس زمین میں ان کا انتقال ہوگا۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں یہ اس بارے میں کلام اصحاب کرام و اولیائے عظام (اللہ ہمارے لئے انہیں دونوں جہان میں نفع بخش فرمائے) ایک سمندر ہے جس کی تھاہ نہیں ملتی اور اسکے پانی کا سارا انبوہ کھینچے نہیں کھینچتا لیکن میں ایک حدیث جو قائم مقام بہت سی حدیثوں کے ہے ذکر کرتا ہوں جس سے منکر کا سینہ پھٹ جائے اور خبیث دل جل جائے۔

امام اجل عارف افضل ولی اکمل، شیخ القراء عمدة العلماء زبدة العرفاء، سیدنا امام ابو الحسن علی بن یوسف بن جریر نخعی شطونوی مصری وہ ہیں جن کی شاگردی کا شرف امام اجل ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حصین نے اختیار کیا، اور انکی مجلس میں امام فن رجال شمس ذہبی صاحب میزان الاعتدال نے حاضر دی، اور طبقات قراء میں ان کو ذکر کیا اور انہیں سراہا، اور امام اجل عارف باللہ عبد اللہ بن اسعد یافعی شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرآة البیان میں انہیں امام کہا، اور بڑے بڑے جلالت و عظمت والے القاب سے ادا کیا، اور امام جلیل القدر جلال سیوطی نے حسن المحاضرہ میں امام یکتا فرمایا، وہ اپنی کتاب مستطاب چمکانے والی انوار کی، اسرار کی جامع جو اس کے لائق کہ سینوں پر خجروں سے تحریر کی جائے، یعنی بختہ الاسرار و معدن الانوار وہ کہ جس کے متعلق شیخ عمر عبد الوہاب فرضی حلبی نے فرمایا کہ در حقیقت میں نے اس میں

تلاش کیا تو میں نے کوئی نقل ایسی نہ پائی جس کی متابعت کرنے والے نہ ہوں اور اکثر نقول اس میں وہ ہیں جنہیں امام یافعی نے اسنی الفاخر اور نشر المحاسن اور روض الریاحین اور شمس الدین ترکی حلبی نے بھی کتاب الاشراف میں نقل کیا، یوں ہی نقل کیا کشف الظنون میں۔ میں کہتا ہوں کہ میں نے اس کو کوتاہ میں کی اعانت ہی کے لئے ذکر کیا ورنہ آفتاب محتاج تو صیف نہیں۔

سیدی عارف باللہ جلیل القدر مکارم النہر مالصی قدس سرہ جو کہ اجل خلفائے سیدی علی بن ہتی سے ہیں (اللہ ان کی برکتوں سے ہمیں نفع دے) اور یقیناً دیدار فرحت آثار ولی اولیاء دستگیر دو عالم غوث الاعظم والمعظم سے مشرف ہوئے، اور کہتے ہیں کہ میری آنکھ نے محی الدین عبدالقادر جیسا پیر نہ دیکھا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین۔ جس کی عبارت یہ ہے:

ہمیں خبر دی شیخ ابوالفتح داؤد بن ابی المعالی نصر بن شیخ ابی الحسن علی بن شیخ ابی المجد مبارک ابن احمد بغدادی حریمی حنبلی نے انہوں نے کہا، ہمیں خبر دی میرے والد نے کہا: میں نے اپنے دادا ابوالمجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ میں ایک دن شیخ مکارم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے گھر نہر خالص پر تھا تو میرے دل میں خطرہ گزرا کہ کاش میں حضور کی کچھ کرامت دیکھتا تو حضور نے مسکراتے ہوئے میری طرف التفات فرمایا: عنقریب پانچ شخص ہمارے پاس آئیں گے ان میں سے ایک تجھی ہے گورا، رخ رنگ والا اس کے سیدھے رخسار پر تل ہے اسکی عمر کے نو مہینے باقی ہیں، پھر اسے بطاح میں شیر پھاڑ ڈالے گا پھر اسے اللہ تعالیٰ اٹھائے گا اور دوسرا عراقی سرخ سفید کانالنگڑا ہمارے پاس ایک مہینہ مریض رہے گا پھر مر جائے گا، اور ایک مصری گندم گول اس کے بائیں ہاتھ میں چھ انگلیاں ہوں گی، بائیں ران میں نیزے کا کوچہ ہوگا جو اسے تیس برس سے پہنچا ہوگا۔ ہندوستان میں بحالت تجارت بعد تیس برس کے مرے گا، اور ایک شامی گندمی رنگ انگلیوں پر گنا پڑا ہوا وہ زمین حریم میں تیرے گھر کے دروازے پر مرے گا بعد سات برس تین مہینے سات دن کے، اور ایک یمنی گورا وہ نصرانی ہے، اس کے لباس کے نیچے زنار (جنیو) ہے، اپنے ملک سے تین برس ہوئے نکلا اور اس نے کسی کو نہ بتایا تا کہ مسلمانوں کی جانچ کرے کہ کون اس کا اظہار حال کرتا ہے اور یقیناً تجھی نے بھونا ہوا گوشت چاہا، اور عراقی نے بطرا چاول کے ساتھ، اور مصری نے شہد کے ساتھ کھی، اور شامی نے شامی سیب، اور یمنی نے انڈا نیم برشت چاہا، اور کسی نے اپنی خواہش دوسرے کو نہ بتائی اور عنقریب

کھے گی، اور وہ نو مہینے بعد مرے گا، اور اس کی موت شیر کے پھاڑنے سے ہوگی، اور یہ بطانح میں ہوگی، اور وہیں دفن کیا جائے گا۔ اور وہاں سے منتقل نہ ہوگا اور یہیں سے اس کا حشر ہوگا۔ یونہی متعلق بعراتی گیارہ غیب ہیں۔ وہ گورا ہے، اور اس میں سرخی بھلکتی ہے، اور آنکھ میں پھلی ہے، اور اسکے پاؤں میں لنگ ہے، اور بڑا چاہے گا، اور یہ کہ اسے چاولوں کے ساتھ کھائے گا، اور یہ شخص بیمار ہوگا، اور ایک مہینہ تک مرض میں مبتلا رہے گا، اور اسی سے مر جائیگا، اور یہاں مرے گا، اور ایک مہینہ بعد مرے گا۔ اور مصری کے متعلق پندرہ غیب ہیں، یہ کہ وہ گندم گون چھنکا اور چھٹی انگلی اٹھتے ہاتھ میں ہوگی، اور اس کے برے کا کوچہ ہوگا اور اس کی ران میں ہوگا وہ الٹی ران ہوگی، اور یہ زخم اسے اس کا پورا نہ ہوگا، اور تیس برس کا ہوگا، اور یہ شہد کی خواہش کریگا، بلکہ خالص شہد نہیں کھی سے ملا ہوا۔ اس کا کسب تجارت ہوگی، اور تجارت گاہ اس کی ہندوستان میں ہوگی، اور اپنی آخر عمر تک تجارت ہی کرتا رہے گا، اور وہ ہندوستان میں مرے گا، اور اسکی موت بیس برس کے بعد ہوگی۔ اور شامی کے متعلق آٹھ غیب، گندمی رنگ کا ہوگا جس میں سپیدی غالب ہوگی، موٹے موٹے گٹے پڑی ہوئی انگلیوں والا ہوگا، اور سب کی خواہش کرے گا، اور شامی سب چاہے گا، زمین حریم میں مرے گا، اور اسکی موت ابوالمجد کے گھر کے دروازہ پر ہوگی، اور اسکی عمر سے سات برس اور مہینوں میں تین اور ایام میں سے سات باقی ہیں۔ اور یمنی کے متعلق آٹھ، یہ کہ وہ گورا ہوگا اور یمنی گندم گون ہوتے ہیں، وہ نصرانی ہے، اس کے کپڑوں کے نیچے زنا رہے (جنیو) اور اپنے ملک سے مسلمانوں کے امتحان کے لئے نکلا، اور اسے نکلے ہوئے تیس برس ہوئے، اور اس نے اپنی نیت کی کسی کو خبر نہ کی، نہ گھر والوں کو نہ اہل شہر کو، اور اسکی خواہش انڈا ہے اور یہ کہ انڈا نیم برشت تو یہ باسٹھ (۶۲) غیب ہوئے۔ اور پانچ یہ کہ ان سے کوئی دوسرے کی خواہش پر مطلع نہ ہوا۔ اور پانچ یہ کہ ہر ایک کی خواہش کی چیز ہمیں غیب سے ملے گی، تو یہ بہتر (۷۲) غیب پورے ہوئے۔ تو پاکی اس کے لئے جس نے عطا کیا جو چاہا جسے اپنے بندوں میں سے اور اسی کے لئے حمد ہے۔

(الدولۃ المکیۃ ۳۰۵ تا ۳۷۵)

سورة السجدة

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) قُلْ يَتُوبُ إِلَيْكُمْ إِلَهُ الْمَوْتِ الَّذِي وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ

تَرْجِعُونَ ☆

تم فرماؤ تمہیں وفات دینا ہے موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے پھر اپنے رب کی طرف واپس جاؤ گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی فرماتے ہیں۔ ”وکل ملك

الموت بقبض ارواح المومنين والملئكة“۔ یعنی ملک الموت مسلمانوں اور فرشتوں کی روح قبض کرنے پر مقرر ہیں۔

الاسن والعلی (۱۵)

سورة الاحزاب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِنْ قَلْبَيْنِ فِي جُوفِهِ جَ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمْ
الَّتِي تَظْهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ جَ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ
بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۚ ☆

اللہ نے کسی آدمی کے اندر دو دل نہ رکھے۔ اور تمہاری ان عورتوں کو جنہیں تم ماں کے
برابر کہہ دو تمہاری ماں نہ بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا بنایا یہ تمہارے اپنے منہ کا کہنا
ہے۔ اور اللہ حق فرماتا ہے۔ اور وہی راہ دکھاتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قلب وہ عضو ہے کہ سلطان اقلیم بدن محل عقل و فہم و نشائے قصد و اختیار و رضا
و انکار ہے، ایک شخص کے دو دل نہیں ہو سکتے، دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجد۔ آیہ کریمہ میں رجل نکرہ
ہے اور تحت نفی داخل ہے تو مفید عموم و استغراق ہے، یعنی اللہ عز و جل نے کسی کے دو دل نہ بنائے
نہ کہ فقط اس شخص خاص کی نسبت انکار فرمایا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”الا ان فی الجسد مضغۃ اذا
صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسدت الجسد کله الا وہی القلب“ سنتے ہو
بدن میں ایک پارہ گوشت ہے کہ وہ ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو سارا
بدن بگڑ جاتا ہے سنتے ہو وہ دل ہے۔

تو اگر کسی کے دو دل ہوں ان میں ایک ٹھیک رہے ایک بگڑ جائے تو چاہے معاً ایک آن
میں سارا بدن بگڑا اور سنبھلا دونوں ہوا اور یہ محال ہے۔ جو دو دل ہوں۔ ایک نے ارادہ کیا یہ کام
کیجئے، دوسرے نے ارادہ کیا نہ کیجئے، تو اب بدن ایک کی اطاعت کرے گا، یا دونوں کی، یا کسی کی

نہیں۔ ظاہر ہے کہ دونوں کی اطاعت محال ہے اور کسی کی نہ ہو تو ان میں کوئی قلب نہیں کہ قلب تو وہی ہے کہ بدن اسی کے ارادے سے حرکت و سکون ارادی کرتا ہے، اور اگر ایک کی اطاعت کریگا دوسرے کی نہیں تو وہ جس کی اطاعت کریگا وہی قلب ہے، اور دوسرا ایک بد گوشت ہے کہ بدن میں صورت قلب پر پیدا ہو گیا۔ جیسے کسی نے کے پنچے میں چھ انگلیاں ہیں۔ اور بعض کے ایک ہاتھ میں دو ہاتھ لگے ہوتے ہیں، ان میں جو کام دیتا ہے اور ٹھیک موقع پر ہے وہی ہاتھ ہے دوسرا بد گوشت ہے۔ ڈاکٹروں کا بیان اگر سچا ہو تو اس کی یہی صورت ہوگی کہ بدن میں ایک بد گوشت بصورت دل زیادہ پیدا ہو گیا ہوگا۔ ہاتھ میں تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اصلی اور زائد دونوں ہاتھ کام دیں۔ مگر قلب میں یہ ناممکن ہے۔ آدمی روح انسانی سے آدمی ہے اور اسی کے مرکب کا نام قلب ہے، اور روح انسانی متجزی نہیں کہ آدمی ایک دل میں رہے آدمی دوسرے میں۔ تو جس سے وہ اصالتہ متعلق ہوگی وہی قلب ہے دوسرا سلب ہے۔ اور آیہ کریمہ میں ” بصور کم فی الارحام کیف یشا “ فرمایا ہے کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر بناتا ہے جیسے وہ چاہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ” کینہ تشاؤون و بخیالاتکم تخترعون “ جیسی تم چاہو اور اپنے خیالات میں گڑھو ویسی ہی تصویر بنا دے۔ یہ محض باطل ہے اور اس نے اپنی مشیت بتادی کہ کسی کے جوف میں میں نے دو دل نہ رکھے تو اس کے خلاف تصویر نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۹۳ تا ۱۹۵)

(۲) النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ وَأُولَئُوا
الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ إِلَّا
أَنْ تَفْعَلُوا إِلَىٰ أَوْلِيَائِكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا. ☆

ایہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں بہ نسبت اور مسلمانوں اور مہاجروں کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں پر احسان کرو یہ کتاب میں لکھا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق: زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تمام مسلمان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النسبی اولی بالیؤمنین من انفسہم“ نبی مسلمانوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولی بالمؤمنین من انفسہم“۔ رواہ احمد والشیخان والنسائی وابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ“ میں مسلمانوں کا ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہوں۔ اسے امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو نماز جنازہ قبل اطلاع حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور لوگ پڑھ لیں پھر اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعادہ فرمائیں تو یہ وہی صورت ہے کہ نماز اول غیر ولی الحق نے پڑھی، ولی الحق اختیار اعادہ رکھتا ہے، اسے ان مجتہد صاحب کی صورت سے کچھ علاقہ نہ ہوگا خصوصاً جب کہ پہلے سے ارشاد فرمایا ہو کہ فلاں مریض جب انتقال کرے ہمیں خبر دینا کہ آخر یہ ارشاد اسی لئے تھا کہ خود نماز پڑھنے کا قصد تھا تو اگر اوروں کا پڑھنا ثابت ہو تو صرف بے اذن ولی نہیں بلکہ خلاف اذن ولی ہوگا اگرچہ ان کا اطلاع نہ دینا بمقتضائے ادب و محبت ہو جیسا کہ سیکینہ سوداء خادمہ مسجد ام کجمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے معاملہ میں ہے، جب اس کا انتقال ہو مجھے خبر دینا (ان کا جنازہ شب کو تیار ہوا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جگانا خلاف ادب جانا (ابن ابی شیبہ کی روایت موصولہ میں حدیث سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے) یہ بھی خوف ہوا کہ رات اندھیری ہے زمین میں ہر طرح کے کیڑے ہوتے ہیں اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا مناسب نہیں، ”قال فدفعنا“ یہ خیال کر کے دن کر دیا) صبح حضور کو خبر ہوئی فرمایا: ”الم امرکم ان تؤذونہی بہا“ کیا میں نے تم کو حکم نہ دیا تھا کہ مجھے اس کی خبر دینا عرض کی: ”یا رسول اللہ کرہنا ان نخرجک لیلا“ اور تو فظک“ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! ہمارے دلوں کو گوارا نہ ہوا کہ رات میں حضور کو باہر آنے کی تکلیف دیں، یا حضور کو خواب راحت سے جگائیں (کہ حضور کا خواب بھی تو وحی ہے کیا معلوم کہ اس وقت حضور خواب میں کیا دیکھتے سنتے ہوں)۔

صحیح بخاری شریف میں حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے: "فحقروا شانہا صحیح مسلم میں انہی سے ہے: "وكانهم صغروا امرها" یعنی یہ خیال کیا کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ اس کے جنازہ کے لئے حضور کو جگا کر اندھیری رات میں باہر لے جائیں۔

مسند امام احمد میں حدیث عامر بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا تفعلوا ادعونی لجنائزکم" ایسا نہ کرو مجھے اپنے جنازوں کے لئے بلایا کرو۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے ہے حضور نے فرمایا: فلا تفعلوا، ما مات منکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی لہ رحمة۔

ایسا کبھی نہ کرنا جب تک میں تم میں تشریف رکھوں جو شخص مرے مجھے خبر ضرور دینا کہ میری نماز اس کے حق میں رحمت ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اقول وبالله التوفیق: ابن حبان اپنی صحیح اور حاکم مستدرک میں حضرت یزید بن ثابت انصاری برادر اکبر زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

قال خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فلما وردنا البقيع اذا هو بقبر فسأل عنه فقالوا فلانة فعرفها فقال الا اذنتمونی بها قالوا کنت قائلاً صائماً قال فلا تفعلوا الا عرفن ما مات منکم میت ما کنت بین اظہرکم الا اذنتمونی بہ فان صلاتی علیہ رحمة۔

یعنی ہم ہمراہ رقاب اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باہر چلے جب بقیع پر پہنچے ایک قبر نظر آئی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، لوگوں نے عرض کی: فلاں عورت ہے۔ حضور نے انہیں پہچانا، فرمایا: مجھے کیوں نہ خبر کی؟ عرض کی: حضور دو پہر کو آرام فرماتے تھے اور حضور کا روزہ تھا۔ فرمایا: ایسا نہ کرو جب تم میں کوئی مسلمان مرے مجھے خبر کر دیا کرو کہ میرا اس پر نماز پڑھنا رحمت ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حضرت سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غیر ہے، وہاں یہ تھا کہ اندھیری رات تھی ہمیں گوارا نہ ہوا کہ حضور کو جگائیں، یہاں یہ ہے کہ دو پہر کا وقت تھا حضور آرام فرماتے

تھے، حضور کو روزہ تھا، اور دونوں حدیثوں میں وہی ارشاد اقدس ہے کہ ایسا نہ کرو ہمیں اطلاع دیا کرو۔ اب خواہ یوں کہ ایک واقعہ کے حضار اور تھے اور دوسرے واقعہ کے لوگوں کو اس حکم کی خبر نہ تھی، خواہ یوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس امر کو ارشادی محض بہ نظر رحمت تامہ حضور روف رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم خیال کیا، نہ ایجابی۔ لہذا جہاں تکلیف کا خیال ہو ادب و آرام کو مقدم رکھا، بہر حال ایسے واقع ان سب وجوہ مذکور کے مورد ہیں۔ ایک بار کے فرمان سے، کہ خبر دے دیا کرو، باقی بار کا بعد اطاعت اقدس ہونا ثابت نہیں ہو سکتا، کما لا یخفی، لاجرم طبرانی نے حصین بن وحج انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان طلحة بن البراء مرض فاتاه انہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعودہ فقال انی لأرئی طلحة الا قد حدث فیہ الموت فاذنونی بہ وعجلوا فلم یبلغ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنی سالم بن عوف حتی توفی، وکان قال لاهلہ لما دخل اللیل اذا مت فاذنونی ولا تدءرا رسول اللہ فانی اخاف علیہ الیہود ان یصاب بسببی فاخبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حین اصبح ملخصا الحدیث “

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور یہ فرما گئے کہ اب ان کا وقت آیا معلوم ہوتا ہے، مجھے خبر کر دینا اور تجھ میں جلدی کرنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محلہ بنی سالم تک نہ پہنچے تھے کہ ان کا انتقال ہو گیا اور انہوں نے رات آنے پر اپنے گھر والوں کو وصیت کر دی تھی کہ جب میں مروں تو مجھے دفن کر دینا اور حضور اقدس کو نہ بلانا، رات کا وقت ہے مجھے یہود سے اندیشہ ہے مبادا حضور کو میرے سبب سے کوئی تکلیف پہنچے۔ ان کے گھر والوں نے ایسا ہی کیا، صبح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ وباللہ التوفیق۔

شم قول وباللہ استعین، حقیقت ولایت سے قطع نظر کر کے یہاں ایک لطیف تر تقریر ہے کہ فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائز ہوئی، نماز جنازہ شفاعت ہے ”کما صرحت بہ الا حدیث“ جیسا کہ احادیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

احمد و مسلم و ابودود و ابن ماجہ کی حدیث میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

جس مسلمان کے جنازہ پر چالیس مسلمان نماز میں کھڑے ہوں اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی شفاعت قبول فرمائے۔

احمد و مسلم و نسائی نے ام المومنین و انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ترمذی نے صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما من میت تصلى عليه امة من المسلمين يبلغون مائة كلهم يشفعون له الا شفعوا فيه " جس میت پر سو مسلمان نماز جنازہ میں شفاعت ہوں ان کی شفاعت اس کے حق میں قبول ہو۔

اور مالک شفاعت صرف حضور شفیح یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور جو کوئی شفاعت کرے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے کرے گا۔ شفیح المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "اعطيت الشفاعة: رواه البخاري و مسلم و النسائي عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما في حديث اعطيت خمسا لم يعطهن احد من الانبياء قبلي" شفاعت مجھے عطا فرمادی گئی ہے۔ اسے بخاری مسلم اور نسائی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ اس حدیث میں کہ مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کے انبیاء کو نہ ملیں۔

حضور شافع شفیح صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا كان يوم القيمة كنت امام النبيين و خطيبهم و صاحب شفاعتهم غير فخر: رواه احمد و الترمذی و ابن ماجه و الحاكم باسناد صحیحہ عن ابی بن كعب رضي الله تعالى عنه في يوم قيامت تمام انبياء کا امام اور ان کا خطیب اور انکی شفاعت کا مالک میں ہوں اور یہ بات کچھ براہ فخر نہیں فرماتا۔ اسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سندوں سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

تو جو شفاعت بے اذن والا کوئی کرے وہ فضولی کا تصرف ہے کہ اذن مالک پر موقوف رہے گا۔ مالک اگر جائز کر دے جائز ہو جائے گا اور اگر آپ ابتداءً تصرف کرتے تو باطل۔

"فان البات اذ طرء على موقوف ابطله كما نص عليه الفقهاء في غير ما" مسئلہ "اس لئے کہ قطیعت والا جب کسی موقوف پر طاری ہو تو اسے باطل کر دیتا ہے جیسا کہ فقہاء نے متعدد مسائل میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔

مثلاً عمر و ملک زید بے اذن زید بیچ کر دے، زید خبر پا کر روار کھے روا ہے، اور اگر خود از سر نو عقد بیچ کرے تو ظاہر ہوگا کہ عقد فضولی پر قناعت نہ کی، اب عقد یہی عقد مالک ہوگا نہ عقد فضولی۔ تو صورت مذکورہ میں جس میت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود نماز پڑھیں یہ اعادہ نماز نہ ہوگا، بلکہ نماز اول یہی قرار پانی چاہئے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہی معنی ہیں ہمارے بعض ائمہ کے فرمانے کے کہ نماز جنازہ کا فرض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں بے حضور کے پڑھے ساقط نہ ہوتا تھا یعنی حضور خود پڑھیں یا دوسروں کو اذن دیں۔

”کَمَا فَعَلَ فِي الْغَالِ وَ كَانَ يَفْعَلُهُ اَوْلَا فِي مَنْ مَاتَ مَدِيُونًا وَلَمْ يَتْرِكْ وِفَاءً“
 ”جیسا کہ مال غنیمت کے اندر خیانت کرنے والے کے ساتھ کیا، پہلے اس مدیون کے ساتھ ایسا کرتے تھے جو ادائے دین کے لئے کچھ چھوڑ نہ جائے۔“

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۹۱/۹ تا ۲۹۶)

(۱۳) **وَ اِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا هُلْ يَثْرَبَ لَا مَقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا وَ يَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ اِنَّ بِيوتَنَا عَوْرَةٌ ط و مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ اِنْ يَّرِيدُونَ اِلَّا فِرَاا**

اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا اے مدینہ والو یہاں تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے۔ وہ تو نہ جانتے تھے مگر بھاگنا۔

﴿۱۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قول کفار کی حکایت فرماتے ہوئے ارشاد باری ہے۔ اے اہل یثرب! تمہارے لئے مقام نہیں یعنی جائے قرار نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۳۲/۹)

یثرب کا لفظ فساد و ملامت سے خبر دیتا ہے، وہ ناپاک اسی طرف اشارہ کر کے یثرب

کہتے۔ اللہ عزوجل نے ان پر رد کے لئے مدینہ طیبہ کا نام طابہ رکھا۔

عن السراء بن عارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم: من سَمِيَ الْمَدِيْنَةَ يَثْرَبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ، هِيَ طَابَةٌ، هِيَ طَابَةٌ۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مدینے کو یثرب کہے اس پر توبہ واجب ہے مدینہ طابہ ہے، مدینہ طابہ ہے۔

عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: یَقُولُونَ یَثْرَبُ وَهِيَ الْمَدِیْنَةُ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ تو مدینہ ہے۔

عن جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سَمَّی الْمَدِیْنَةَ طَابَةً۔

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نے مدینہ کا نام طابہ رکھا۔

(فتاویٰ رضویہ ۶۱/۱۰)

(۲۱) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا۔ ☆

بے شک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ میں مولیٰ جل و علا اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے طریق و روش پر چلنے کی ہدایت فرماتا اور مسلمانوں کو یوں جوش دلاتا ہے کہ دیکھو ہماری یہ بات وہ مانے گا جس کے دل میں ہمارا خوف، ہماری یاد، ہم سے امید، قیامت سے دہشت ہوگی اور موافق مخالف حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود و تمام جہان جانتا ہے کہ اس سرور جہان و جہانیاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت دائمہ مستمرہ وارثی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی، محافظت فرمائی، توکید فرمائی، ہدایت فرمائی، معاذ اللہ کبھی تجویز کے خلاف گنجائش نہ پائی۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲۳/۹)

ہم یہاں بعض احادیث جلیہ کریم یاد کریں کہ ذکر حبیب نور عین و سرور جاں و شادابی
دل و سیرابی ایمان ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔

حدیث: (۱) جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثير شعر اللحية " رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں بال کثیر و انبوہ تھے۔ رواہ مسلم و عنہ عند ابن
عساکر کثیر شعر الراس و اللحية ۔

حدیث: (۲) ہند بن ابی ہار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى لله تعالى عليه وسلم فحماً منخفماً يتلاً لؤ وجهه
تلاً لؤ القمر ليلة البدر و ازهر اللون و اسع الجبين كث اللحية " حبیب صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم عظمت والے نگاہوں میں عظیم دلوں میں معظم تھے چہرہ مبارک ماہ دو ہفتہ کی طرح چمکتا
جگمگاتی رنگت کشادہ پیشانی گھنی داڑھی " رواہ الترمذی فی الشماثل و الطبرانی فی الکبیر
و البیہقی فی الشعب و رواہ ایضاً فی الدلائل و ابن عساکر فی التاریخ "

حدیث: (۳) امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ و چہرہ فرماتے ہیں:

بأبي و أمي كان ربعة ابيض مشرباً بحمرة كث اللحية " میرے ماں باپ
ان پر قربان میاں نہ قد تھے گور رنگ جس میں سرخی بھلکتی گھنی داڑھی " رواہ ابن عساکر عن ابی
ہریرہ رضی اللہ عنہ ۔

حدیث: (۴) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ " كان رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم ضخم الهامة عظيم اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مبارک
رک بزرگ اور ریش مطہر بڑی تھی۔ رواہ البیہقی

حدیث: (۵) امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بيض اللون مشرباً بحمرة
أوجح العينين كث اللحية " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رنگ گور سرخی آمیز آنکھیں
بڑی خوب سیاہ داڑھی گھنی ۔

حدیث: (۶) انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم احسن الناس قواماً
واحسن الناس وجهاً واطيب الناس ريحاً والين الناس كفاً وكانت له جمعة الى
شحمة اذنيه وكانت لحيته قد ملأت من لهنها الى ههنا امر يديه على رضيه۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسم پاک کی بناوٹ تمام جہاں سے بہتر، چہرہ
تمام عالم سے خوبتر، مہک سارے زمانہ سے خوشبو تر، ہتھیلیاں سب لوگوں سے نرم تر، بال
کانوں کی لوتک (پھر اپنے رخساروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ) ریش مبارک یہاں سے
یہاں تک بھری ہوئی تھی۔

حدیث: (۷) وہی فرماتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

كان رسول الله صل الله تعالى عليه وسلم ابيض الوجه كت اللحية
احمر الماء في اهداب الاشقر " رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا منہ گورا، داڑھی گھنی،
آنکھوں کے کودوں میں سرخی، پللیں اراز " رواہ جمیعاً ابن عساکر الکل مختصراً۔
امام قاضی عیاض شفا شریف میں فرماتے ہیں:

"كث اللحية تملؤ صدره" ریش مطہر گھنی سینہ منور کو بھرے ہوئے۔

یہاں سینے سے مراد اس کا بالائی کنارہ ہے کہ گلے کی انتہا ہے "صرح به الشرح وهو
الواضح الصراح" اور عادت کریمہ تھی کہ کوئی امر کیسا ہی مرغوب و پسندیدہ ہو جب شرعاً لازم
ضروری نہ ہوتا تو بیان جواز کیلئے گاہے ترک بھی فرمادیتے، یا قولاً خواہ تقریراً جواز ترک بتادیتے
، اس لئے علمائے کرام نے سنت کی تعریف میں مع ترک احیاناً اضافہ کیا، یعنی جسے سید عالم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اکثر کیا اور کبھی بھی ترک بھی فرمادیا ہو، ولہذا محققین فرماتے ہیں: کہ ایسی
مواظبت دائمہ ہمیشہ دلیل وجوب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدر باب الاذان میں فرماتے ہیں
:"عدم الترك مرة دليل الوجوب" نیز باب الاعتكاف میں فرمایا: هذه المواظبة
المقرونة بعدم الترك مرة لما اقترنت بعدم الانكار على من لم يفعله من الصحابة
رضي الله تعالى عنهم كانت دليل السنة والا كانت دليل الوجوب" (فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲۳/۹)

(۳۳) وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكِنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ

الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ وَأَطَعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ
الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا. ☆

اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی اور
نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر
والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب عام صالحین کی صلاح ان کی نسل اولاد کو دین و دنیا و آخرت میں نفع دیتی ہے تو
صدیق و فاروق و عثمان و جعفر و عباس و انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی صلاح عظیم کا کیا کہنا جن
کی اولاد میں شیخ صدیقی فاروقی عثمانی علوی جعفری عباسی انصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسب
کریم سے دین و دنیا و آخرت میں نفع پائیں گے، پھر اللہ اکبر حضرات علیہ سادات کرام، اولاد امجا
و حضرت خاتون جنت بتول زہرا کہ حضور پر نور سید الصالحین سید العالمین سید المرسلین صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع و اعلیٰ و بلند و بالا ہے۔ (کہ ان کے حق میں یہ
آیت نازل ہوئی۔ (اراءة الادب ۳۷)

(۳۶) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُمِئَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ
يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا
مُبِينًا. ☆

اور نہ کسی مسلمان مرد نہ مسلمان عورت کو پہنچتا ہے کہ جب اللہ و رسول کچھ حکم فرمادیں
تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا وہ بیشک صریح
گمراہی بہکا۔

﴿۷﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ائمہ محققین تصریح فرماتے ہیں: کہ احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب گردین جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔

آیت کریمہ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
مَحْرُومَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ۔

لڑوان سے جو ایمان نہیں لائے اللہ اور نہ پچھلے دن پر، اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

آیت کریمہ۔ ما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امر ان

یکون لہم الخیرۃ من امرہم، ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالاً مبیناً۔

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کر دیں اللہ ورسول کسی بات کا کہ انہیں کچھ اختیار ہے اپنے معاملہ کا، اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا تو وہ صریح گمراہی میں بھٹکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبل طلوع آفتاب اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مول لے کر آزاد کر دیا تھا اور متبہنی بنا دیا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کا پیام دیا، اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے طلب ہے ان کا رکنا اور عرض کر بھیجا کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں، ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر ان کا رکنا، اس پر یہ آیت کریمہ اتری، اسے سکر دونوں بھائی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواستہ ہی راضی ہو جائے، خصوصاً جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو، خصوصاً جبکہ عورت کی شرافت خاندانی کو اکب ثریا سے بھی بلند و بالا ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزت جل جلالہ نے بعینہ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الہ کے ترک پر فرمائے جاتے اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نام اقدس بھی شامل فرمایا۔ یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب ان کے فرمانے سے فرض قطعی ہو گئی۔ مسلمانوں کو نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا، جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائیگا۔

دیکھو! رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہ خدا کا فرض نہ تھا،

ایک مباح اور جائز امر تھا، ولہذا ائمہ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اس فرض سے اقویٰ ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں۔

امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبریٰ باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے، اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کہا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ قرآن عظیم سے، تو امام اعظم نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ کے فرض اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرض میں فرق و تمیز کر دیں، اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کر دیا، جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دیدیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کر دیں جسے نہ چاہیں نہ کریں،

اسی میں ہے۔۔

حضرت عزت جل جلالہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ منصب دیا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے پیچھا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے، فرمایا: اچھا نکال دی، اسکا کاٹنا جائز کر دیا۔ اگر اللہ سبحانہ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت میں چاہیں مقرر فرمائیں۔ تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے، کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنیٰ فرمادیں۔

الامن والعلیٰ ۱۷۲

(۳۷) وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ

زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ج

وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَهُ ط فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لَكِنِّي لَا يَكُونُ
عَلَيَّ الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ط وَكَانَ
أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ☆

اور اے محبوب یاد کرو جب تم فرماتے تھے اس سے جسے اللہ نے نعمت دی اور تم نے
اسے نعمت دی کہ اپنی بی بی اپنے پاس رہنے دے اور اللہ سے ڈرا اور تم اپنے دل میں رکھتے تھے وہ
جسے اللہ کو ظاہر کرنا منظور تھا اور تمہیں لوگوں کے طعنہ کا اندیشہ تھا اور اللہ زیادہ سزاوار ہے کہ اس کا
خوف رکھو پھر جب زید کی غرض اس سے نکل گئی۔ تو ہم نے وہ تمہارے نکاح میں دیدی۔ کہ
مسلمانوں پر کچھ حرج نہ رہے ان کے لے پالکوں کی بی بیوں میں جب ان سے ان کا کام ختم
ہو جائے اور اللہ کا حکم ہو کر رہنا۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ، سے مراد حضرت زید بن حارثہ ہیں

عن اسامة بن زيد رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: كنت جالسا اذ جاء علي
والعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما يستاذنان، فقالا، يا اسامة! استاذن لنا علي
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فقلت: يا رسول اللہ! علي والعباس
يستاذنان، قال: اتدري ما جاء بهما؟ قلت: لا، فقال لکنی ادري، ائذن لهما،
فدخلا، فقالا: يا رسول اللہ! جئناک نسالک ای اهلك احب اليک؟ قال: فاطمة
بنت محمد، رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قالوا: ما
جئناک نسالک عن اهلك، قال: احب اهلئ الی من قد انعم اللہ علیہ وانعمت
علیہ اسامة بن زيد، قالوا: ثم من؟ قال: ثم علي بن ابي طالب فقال العباس: يا
رسول اللہ! جعلت عمک آخرهم، قال: ان عليا سبقک بالهجرة۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں حضور سید عالم صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دولت خانہ کے قریب بیٹھا تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت عباس بن
عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور کی بارگاہ اقدس میں حاضری کے لئے تشریف لائے، دونوں
حضرات نے فرمایا: اے اسامہ! ہمارے لئے حضور کے بارگاہ اقدس کی اجازت لے لو، میں نے

عرض کیا: یا رسول اللہ! حضرت علی و حضرت عباس آپ کی خدمت میں حاضری کی اجازت کے طالب ہیں، فرمایا: جانتے ہو یہ دونوں کس لئے آئے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں، فرمایا: لیکن میں جانتا ہوں، آنے دو، دونوں حضرات نے حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ کو اپنے اہل بیت میں کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: فاطمہ بنت محمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) عرض کیا: ہم آپ کے خاص گھر کی بات نہیں کر رہے، فرمایا: مجھے اپنے اقربا میں وہ زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور میں نے انعام کیا، یعنی اسامہ بن زید، پھر عرض کیا: ان کے بعد کون؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، یہ سکر حضرت عباس بول اٹھے، یا رسول اللہ! کیا آپ کے چچا کا مقام بعد میں ہے؟ فرمایا: ہاں حضرت علی تم پر ہجرت میں سبقت حاصل کر چکے ہیں۔ ۱۲م

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی مرقات میں فرماتے ہیں:-

لم یکن احد من الصحابة الا وقد انعم الله تعالى عليه و انعم عليه رسوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، الا ان المراد المنصوص علیہ فی الكتاب، الخ، یعنی سب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے ہی تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے نعمت بخشی اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے جسکی تصریح قرآن کریم میں ارشاد ہوئی کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالیٰ نے نعمت دی، اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی، اور وہ زید بن حارثہ ہیں، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور اس میں نہ کسی کا خلاف اور نہ اصلاح، آیت اگرچہ حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی مگر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، اعادہ فی المرقات۔

اقول: نہ صرف صحابہ کرام بلکہ تمام اہل اسلام اولین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی، پاک کر دینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیت کریمہ میں بارہا سنا ہوگا کہ یسر کیہم، یہ نبی انہیں پاک اور ستھرا کر دیتا ہے۔ بلکہ لا واللہ، تمام جہان میں کوئی شئی ایسی نہیں جس پر اللہ کا

احسان نہ ہو، اور اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو، فرماتا ہے:

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين -

ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے،

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے، صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اہل کفر و اہل کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان۔

راست خواہی ہزار چشم چناں ☆ کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

الامن والعلی ص ۱۳۶

(۴۰) مَا كَانَ مَحَمًا اَبَا اَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ☆

محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں

پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی

بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلا تاویل و بلا تخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے، جو اس کا

منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک و شبہ کو بھی راہ دے گا فرمید ملعون ہے، آیہ کریمہ ”ولکن رسول

اللہ و خاتم النبیین“ لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً

و خلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا تخصیص تمام انبیاء میں آخری نبی

ہوئے، حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔

فتاویٰ یتیمتہ الدہر والاشباہ والنظائر و فتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے:

”اذالم یعرف الرجل ان محمد اصلى الله تعالى عليه وسلم اخر الانبياء

فليس بمسلم لانه من الضروريات“ جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمام انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین

سے ہے۔

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میں ہے:

كذلك (یکفر) من ادعى نبوة احد مع نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم او بعده (الی قوله) فهو لا ۛ كلهم كفار مكذبون للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم لانه صلى الله تعالى عليه وسلم اخبرانه خاتم النبیین ولا نبی بعده واخبر عن الله تعالى انه خاتم النبیین وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل ان هذا الكلام على ظاهره وان مفهوما المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعاً وسمعاً " یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کے خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت و بحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

"ان الامة فهمت من هذا اللفظ انه فهم عدم نبی بعده ابد او عدم رسول بعده ابد وانه ليس فيه تاويل ولا تخصيص ومن اوله بتخصيص فكلامه من انواع الهديان لا يمنع الحكم بتكفيره لانه مكذب لهذا النص الذي اجمعت الامة على انه غير مؤول ولا مخصوص"

یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد بھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں۔ تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں "النبیین" کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے، اسے کافر کہنے سے کچھ

ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح القراند میں فرماتے ہیں:

تجويز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب

القرآن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین و اخر المرسلین و فی السنة انا العاقب لا نبی

بعدی و اجمعت الامة علی بقاء هذا الکلام علی ظاہرہ و هذه احدى المسائل

المشہورة التي کفرنا بها الفلاسفة لعنهم اللہ تعالیٰ " ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن کریم تصریح فرما چکا

ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم النبیین و اخر المرسلین ہیں، اور حدیث میں فرمایا: میں

پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے

یعنی عموم و استغراق بلا تاویل و تخصیص، اور یہ ان مشہور مسکوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل

اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرما

تے ہیں:

بجہ اللہ تعالیٰ این مسئلہ در میان اسلامیان روشن تر از ان ست کہ بکشف و بیان آن

حاجت افتد، خدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وئے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبی دیگر نباشد و منکر این

مسئلہ کسے تو اند بود کہ اصلاً در نبوت او صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر بر رسالت او معترف

بودے وے رادر ہر چہ از ان خبر داد و صادق دانستے و بہاں جہتا کہ از طریق تو اتر رسالت او پیش

مادرست شدہ این نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باز پسین پیغمبران ست در زمانہ او و

تا قیامت بعد از وے ہیج نبی نباشد و ہر کہ دریں بہ شک ست در ان نیز بہ شک ست و نہ آن کس

کہ گوید بعد وے نبی دیگر بود یا ہست یا خواهد بود و آن کس نیز کہ گوید امکان وارو کہ باشد کافر

ست، اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

بجہ اللہ تعالیٰ یہ مسئلہ اہل اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی

ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کوئی

نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ اصلاً آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تو اتر سے ثابت ہے، اسی طرح یہ بھی تو اتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا، صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جو آپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے

باجملہ آیہ کریمہ ”ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین“ مثل حدیث متواتر لانی بعدی “قطعاً عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص نہ ہونے پر اجماع امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ بیل و قال اصلاً مسموع نہیں، جیسے آجکل دجال قادیانی بک رہا ہے کہ خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اور حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج و تابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں، اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ تقدم و تاخر زمانہ میں کچھ فضیلت نہیں، خاتم بمعنی آخر لینا خیال جہال ہے، بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے“ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں ادا کیا کہ خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے، ایک اور مرتد نے لکھا ”خاتم النبیین ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہرگز منافی خاتم النبیین کے نہیں، جموع محلہ باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں“ چند اور خبیثوں نے لکھا الف لام خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو، اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عربی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو، اور یہ بھی کہ عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں اور قائل ختم نبوت تشریحی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے“ الی غیر ذلك من الکفریات الملعونۃ والارتدادات المشحونۃ بنجاسات ابلیس وقاذورات الشیطان لعن اللہ فانیہا وقاتل اللہ قایلہا“ دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو

ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کے پلیدوں کو متضمن ہے اللہ تعالیٰ کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنے والے کو اللہ تعالیٰ برباد فرمائے۔

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم و استغراق "النبین" میں تشویش و تشکیک، سب کفر صریح و ارتداد قبیح، اللہ و رسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ و غیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی، اور صراحتہً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اب تک تمام امت موحومہ نے اسی معنی ظاہر و متبادر و عموم و استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی پر سلفاً و خلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتب احادیث و تفسیر و عقائد و فقہ ان کے بیانون سے گونج رہی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۳۳۳ تا ۳۳۷)

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: انما مثلی ومثل الانبياء كرجل بنى داراً فأكملها واحسنها الا موضع لبنة، فجعل الناس يدخلونها ويتعجبون منها ويقولون: لولا موضع اللبنة فانا موضع اللبنة فحتم بي الانبياء۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی، تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ وہ خالی ہے۔ تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا، مجھ سے انبیاء ختم کر دیئے گئے۔

المبین ۱۲۳

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی ومثل النبیین کمثل رجل بنى داراً فاتمها الالبنة واحده، فحتمت انا واتممت تلك اللبنة۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور انبیاء کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے پورا مکان بنایا سو ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

عن ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی داراً فاحسنها واکملها واجملها وترك فیها موضع لبنة ولم یضعها، فجعل الناس یطوفون فی البیان وتعجبون منه ویقولون: لو تم موضع اللبنة، فانا فی النبیین موضع تلك اللبنة۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوش نما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی، لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کہ کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہو جاتی، تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثلی ومثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بناً فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية زواياه، فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون: هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فانا اللبنة وانا خاتم النبیین۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری اور مجھ سے قبل آنے والے انبیائے کرام کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے ایک خوبصورت خوشنما مکان بنایا مگر اس کے کونوں میں سے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور کہتے: اس اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تو میں اس اینٹ کی جگہ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

فتاویٰ رضویہ ۶/۶۵

(۲۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۖ

اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو۔

(۱۰) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم: اکثرُوا ذکر اللہ حتی یقولوا معجون۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اس درجہ بکثرت کرو کہ لوگ معجون بتائیں۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذکرو اللہ ذکرًا یقول المنافقون: انکم تراؤن۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو یہاں تک کہ منافق کہنے لگیں یہ لوگ ریاکار ہیں۔ ۱۲م

عن أبی الحوزاء اوس بن عبد اللہ بن الربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرسلًا قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثرُوا ذکر اللہ حتی یقول المنافقون: انکم مراؤن۔

حضرت ابوالحوزاء اوس بن عبد اللہ ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ منافق لوگ کہنے لگیں کہ یہ ریاکار ہیں۔ ۱۲م

عن عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لا یزال لسانک رطبًا من ذکر اللہ۔

حضرت عبد اللہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہے۔

عن ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت: قال لی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اکثری من ذکر اللہ، فانک لا تاتین بشیء احب الیہ من کثرة ذکرہ۔

حضرت ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اللہ کا ذکر بکثرت کرو کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: من لم يكتر ذكر الله فقد بربى من الايمان۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔

فتاویٰ رضویہ ۳/۷۸۷

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لم يفرض الله على عباده ذريضة الا جعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها في حال العذر غير الذكر فانه لا يجعل له حدا انتهى اليه ولم يعذر احد افي تركه الا مغلوبا على عقله وامرهم به في الاحوال كلها۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی فرض مقرر نہ فرمایا مگر یہ کہ اس کے لئے ایک حد معین کر دی پھر عذر کی حالت میں لوگوں کو اس سے معذور رکھا سوا ذکر کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی حد نہ رکھی جس پر انتہا ہو اور نہ کسی کو اس کے ترک میں معذور رکھا مگر وہ جس کی عقل سلا مت نہ رہے اور بندوں کو تمام احوال میں ذکر کا حکم دیا۔

ان کے شاگرد امام مجاہد فرماتے ہیں:

الذكر الكثير ان لا يتناهى ابدا " ذکر کثیر یہ ہے کہ کبھی ختم نہ ہو۔ ذکر ہما فی

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۲۶۹-۲۷۰)

المعالم وغيرها۔

علامتہ الوجود مفتی ابوالسعود ارشاد فرماتے ہیں: نعم الاوقات والاحوال " یہ آیت

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۵۳۷)

تمام اوقات اور احوال کو عام ہے۔

اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء و اولیاء اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی

یاد میں خدا کی یاد ہے کہ ان کی یاد ہے اسی لئے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ یہ اللہ کے ولی ہیں معہذا

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد مجالس و محافل میں یونہی ہوتی ہے کہ حضرت حق تبارک و تعالیٰ نے

انہیں یہ مراتب بخشے یہ کمال عطا فرمائے، اب چاہے اسے نعت سمجھ لو یعنی ہمارے آقا صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم ایسے ہیں جنہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے درجے دیئے، اس وقت یہ کلام کریمہ

"ورفعنا بعضہم درجات" کی قبیل سے ہوگا، چاہے حمد سمجھ لو یعنی ہمارا مالک ایسا ہے جس

نے اپنے محبوب کو یہ رتبے بخشے، اس وقت یہ کلام کریمہ ”سبحان الذی اسرى بعبدہ الایۃ۔ وکریمہ“ هو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ“ کے طور پر ہو جائے گا، حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے: ”ورفعنا لک ذکرک“ اور بلند کیا ہے ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ شفا شریف میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدی ابن عطا قدس سرہ العزیز سے یوں نقل فرماتے ہیں۔ ”جعلتک ذکر امن ذکری فمن ذکر ذکری“ یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے: میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا تو جو تمہارا ذکر کرے اس نے میرا ذکر کیا، بالجملہ کوئی مسلمان اس میں شک نہیں کر سکتا کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد بعینہ خدا کی یاد ہے پس بحکم اطلاق جس جس طریقہ سے ان کی یاد کی جائے گی حسن و محمود ہی رہے گی، اور مجلس میلاد و صلوٰۃ بعد اذان وغیرہا کسی خاص طریقے کے لئے ثبوت مطلق کے سوا کسی نئے ثبوت کی ہرگز حاجت نہ ہوگی۔ ہاں جو کوئی ان طرق کو ممنوع کہے وہ ان کی خاص ممانعت ثابت کرے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۷۶-۷۷)

(۵۶) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ ط يَاۤیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ☆

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

﴿۱۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

درود شریف فردا مستحب اور اصلا فرد فرض ہے۔ رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں فرمایا۔ لہذا جب پڑھا جائے گا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا، فلہذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے، تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ نظیر اس کی تلاوت کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب ”فاقرؤا ما تیسر من القرآن“ پڑھو قرآن سے جو تمہیں

آسان ہے۔ کے اطلاق میں ہے۔ آجکل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہابیہ اور وہابیہ کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/)

(۲۲۲)

(۵۷) اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ
وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مَّهِينًا. ☆

بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿ ۱۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت و نعمت و جنت ابدی نہ پاتا، اس کی نار نار تطہیر ہے، نہ نار لعنت و ابعاد و تذلیل و تحقیر، تو جسے اللہ عزوجل دنیا و آخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔ اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق برا ہونے کا، جس طرح اب وہابیہ مار دین اعدائے دین کا حال ہے ”قاتلہم اللہ انی یؤفکون“ اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دارقطنی والبو حاتم خزاعی نے ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”اہل البدع کلاب اہل النار“ گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔ کتا اور وہ بھی بدترین مخلوق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا، ”اولئک ہم شر البریۃ“ وہ تمنا م مخلوق الہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتا فرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، الا لعنة اللہ علی الظالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۲/ ۶۸۷-۶۸۸)

(۵۸) وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا كُتِبُوا فَتَقْدِرُ
اِحْتَمَلُوْا بَهْتَانًا وَاِنَّمَا مَبِيْنًا. ☆

اور جو ایمان والے مردوں اور عورتوں کو بے کئے ستاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا۔

﴿۱۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَانِ وَلَا اللَّعَانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبِدِيّ.

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان نہیں ہوتا طعن کرنے والا۔ بہت لعنت کرنے والا۔ بے حیا۔ فحش گو۔

عن أنس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مَنْ آذَى مُسْلِمًا فَقَدْ آذَى اللَّهَ.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ فتاویٰ رضویہ ۸۹۲/۵

عن أبي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: كُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ مَالُهُ وَعَرَضُهُ وَدَمُهُ، حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ أَنْ يُحَقِّرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ اس کا مال، اس کی آبرو، اس کا خون۔ آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ فتاویٰ رضویہ ۸۱۲/۳

عن عبد الله بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: سَبَابُ الْمُسْلِمِ كَالْمُشْرِفِ عَلَى الْهَلِكَةِ.

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو گالی دینے والا اسکے مانند ہے جو عنقریب ہلاکت میں پڑا چاہتا ہے۔ فتاویٰ رضویہ ۱۲۰/۹

سورۃ سبأ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) اَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ وَتَمَائِيلٍ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ
وَقُدُورٍ رُسِيَّتٍ اِذْ اَعْمَلُوا اِلَ دَاوُدَ شُكْرًا وَّقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ ☆
اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں اور بڑے حوضوں کے
برابر لگن اور لنگر دار دیکھیں اے داؤد والو شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(تصاویر کا بنانا پہلی امتوں میں جائز تھا لیکن ہماری شریعت میں حرام ہے اور) حرمت تصاویر
متواتر ہے، مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً آحاد ہیں مگر مجموعہ
سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے، تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے،
اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کر سکتی ہے، جیسے اس آیت کو منسوخ کیا۔

(الملفوظ ۶۹/۴)

(۱۹) فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ اَسْفَارِنَا وَاظْلَمُوا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ
اَحَادِيثًا وَّمُزَقْنٰهُمْ كُلَّ مَمْرُقٍ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ☆
تو بولے اے ہمارے رب ہمارے سفر میں دوری ڈال اور انہوں نے خود اپنا ہی نقصان
کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں کر دیا اور انہیں پوری پریشانی سے پرانگندہ کر دیا بیشک اس میں ضرور
نشانیوں ہیں ہر بڑے صبر والے ہر بڑے شکر والے کے لئے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

”وَمُزَقْنَاهُمْ كُلَّ مَمْرُقٍ“ اور ہم نے ان کو پارہ پارہ کر دیا ہے پارہ پارہ کرنا۔
میں نے جزء لالتجزی کا قرآن عظیم کی اس آیت سے اثبات کیا۔ مرقق، بمعنی اسم

مفعول نہیں کہ اس صورت میں تحصیل حاصل ہوگی بلکہ بمعنی مصدر ہے۔

(الملفوظ ۳/صفحہ ۱۰)

(۲۸) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. ☆

اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سنا تا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آپ کی رسالت تمام جن و انس بلکہ تمام مخلوقات کے لئے ہے، آیت نے اسی طرف اشارہ

فرمایا اور ان احادیث میں اس کی خوب وضاحت ہے)

عن جابر بن عبد الله الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول

الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ، وبعثت الی

الناس عامۃ، وفی روایة کافۃ۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے نبی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے تمام لوگوں کا نبی

بنا کر مبعوث کیا گیا۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم: ارسلت الی الخلق کافۃ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تمام مخلوق الہی کی طرف بھیجا گیا۔

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: ان اللہ تعالیٰ فضل محمدنا

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اهل السماء، قالوا: کیف؟ قال: ان

اللہ تعالیٰ قال: وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ، وقال ل محمد صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم: وما ارسلناک الا کافۃ للناس، فارسلہ الی الانس والجن۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے

حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام انبیاء کرام اور ملائکہ عظام سے افضل کیا، حاضرین نے انبیاء پر وجہ تفضیل پوچھی، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کے لئے فرمایا: ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر ساتھ زبان اس قوم کے۔ اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا: ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رسول سب لوگوں کے لئے، تو حضور کو تمام جن وانس کا رسول بنایا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں علماء فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل۔ کما حقناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ اجلال جبرئیل۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر و شجر، ارض و سماء، جبال و بحار تمام ماسوی اللہ اس کے احاطہ عامہ و دائرہ تامہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم میں لفظ عالمین اور روایت صحیح مسلم میں لفظ خلق وہ بھی موکد بکلمہ کافۃ اس مطلب پر احسن الدلائل۔ تجلی الیقین ۲۶۔

عن یعلیٰ بن مرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ما من شیء الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرة الجن والانس۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی۔

السوء والعقاب ۳۳

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں اب نظر کیجئے! یہ آیت (جو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں مذکور ہوئی) کتنی وجہ سے افضلیت مطلقہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر حجت ہے اولاً۔ اس موازنہ سے خود واضح ہے کہ انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ایک شہر کے ناظم تھے، اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلطان ہفت کشور، بلکہ بادشاہ زمین و آسمان۔

ثانیاً۔ اعمیائے رسالت سخت گراں بار ہیں اور ان کا تحمل بغایت دشوار۔ انسا سنلفی علیک قولاً ثقیلاً۔ اسی لئے موسیٰ و ہارون سے عالی ہمتوں کو پہلے ہی تاکید ہوئی، لا تنیفا فی

دکری۔

دیکھو میرے ذکر میں سست نہ ہو جانا۔

پھر جسکی رسالت ایک قوم خاص کی طرف اس کی مشقت تو اس قدر، جسکی رسالت نے انس و جن، اور شرق و غرب کو گھیر لیا اس کی مونت کس قدر، پھر جیسی مشقت ویسا ہی اجر، اور جتنی خدمت اتنی ہی قدر، افضل العبادات احمزھا۔

ثالثاً۔ جیسا جلیل کام ویسا ہی جلالت والا اس کے لئے درکار ہوتا ہے۔ بادشاہ چھوٹی چھوٹی مہموں پر افسران ماتحت کو بھیجتا ہے اور سخت عظیم مہم پر امیر الامراء و سردار اعظم کو، لاجرم رسالت خاصہ و بعثت عامہ میں جو تفرقہ ہے وہی فرق مراتب ان خاص رسولوں اور اس رسول الکل میں ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین۔

رابعاً۔ یونہی حکیم کی شان یہ ہے کہ جیسے علوشان کا آدمی ہو اسے ویسے ہی عالی شان کام پر مقرر کریں۔ جس طرح بڑے کام پر چھوٹے سردار کا تعین اس کے سر انجام نہ ہونیکا موجب، یونہی چھوٹے کام پر بڑے سردار کا تقرر نہ ہوں میں اس کے ہلکے پن کا جالب۔

خامساً۔ جتنا کام زیادہ اتنا ہی اس کے لئے سامان زیادہ، نواب کو انتظام ریاست میں فون و خزانہ اسی کے لائق درکار۔ اور بادشاہ عظیم خصوصاً سلطان مفت اقلیم کو اس کے رفق و رفیق اور نظم و نسق میں اسی کے موافق۔ اور یہاں سامان وہ تائید الہی و تربیت ربانی ہے جو حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر مبذول ہوئی ہے، تو ضرور ہے کہ جو علوم و معارف قلب اقدس پر القا ہوئے معارف و علوم جمیع انبیاء سے اکثر اولی ہوں۔ افسادہ الامام الحکیم الترمذی و نقلہ عنہ فی الکبیر الرازی۔

اقول: پھر یہ بھی دیکھنا کہ انبیاء کو ادائے امانت و ابلاغ رسالت میں کن باتوں کی حاجت ہوتی ہے۔

حلم، کہ گستاخی کفار پر تنگ دل نہ ہوں۔

دع اذہم و توکل علی اللہ۔

صبر، کہ ان کی اذیتوں سے گھبرانہ جائیں۔

فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل۔

تواضع، کہ ان کی صحبت سے نفور نہ ہوں۔

واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين -
رفق ولینت، کہ قلوب ان کی طرف راغب ہوں۔

فما رحمة من الله لنت لهم الآیه
رحمت، کہ واسطہ افاضہ خیرات ہوں۔

رحمة للذين آمنوا منكم

شجاعت، کہ کثرت اعداء کو خیال میں نہ لائیں۔

انی لا يخاف لدى المرسلون -

جو دوسخاوت، کہ باعث تالیف قلوب ہوں۔

فان الانسان عبید الاحسان، و جعلت القلوب علی حب من احسن اليها -

ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك۔

عفو و مغفرت، کہ نادان جاہل فیض پاسکیں۔

فاعف عنهم واصفح، ان الله يحب المحسنين

استغناء و قناعت، کہ جہاں اس دعویٰ عظمیٰ کو طلب دنیا پر محمول نہ کریں۔

لا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجنا منهم -

جمال عدل، کہ تمقیف و تادیب و تربیت امت میں جس کی رعایت کریں۔

وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط -

کمال عقل، کہ اصل فضائل و منبع فواضل ہے۔ لہذا عورت کبھی نبی نہ ہوئی۔

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا -

نہ کبھی اہل بادیہ و سکان وہ کونہوت ملی کہ جفا و غلطت ان کی طینت ہوتی ہے۔

الا رجالا نوحی الیہم من اهل القرى، ای اهل الامصار -

حدیث میں ہے۔

عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم: من بدأ جفلاً۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدوی کی جبلت میں شدت و غلظت ہوتی ہے۔
اسی طرح نظافت نسب و حسن سیرت و صورت بھی صفات جمیلہ کی حاجت ہے کہ ان کی
کسی بات پر نکتہ چینی نہ ہو۔ غرض یہ سب انہیں خزان سے ہیں جو ان سلاطین حقیقت کو
عطا ہوئے ہیں، پھر جسکی سلطنت عظیم اس کے خزان عظیم۔
حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم: ان اللہ تعالیٰ ينزل المعونة علی قدر المؤنة، وينزل الصبر علی قدر البلاء۔
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنی مدد بندوں پر ان کی دشواریوں کے مطابق اتارتا ہے،
اور صبر آزمائشوں کے مطابق عنایت فرماتا ہے۔ ۱۲م

تو ضرور ہوا کہ ہمارے حضور ان سب اخلاق فاضلہ و اوصاف کاملہ میں تمام انبیاء سے اتم
و اکمل او اعلیٰ و اجل ہوں اسی لئے خود ارشاد فرماتے ہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم: انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا: میں اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا۔

وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اکہتر کتب آسمانی میں لکھا دیکھا
کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا کی ہے وہ سب
ملکہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام ریگستان دنیا کے سامنے ریت
کا ایک دانہ۔

سادساً۔ حضور کی رسالت زمانہ بعثت سے مخصوص نہیں۔ حدیث میں ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قيل لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم: متى وجبت لك النبوة؟ قال: و آدم بين الروح والجسد۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم سے عرض کی گئی: حضور کے لئے نبوت کس وقت ثابت ہوئی، فرمایا: جبکہ آدم درمیان روح و جسد کے تھے۔

جبل الحفظ امام عسقلانی نے کتاب الاصابہ میں حدیث پیسرہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں کی نسبت فرمایا: مسندہ قوی۔

آدم سر و تن بآب و گل داشت

کو حکم بملک جان و دل داشت

اسی لئے اکابر علماء تصریح فرماتے ہیں۔ جسکا خدا خالق ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اس کے رسول ہیں۔

شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں فرماتے ہیں۔

چوں بود خلق آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعظم الاخلاق بعثت برود خدائے تعالیٰ

اور بسوئے کافرانس، و مقصود نہ گردانید رسالت اور ابرناس بلکہ عام گردانید جن و انس را، بلکہ بر

جن و انس نیز مقصود نہ گردانید تا آنکہ عام شد تمامہ عالمین را، بس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رسول اوست۔

چونکہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم سے نوازا تھا لہذا

تمام انسانوں کے لئے آپ کو نبی بنا کر بھیجا گیا، اور حضور کی نبوت انسانوں ہی میں منحصر نہ رہی

بلکہ جن و انس کے لئے عام ہو گئی، بلکہ جن و انس میں بھی مقصود نہ رکھ کر تمام عالموں کے لئے

اس کو عام کر دیا گیا، لہذا اللہ تعالیٰ جن کا پالنے والا ہے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے رسول

ہیں۔

اب تو یہ دلیل اور بھی زیادہ عظیم و جلیل ہو گئی کہ ثابت ہوا جو نسبت انبیاء سابقین علیہم

الصلوٰۃ والسلام سے خاص ایک بستنی کے لوگوں کو ہوتی وہ نسبت اس سرکار عرش و قار سے

ہر ذرہ مخلوق و ہر فرد ماسوی اللہ یہاں تک کہ خود انبیاء و مرسلین کو ہے۔ اور رسول کا اپنی امت سے

افضل ہونا بدیہی۔ والحمد للہ رب العالمین

تجلی الیقین ۳۲

سورة فاطر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۰) مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا ط إِلَيْهِ يُصْعَدُ الْكَلِمُ
الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ
شَدِيدٌ ط وَمَكْرُ أُولَئِكَ هُوَ يُبْوَرُ. ☆

جسے عزت کی چاہ ہو تو عزت تو سب اللہ کے ہاتھ ہے اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ
کلام اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے اور وہ جو برے داؤں کرتے ہیں ان کے لئے سخت
عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں کلم طیب فرمایا اور حدیث میں دو کلموں کو بالخصوص کلم طیب فرمایا)

بخاری شریف کی آخری حدیث 'کلمتان حبیبتان الی الرحمن خفیفتان علی

اللسان ثقیلتان فی المیزان سبحان اللہ وبحمده ، سبحان اللہ العظیم

(۱۶) اِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ. ☆

وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور نئی مخلوق لے آئے۔

﴿مرا﴾ وما ذالك على الله بعزیز. ☆

اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ان دونوں آیتوں کی کثرت دوسرے کو جڑ سے قطع کر دیتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ بیید ۱/۷۷۰)

(۱۸) وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ط وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ

مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يُحْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ
 وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۖ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۖ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۖ

اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی اور اگر کوئی بوجھ والی اپنا
 بوجھ بٹانے کو کسی کو بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کوئی کچھ نہ اٹھائے گا اگرچہ قریب رشتہ دار
 ہو اے محبوب تمہارا ڈر سنانا انہیں کو کام دیتا ہے جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز
 قائم رکھتے ہیں اور جو سھرا ہوا تو اپنے ہی بھلے کو سھرا ہوا اور اللہ ہی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿۳۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
 زنا کا عذاب صرف زانی اور زانیہ پر ہے، اولاد زنا پر اس کا وبال نہیں۔

﴿۳۲﴾ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ج فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ
 لِنَفْسِهِ ج وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ج وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ هُوَ
 الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ۖ

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم
 کرتا ہے اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں
 میں سبقت لے گیا یہی بڑا فضل ہے۔

﴿۳۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کو وارث فرمایا ہے یہاں تک کہ
 ان کے بے عمل کو بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

جو اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں انہیں بھی کتاب کا وارث بتایا، نرا وارث ہی نہیں بلکہ
 اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا۔

عَنْ امير المؤمنين عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال : قال
 رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : سبقنا ساقياً ومقتصد تانا ج وظالمنا
 معفور

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت ہی لے گیا۔ اور جو متوسط حال کا ہو وہ بھی نجات والا ہے، اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔

عالم شریعت اگر اپنے علم پر عامل بھی ہو چاند ہے کہ آپ ٹھنڈا اور تمہیں روشنی دے، ورنہ شمع ہے خود جلے مگر تمہیں نفع دے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: مثل الذی یعلم الناس الخیر وینسی نفسه مثل الفتیلة تضیء الناس وتحرق نفسه

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عالم شریعت کی مثال جو لوگوں کو اچھی باتیں سکھائے اور خود عمل نہ کرے ایسی ہے جیسے چراغ، کہ خود جلتا اور لوگوں کو روشنی دیتا ہے۔

عن ابی امامۃ الباہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اذا قرء الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول اللہ وکانت ہناک عزیزۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب آدمی قرآن مجید پڑھے اور رسول اللہ کی حدیثیں سنی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبوں سے ایک ہے۔

دیکھو حدیث نے وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے صرف تین شرطیں مقرر فرمائیں، قرآن و حدیث جانے اور اس کی سمجھ رکھتا ہو۔ خلیفہ و وارث میں فرق ظاہر ہے، آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشین ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں۔ جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ قطعاً اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: "ولکن کو نور بنائیں بما کنتم تعلمون الكتاب و بما کنتم تدرسون" ربانی ہو جاو اس سبب کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور فرماتا ہے: "انا انزلنا التورۃ فیہا ہندی و نور یحکم بہا"

النبيون الذين اسلموا للدين هادوا والربانيون والاحبار بما استحفظوا من كتب
الله وكانوا عليه شهداء“

بیشک ہم نے اتاری تورات اس میں ہدایت و نور ہے، اس سے ہمارے فرمان بردار
نبی اور ربانی اور دانشمند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے
گئے اور اس کے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ رب عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اسی قدر
بیان فرمائیں، کتاب پڑھنا پڑھانا، اس کے احکام سے باخبر ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا، اس
کے ساتھ حکم کرنا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ”ربانیین فقہاء معلمین“ ربانی
سے مراد فقیہ مدرس ہیں۔ رواہ ابن ابی حاتم عن سعید بن جبیر۔

نیز وہ اور ان کے تلامذہ امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں ”ربا
نین علماء فقہاء“ ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں ”رواہ ابن عباس عن ابن جریر و ابن ابی
حاتم و عن مجاہد ابن جریر و عن سعید ابن جبیر الدارمی فی سنہ“ جبکہ اللہ
عزوجل علماء شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثة لا يستخف بحقهم الا منافق بين النفاق ذو الشبهة في الاسلام وذو
لعلم و امام مقسط“

تین شخصوں کے حق کو ہلکانہ جانے گا مگر منافق۔ منافق بھی کونسا کھلا منافق، ایک بوڑھا
مسلمان جسے اسلام ہی میں بڑھاپا آیا۔ دوسرا عالم دین تیسرا بادشاہ مسلمان عادل ”رواہ ابو
الشیخ فی التوہیح عن جابر و الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ
عنہما بسند حسنہ الترمذی فی غیر هذا الحدیث“

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
لا یبغی علی الناس الا ولد بعی و من فیہ عرق“ لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا
مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو ”رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی موسیٰ
الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع و اعلیٰ ہے۔
بلکہ حدیث میں لفظ ناس فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی
قدس سرہ العالی احياء العلوم میں فرماتے ہیں: ”سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء
“یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
حدیث و فقہ و معرفت و ولایت سب میں امام اجل ہیں ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی
کون ہیں؟ فرمایا: علماء۔“

امام غزالی فرماتے ہیں: جو عالم نہ ہو امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا، اس لئے
کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے، انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث
اس کا شرف ہے، اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ
بڑے جشہ کے سبب کہ ہاتھی کا جشہ اس سے بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ
بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے، نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا
جو سب میں ذلیل چڑیا ہے وہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی
سے اس کا شرف ہے انتہی۔ (شریعت و طریقت۔ ص/۱۲ تا ۱۴)

(۴۱) اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَتَزَوَّلَا ج وَاَلَيْسَ زَالَتَا اِنْ
اَمْسَكْتَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا۔ ☆
پیشک اللہ رو کے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں اور اگر وہ ہٹ جائیں
تو انہیں کون رو کے اللہ کے سوا بے شک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہمارے نزدیک نہ زمین متحرک ہے نہ آسمان۔

سعید بن منصور اپنی سنن اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور منذر اپنی تفاسیر میں شفیق سے راوی:

وی:

”قال قيل لابن مسعود رضي الله تعالى عنه ان كعباً يقول: ان السماء
تدور فني قطبه مثل قطب الرحا في عمود على منكب ملك قال: كذبت كعب، ان
الله يمسك السموات والارض ان تزولا۔ وكفى بهما زوالا ان تدورا“

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتایا گیا کہ حضرت کعب کا کہنا ہے کہ آسمان چکی کے پاٹ کی طرح ایک کیل میں جو ایک فرشتہ کے کندھے پر ہے گھوم رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: کعب غلط کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ اس نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔ اور حرکت کے لئے ٹلنا ضروری ہے۔

عبد بن حمید قنادہ سے راوی:

ان کعبا کما ن يقول: ان السماء تدور علی نصب مثل نصب الرحاف قال حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کذب کعب: ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا

حضرت کعب اجبار فرماتے تھے کہ آسمان چکی کی طرح کیل پر گھوم رہا۔ حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم نے آسمان وزمین کو ٹلنے سے روک رکھا ہے۔

ان دونوں حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ائمہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود و حضرت صاحب سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی، کعب کہتے ہیں: آسمان گھومتا ہے۔ دونوں صاحبوں نے کہا کعب غلط کہتے ہیں۔ اور یہی آیت اس کے رد میں تلاوت فرمائی۔

اقول: وان كان الزواجم يزعم ان الزوال بمعنى الحركة الاينية ولكن كبرياء الصحابة رضي الله عنهم اعرف منا بتفسير القرآن فلا يجوز الا استدراك عليهم عند من نور الله بصيرته جعلنا الله منهم بحرمتهم عنده امين

میں کہتا ہوں کہ کوئی شخص یہ گمان کر سکتا ہے کہ زوال تو حرکت اینیہ کو کہتے ہیں، لیکن بزرگ ترین صحابہ ہم سے زیادہ قرآن کی تفسیر کے جاننے والے تھے، تو انکے کہے ہوئے کو وہ شخص رد نہیں کرے گا جسے خدا نے نور بصیرت دیا، اللہ ان کے صدقہ میں ہمیں بھی انہیں کے ساتھ کرے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۶۹-۱۷۰)

اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں، کو اکب چل رہے ہیں، کیل فی فلک بسجون، ہر ایک ایک فلک میں تیرتا ہے جیسے پانی میں چھلی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد

آپ کے پیش نظر ہے ” ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسكنا من احد من بعده انه كان حليما غفورا“ بیشک اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انھیں کون روکے بیشک وہ حلم والا بخشنے والا ہے۔

میں یہاں اولاً اجمالاً چند حرف گزارش کر دوں کہ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی حق پسندی کو وہی کافی ہوں پھر قدرے تفصیل۔

اجمال: یہ کہ افقہ الصحابہ بعد الخلفاء الاربعہ سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کریمہ سے مطلق حرکت کی نفی مانی یہاں تک کہ اپنی جگہ قائم رہ کر محور پر گھومنے کو بھی زوال بتایا۔ حضرت امام ابو مالک تابعی ثقہ جلیل تلمیذ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے زوال کو مطلق حرکت سے تفسیر کیا۔

ان حضرات نے زائد عربی زبان و معانی قرآن سمجھنے والا کون۔ علامہ نظام الدین حسن نیشاپوری نے تفسیر رغائب الفرقان میں اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر فرمائی:

(ان تزولا) كراهة زوالهما عن مقرهما ومركزهما “ یعنی اللہ تعالیٰ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنے مقر و مرکز سے ہٹ نہ جائیں۔

مقر ہی کافی تھا کہ جائے قرار و آرام ہے، کہ قرار سکون ہے منافی حرکت۔ قاموس سے آتا ہے ”قرسکن“ مگر انہوں نے اس پر اکتفانہ کی بلکہ اس کا عطف تفسیری مرکز ہما زائد کیا، مرکز جائے رکز۔ رکز، گاڑنا، جمانا یعنی آسمان و زمین جہاں جمے ہوئے، گڑے ہوئے ہیں، وہاں سے نہ سرکیں۔

نیز غرائب القرآن میں زیر قولہ تعالیٰ ”الذی جعل لکم الارض فراشا“ فرمایا:

لا يتم الافتراض عليها ما لكم تكن ساكنة ويكفي في ذلك ما اعطاها

خالقها وركز فيها من الميل الطبيعي الى الوسط الحقيقي بقدرته واختياره ان الله

يمسك السموات والارض ان تزولا“

اسی آیت کے نیچے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے

اعلم ان كون الارض فراشا مشروطا بكونها ساكنة فالارض غير متحركة لا بالاستدارة ولا بالاستقامة وسكون الارض ليس الا من الله تعالى بقدرته واختياره ولهذا اقال تعالى: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا اه ملتقطا“

قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسرین معتمدین نے لئے، ان سب کے خلاف وہ معنی لینا جن کا پتہ نصرانی سائنس میں ملے مسلمان کو کیسے حلال ہو سکتا ہے، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ جس پر حکم ہے ”فلیتبوأ مقعده من النار“ وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ یہ تو اس سے بھی بڑھ کر ہوگا کہ قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے بھی نہیں بلکہ رائے نصاریٰ کے موافق، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

یہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی جلیل القدر ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اسرار سکھائے، ان کا لقب صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے اسرار حضور کی باتیں پوچھتے۔ اور عبد اللہ تو عبد اللہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم فرمایا: جو یہ فرمائیں او سے مضبوط تھا ”تمسکوا بعهد ابن مسعود“ اور ایک حدیث میں ارشاد ہے: ”رضیت لا

متی ما رضی لہا ابن ام عبد و کرہت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد“ میں نے اپنی امت کے لئے پسند فرمایا جو اس کے لئے عبد اللہ بن مسعود پسند کریں اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند رکھا جو اس کے لئے ابن مسعود ناپسند رکھیں۔ اور خود ان کے علم قرآن کو اس درجہ ترجیح بخشی کہ ارشاد فرمایا: ”استقرؤ القرآن من اربعة من عبد الله ابن مسعود الحدیث“ قرآن چار شخصوں سے پڑھو، ان میں پہلے عبد اللہ بن مسعود کا نام لیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے۔

اور عجائب نعمائے الہیہ سے یہ کہ آیہ کریمہ ”ان تزولا“ کی تفسیر اور یہ کہ محور پر حرکت بھی موجب زوال ہے چہ جائے حرکت المدار۔ ہم نے دو صحابی جلیل القدر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، دونوں کی نسبت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ جو بات تم سے

بیان کریں اسکی تصدیق کرو، دونوں حدیثیں جامع ترمذی شریف کی ہیں۔

اول: ما حدثکم ابن مسعود فصد قوه۔

دوم: ما حدثکم حدیفة فصد قوه۔

اب یہ تفسیر ان دونوں حضرات کی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسے مانو، اس کی تصدیق کرو والحمد لله رب العالمین۔

ہمارے معنی کی تو یہ عظمت و شان ہے کہ مفسرین سے ثابت، تابعین سے ثابت، اجلہ صحابہ کرام سے ثابت، خود حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے اس کی تصدیق کا حکم، اور عنقریب ہم بفضل اللہ تعالیٰ اور بہت آیات اور صدہا احادیث اور اجماع امت اور خود اقرار مجاہد کبیر سے اس معنی کی حقیقت اور زمین کا سکون مطلق ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔

آپ نے جو معنی لئے، کیا کسی صحابی، کسی تابعی، کسی امام کسی تفسیر، یا جانے دیجئے چھوٹی سے چھوٹی کسی اسلامی عام کتاب میں دکھاسکتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ زمین گرد آفتاب دو رہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے صرف اتارو کے ہوئے ہے کہ اس مدار سے باہر نہ جائے جس پر اسے حرکت کرنے کا حکم فرمایا، حاش اللہ! کسی اسلامی رسالے، پرچے، رقعے سے اس کا پتا نہیں دے سکتے سوا سائنس نصاریٰ کے۔ آگے آپ انصاف کر لیں گے کہ معنی قرآن وہ لئے جائیں یا یہ۔

مجاہد مخلصا وہ کوئی نص ہے جس میں کوئی تاویل نہیں گڑھ سکتے، یہاں تک کہ قادیانی کافر نے ”وخاتم النبیین“ میں تاویل گڑھ دی کہ رسالت کی افضلیت ان پر ختم ہوگئی، ان جیسا کوئی رسول نہیں، نا تو توئی نے گڑھ دی کہ وہ نبی بالذات ہیں اور نبی بالعرض، اور بالعرض کا قصہ بالذات پر ختم ہو جاتا ہے، ان کے بعد بھی اگر کوئی نبی ہو تو ختم نبوت کے خلاف نہیں تھی کہ یو ہیں کوئی مشرک ”لا الہ الا اللہ“ میں تاویل کر سکتا ہے، الامیں حصر ہے یعنی اللہ کے برابر کوئی خدا نہیں، اگرچہ اس سے چھوٹے بہت سے ہوں جیسے حدیث میں ہے ”لا فتی الاعلیٰ لا سیف الا ذوالفقار“

دوسری حدیث میں: ”لا وجمع الا وجمع العین ولا ہم الا ہم الدین“ درود نہیں مگر آنکھ کا درد، اور پریشانی نہیں مگر قرض کی پریشانی۔ ایسی تاویلوں پر خوش ہونا نہ چاہئے بلکہ جو

تفسیر ماثور ہے اس کے حضور سر رکھ دیا جائے اور جو مسئلہ تمام مسلمانوں میں مشہور و مقبول ہے مسلمان اسی پر اعتقاد لائے۔

محی مخلصی! اللہ عزوجل نے آپ کو پکا مستقل سنی کیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ اب سے پہلے رافضی جو مرتد نہ تھے کا ہے سے رافضی ہوئے۔ کیا اللہ یا قرآن یا رسول یا قیامت وغیرہ ضروریات دین سے کسی کے منکر تھے، ہرگز نہیں، انہیں اسی نے رافضی کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظمت نہ کی۔ مہا! دل کو صحابہ کی عظمت سے مملو کر لینا فرض ہے، انہوں نے قرآن کریم صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھا، حضور سے اس کے معانی سیکھے، انکے ارشاد کے آگے اپنی فہم ناقص کی وہ نسبت جھنٹی بھی ظلم ہے جو ایک علامہ متبحر کے حضور ایک جاہل گنوار بے تمیز کو۔ مہا! صحابہ اور خصوصاً حدیفہ و عبد اللہ ابن مسعود جیسے صحابہ کی یہ کیا عظمت ہوئی، اگر ہم خیال کریں کہ جو معنی قرآن عظیم سے انہوں نے سمجھے غلط ہیں، جو ہم سمجھے وہ صحیح ہیں، میں آپ کو اللہ عزوجل کی پناہ میں دیتا ہوں اس سے کہ آپ کے دل میں ایسا خطرہ بھی گزرے۔ ”فانلہ خیر حافظا و هو ارحم الراحمین“ میں امید و اثق رکھتا ہوں کہ اسی قدر اجمال جمیل آپ کے انصاف جزیل کو بس ہو۔

اب قدرے تفصیل بھی عرض کروں:

(۱) زوال کے اصل معنی سرکنا۔ ہٹنا۔ جانا۔ حرکت کرنا۔ بدلنا ہیں۔

قاموس المحیط میں ہے: ”الزوال الذہاب والاستحالة“ اسی میں ہے: ”کل ما

تحول (او تغیر من الاستواء الی اعوج) فقد حال واستحال“

زوال یعنی جانا اور حالت بدلنا، جو چیز بدل جائے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے: قد حال واستحال،

ایک نسخہ میں ہے: ”کل ما تحرك او تغیر“ یوہیں عباب میں ہے: ”تحول او تحرك“

تاج العروس میں ہے: ”ازال اللہ تعالیٰ زوالہ، اس کا معنی ہے۔ اذہب اللہ حرکتہ۔ یعنی

اللہ تعالیٰ نے اس کی حرکت ختم کر دی۔ و زوال زوالہ، کا معنی ہے، ذہبت حرکتہ۔ یعنی اس

کی حرکت ختم ہو گئی۔

نہاریہ ابن اثیر میں ہے: ”فی حدیث جناب الجہنی واللہ لقد حالطہ سہمی“

ولو كان زائلة لتحرك الزائلة كل شيء من الحيوان يزول عن مكانه ولا يستقر قد كان هذا المرمى قد سكن نفسه لا يتحرك لئلا يحس به فيجهاز عليه “ جناب چہنی کی حدیث میں ہے۔ بخدا! سہمی نے اسے ملا دیا، اگر وہ جنبش کرنے والی ہوتی تو ضرور جنبش کرتی، اس لئے کہ ہر حیوان اپنی جگہ سے جنبش یعنی حرکت کرتا ہے، قرار نہیں پکڑتا۔ اور یہ مرکز از خود پرسکون ہو گیا تھا حرکت نہیں کرتا تا کہ اس کا احساس نہ کرے۔

(الف) دیکھو زوال بمعنی حرکت ہے، اور قرآن عظیم نے آسمان وزمین سے اس کی نفی فرمائی، تو حرکت زمین اور حرکت آسمان دونوں باطل ہوئیں۔

(ب) زوال جانا اور بدلنا ہے، حرکت محوری میں بدلنا، اور مدار پر حرکت میں جانا بھی، تو دونوں کی نفی ہوئی۔

(ج) نیز نہانیہ و درمنثور امام جلال الدین سیوطی میں ہے: ”الزوال الانزعاج بحيث لا يستقر على المكان وهو الزوال بمعنى واحد“ قاموس میں ہے: ”زعجه واقلعه وقلعه من مكانه كازعجه فانزعج“ لسان میں ہے: ”الازعاج نقيض القرار“

تاج میں ہے: ”قلق الشيء قلقا هو ان لا يستقر في مكان واحد“ مفردات امام راغب میں ہے: ”قرفى مكانه ثبت ثبو تا جامدا او اصله من القرو هو البرد وهو يقتضى السكون والحريقتضى الحركة“ قاموس میں ہے: ”قربا المكان ثبت وسكن كاستقر“ دیکھو زوال انزعاج ہے، اور انزعاج قلق، اور قلق مقابل قرار، اور قرار سکون۔ تو زوال مقابل سکون ہے۔ اور مقابل سکون میں نہیں مگر حرکت تو ہر حرکت زوال ہے۔ قرآن عظیم آسمان وزمین کے زوال سے انکار فرماتا ہے لاجرم ان کی ہر گونہ حرکت کی نفی فرماتا ہے

(د) صراح میں ہے زائله جنبیدہ وروندہ وآنندہ۔ زمین اگر محور پر حرکت کرتی جبندہ ہوتی اور مدار پر تو آنندہ وروندہ بھی۔ بہر حال زائل ہوتی اور قرآن عظیم اس کے زوال کو باطل فرماتا ہے، لاجرم ضرور اس سے ہر نوع حرکت زائل۔

(۲) کریمہ وان كان مكرهم لتزول منه الجبال ان كانا متناهيين جس سے

پہاڑ جگہ سے نکل جائیں۔ یا اگرچہ ان کا مکر ایسا بڑا ہو کہ جس سے پہاڑ ہل جائیں۔
یہ قطعاً ہماری ہی مؤید اور ہر گونہ حرکت جبال کی نفی ہے۔

(الف) ہر عاقل بلکہ غبی تک جانتا ہے کہ پہاڑ ثابت ساکن و مستقر ایک جگہ جمے ہوئے ہیں جن کو اصلاً جنبش نہیں، تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے: ”ثبوت الجبل يعرفه الغیبی والدکی“ قرآن عظیم نے ان کو و اسی فرمایا۔ اسی ایک جگہ جما ہوا، پہاڑ اگر ایک انگل بھی سرک جائے گا قطعاً ”زال الجبل“ صادق آئے گا، نہ یہ کہ تمام دنیا میں لڑھکتا پھرے اور ”زال الجبل“ نہ کہا جائے، ثبات و قرار ثابت رہے کہ ابھی دنیا سے آخرت کی طرف گیا ہی نہیں زوال کیسے ہو گیا۔ اپنی منقول عبارت جلالین دیکھئے، پہاڑ کے اسی ثبات و استقرار پر شراعی اسلام کو اس سے تشبیہ دی ہے جن کا ذرہ بھر ہلانا ممکن نہیں۔

(ب) اسی عبارت جلالین کا آخر دیکھئے کہ تفسیر دوم پر یہ آیت ”وتخر الجبال هدا“ کے مناسب ہے یعنی ان کی ملعون بات ایسی سخت ہے جس سے قریب تھا کہ پہاڑ ڈھ کر گر پڑتے۔ یوں ہی معالم التنزیل میں ہے: ”وهو معنی قوله تعالى: وتخر الجبال هدا“ یہ مضمون ابو عبیدہ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ نیز ابن جریر ضحاک سے راوی ہوئے ”قوله تعالى: وتخر الجبال هدا“ اسی طرح قتادہ شاگرد انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، ظاہر ہے کہ ڈھ کر گرنا اس جنگل سے بھی اسے نہ نکال دے گا جس میں تھا، نہ کہ دنیا سے۔ ہاں جما ہوا ساکن مستقر نہ رہے گا۔ تو اسی کو زوال سے تعبیر فرمایا۔ اور اسی کی نفی زمین سے فرمائی تو وہ ضرور جمی ہوئی ساکن مستقر ہے۔

(ج) رب عزوجل نے سیدنا موسیٰ علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا: ”لن نرا سی ولكن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی“ تم ہرگز مجھے نہ دیکھو گے ہاں پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہے تو عنقریب تم مجھے دیکھ لو گے۔ پھر فرمایا: ”فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعفا“ جب انکے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی اسے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام غش کھا کر گرے۔ کیا ٹکڑے ہو کر دنیا سے نکل گیا؟ یا ایشیا، یا اس ملک سے۔ اس معنی پر نو ہرگز جگہ سے نہ ٹلا۔ ہاں وہ

خاص محل جس میں جما ہوا تھا وہاں جما نہ رہا، تو معلوم ہوا اسی قدر عدم استقرار کو کافی ہے، اور اوپر گزرا کہ عدم استقرار عین زوال ہے، زمین بھی جہاں جچی ہوئی ہے وہاں سے سر کے تو بیشک زائل ہوگی اگرچہ دنیا و مدار سے باہر نہ جائے

(د) اس آئیہ کریمہ کے نیچے تفسیر ارشاد لعقل السلیم میں ہے: ”وان کان مکرم

فی غایۃ المتانۃ والشدة معدالا زالة الجبال عن مقارھا“ نیشاپوری میں ہے: ”ازالة الجبال عن اما کنھا“ خازن میں ہے: ”زال عن اما کنھا“ کشاف میں ہے: ”تنقلع عن اما کنھا“ مدارک میں ہے: ”تنقطع عن اما کنھا“ اسی کے مثل آپ نے کمالین سے نقل کیا۔ یہاں بھی مکان و مقر سے قطعاً وہی قرار ہے جو کریمہ ”فان استقر مکانہ“ میں تھا، ارشاد کا ارشاد مقارھا جاہائے قرار، اور کشاف کا لفظ تنقلع خاص قابل لحاظ ہے، کہ اکھڑ جانے ہی کو زوال بتایا۔

(ه) سعید بن منصور اپنے سنن اور ابن ابی حاتم تفسیر میں حضرت ابو مالک غزوان

غفاری کو فی استاذ امام سید کبیر و تلمیذ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی: ”وان کان مکرم تزول منه الجبال قال تحرکت“ انہوں نے صاف تصریح کر دی کہ زوال جبال ان کا حرکت کرنا جنبش کھانا ہے۔ اسی کی زمین سے نفی ہے واللہ الحمد

(۳) اوپر گزرا کہ زوال مقابل قرار وثبات ہے، اور قرار وثبات حقیقی سکون مطلق ہے،

دوبارہ قرار عبارت امام راغب گزری۔ اور قاموس میں ہے ”المثبت کمکرم من لا حرکت

به من المرض وبکسر الباء الذی ثقل فلم یبرح الفراش و داء ثبات بالضم معجز

عن الحركة“ مگر تو سعا قرار وثبات ایک حالت پر بقا کو کہتے ہیں اگرچہ اس میں سکون مطلق نہ

ہو، تو اس کا مقابل زوال اسی حالت سے انفصال ہوگا، یونہی مقر و مستقر و مکان ہر جسم کے لئے

حقیقہ وہ سطح یا بعد مجرد یا موہوم ہے جو جمیع جوانب سے اس جسم کو حادی اور اس سے ملاصق ہے،

یعنی علماء اسلام کے نزدیک وہ فضائے متصل جسے یہ جسم بھرے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ ہلنے

سرکنے سے بدل گئی، لہذا اس حرکت کو حرکت اینیہ کہتے ہیں، یعنی جس سے دمبدم ”ایس“ کہ مکا

ن و جا کا نام ہے بدلتا ہے، یہی جسم کا مکان خاص ہے اور اسی میں قرار وثبات حقیقی ہے، اس کے

لئے یہ بھی ضروری کہ وضع بھی نہ بدلے، کہہ اپنی جگہ قائم رہ کر اپنے محور پر گھومتے۔ مکان نہیں بدلتا

مگر اسے قار و ثابت ساکن نہ کہیں گے بلکہ زائل و حائل و متحرک۔ پھر اسے توسع کے طور پر بیت بلکہ دار بلکہ محلے بلکہ شہر بلکہ ملک بلکہ کثیر ملکوں کے حاوی حصہ زمین مثل ایشیا بلکہ ساری زمین بلکہ تمام دنیا کو مقرو و مستقر و مکان کہتے ہیں

”قال تعالیٰ: ولکم فیہا مستقر و متاع الی حین“ اور اس سے جب تک جدائی نہ ہو اسے قرار و قیام بلکہ سکون سے تعبیر کرتے ہیں، اگرچہ ہزاروں حرکات پر مشتمل ہو، ولہذا کہیں گے کہ موتی بازار بلکہ لاہور بلکہ پنجاب بلکہ ہندوستان بلکہ ایشیا بلکہ زمین ہمارے مجاہد کبیر کا مسکن ہے، وہ ان میں سکونت رکھتے ہیں، وہ انکے ساکن ہیں۔ حالانکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ سکون و حرکت متباہن مگر یہ معنی مجازی ہیں، لہذا جائے اعتراض نہیں، لاجرم محل نفی میں ان کا مقابل زوال بھی انہیں کی طرح مجازی و توسع ہے اور وہ نہ ہوگا جب تک ان سے انتقال نہ ہو۔ کفار کی وہ قسم کہ ”مالنا من زوال“ اسی معنی پر تھی، یہ قسم نہ کھاتے تھے کہ ہم ساکن مطلق ہیں، چلتے پھرتے نہیں، نہ یہ کہ ہم ایک شہر یا ملک کے پابند ہیں، اس سے منتقل نہیں ہو سکتے، بلکہ دنیا کی نسبت قسم کھاتے تھے کہ ہمیں یہاں سے آخرت میں جانا نہیں۔

ان ہی الا حیاتنا الدنیا ونحی ونموت وما نحن بمبعوثین
یہی تو ہماری زندگی ہے کہ ہم جیتے ہیں اور مرتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں۔
سولی تعالیٰ فرماتا ہے:

واقسموا باللہ جہدایما نہم لا یبعث اللہ من یموت۔

اور انہوں نے اللہ کی قسم کھائی اپنے حق میں حد کی کوشش سے کہ اللہ مردے نہ اٹھائے

لا جرم تیسری آیت کریمہ میں زوال سے مراد دنیا سے آخرت میں جانا ہوا، نہ یہ کہ دنیا میں ان کا چلنا پھرنا زوال نہیں، قطعاً حقیقی زوال ہے جس کی سنڈین اوپر سن چکے، اور عظیم شافی بیان آگے آتا ہے مگر یہاں اس کا ذکر ہے جس کی قسم کھاتے تھے اور وہ نہ تھا مگر دنیا سے انتقال، معنی مجازی کے لئے قرینہ درکار ہوتا ہے، یہاں قرینہ ان کے یہی اقوال بعینہ ہیں، بلکہ خود اسی آیت کے صدر میں قرینہ صریحہ مقالیہ موجود کہ روز قیامت ہی کے سوال و جواب کا ذکر فرماتا ہے

وانذر الناس يوم يأتيهم العذاب فيقول الذين ظلموا ربنا اخرنا الى اجل قريب نجيب دعوتك واتبع الرسل اولم تكونوا اقسمتم من قبل ما لكم من زوال " اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آئے گا، تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب! تھوڑی دیر ہمیں مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا مانیں اور رسولوں کی غلامی کریں، تو کیا تم پہلے قسم نہ کھا چکے تھے کہ ہمیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں۔

لیکن کریمہ "ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا" میں کوئی قرینہ نہیں، تو معنی مجازی لینا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا، بلکہ قطعاً زوال اپنے معنی حقیقی پر رہے گا یعنی قرار و ثبات و سکون حقیقی کا چھوڑنا، اس کی نفی ہے تو ضرور سکون کا اثبات ہے۔ ایک جگہ معنی مجازی میں استعمال دیکھ کر دوسری جگہ بلا قرینہ مجاز مراد لینا ہرگز حلال نہیں۔

(۴) نہیں نہیں بلا قرینہ نہیں بلکہ خلاف قرینہ۔ یہ اور سخت تر ہے کہ کلام اللہ میں پوری تحریف معنوی کا پہلو دیا گیا۔ رب عزوجل نے "يمسك" فرمایا ہے: "امسك" روکنا تھا مانا بند کرنا ہے، لہذا جو زمین کہ پانی کو بہنے نہ دے روکے رکھے اسے "مسك" اور "مسك" کہتے ہیں، انہار۔ تجار کو نہیں کہتے ہیں حالانکہ ان میں بھی پانی کی حرکت وہیں تک ہو گی جہاں تک احسن الخالقین جل وعلا نے اس کا امکان دیا ہے۔ "اموس" میں ہے: "امسكه حبسه الممسك محرکه الموضع بمسك الاناء كما لمسك كسحاب" یوں تو دنیا بھر میں کوئی حرکت کبھی بھی زوال نہ ہو کہ جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے امکان دیا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی

(۵) اگر ان معنی کو مجازی نہ لیجئے بلکہ کہئے کہ زوال عام ہے، مکان و مستقر حقیقی خاص سے سرکنا اور موقع عام اور موطن اعم اور اعم از عم سے جدا ہونا، سب اس کے فرد ہیں تو ہر ایک پر اس کا اطلاق حقیقت ہے، جیسے زید و بکر و عمرو غیر ہم کسی فرد کو انسان کہنا، تو اب بھی قرآن کریم کا مفاد زمین کا وہی سکون مطلق ہو گا نہ کہ اپنے مدار سے باہر نہ جانا "تزو لا" فعل ہے اور محل نفی میں وارد ہے اور علم اصول میں مصرح ہے کہ فعل قوۃ نکرہ میں ہے اور نکرہ چیز نفی میں عام ہوتا ہے، تو معنی آیت یہ ہونے کہ آسمان و زمین کو کسی قسم کا زوال نہیں، نہ موقع عام سے، نہ مستقر حقیقی خاص سے اور یہی سکون حقیقی ہے ولله الحمد

یہی وجہ ہے کہ ہمارے مجاہد کبیر کو اپنی عبارت میں ہر جگہ قید بڑھانی پڑی، زمین کا اپنے اماکن سے زائل ہو جانا اس کا زوال ہوگا، زائل ہو جانا قطعاً مطلقاً زوال ہے، زائل ہو جانا زوال کا ترجمہ ہی تو ہے، مکان خاص سے ہو خواہ اماکن سے مگر اول کے اخراج کو اس قید کی حاجت ہوئی۔

یونہی فرمایا: زمین کا زوال اس کے اماکن سے، پھر فرمایا: جن اماکن میں اللہ تعالیٰ نے اس کو امساک کیا ہے اس سے باہر سرک نہیں سکتی، پھر فرمایا: اپنے مدار میں امساک کردہ شدہ ہے، اس سے زائل نہیں ہو سکتی، اور نفی کی جگہ فرمایا: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہیں فرمایا، مگر رب عزوجل نے تو ان میں سے کوئی قید نہ لگائی۔ مطلق "یمسک" فرمایا ہے اور مطلق "ان تزولا" اللہ آسمان وزمین ہر ایک کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں، یہ نہ فرمایا کہ اس کے مدار میں روکے ہوئے ہے، یہ نہ فرمایا کہ ہر ایک کے لئے اماکن عدیدہ ہیں، ان اماکن سے باہر نہ جانے پائے، تو اس کا بڑھانا کلام الہی میں اپنی طرف سے بیوند لگانا ہوگا، از پیش خویش قرآن عظیم کے مطلق کو مقید، عام کو مخصوص بنانا ہوگا، اور یہ ہرگز روا نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے جو ان کی کتب عقائد میں مصرح ہے کہ "النصوص تحمل علی ظواہرہا" بلکہ تمام ضلالتوں کا بڑا پھانک یہی ہے کہ بطور خود نصوص کو ظاہر سے پھیریں، مطلق کو مقید، عام کو مخصوص کریں۔ "مالکم من زوال" کی تخصیص واضح سے "ان تزولا" کو بھی مخصوص کر لینا اس کی نظیر یہی ہے کہ "ان اللہ علی کل شیء قدير" کی تخصیص دیکھ کر "ان اللہ بکل شیء علیم" کو بھی تخصیص مان لیں کہ جس طرح وہاں ذات و صفات و محالات زیر قدرت نہیں یونہی معاملہ صاف ہو گیا کہ ذات و صفات و محالات کا معاذ اللہ علم بھی نہیں۔ زیادہ تشفی بجزہ تعالیٰ نمبر (۸) میں آتی ہے جس سے واضح ہو جائیگا کہ اللہ و رسول و صحابہ و مسلمین کے کلام میں یہاں یعنی خاص محل نزاع میں زوال سے مطلقاً ایک جگہ سے سرکنا مراد ہوا ہے اگرچہ اماکن معینہ سے باہر نہ جائے، یا زوال کفار کی طرح دنیا خواہ مدار

چھوڑ کر الگ بھاگ جانا؟ فانتظر

(۶) لا جرم وہ جنہوں نے خود صاحب قرآن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قرآن کریم

پڑھا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کے معانی سیکھے انہوں نے آیہ کریمہ کو ہر گو نہ زوال کی نافی اور سکون مطلق حقیقی کی مثبت بتایا۔ سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت شقیق ابن سلمہ سے کہ زمانہ رسالت پائے ہوئے تھے روایت کی، اور یہ حدیث ابن جریر بسند صحیح برجال صحیحین بخاری و مسلم ہے:

حدثنا ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا سفین عن الاعمش عن ابی وائل قال: جاء رجل الى عبد الله رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال: من این جئت؟ قال: من الشام فقال: من لقیئت؟ قال: لقیئت كعب ففقال: ما حدثك كعب؟ قال حدثنی ان السموات تدور علی منكب ملك، فقال: صدقته او كذبتہ؟ قال: ما صدقته ولا كذبتہ، قال: لو ددت انك افتدیت من رحلتك اليه براحتك ارحلها، كذب كعب، ان الله يقول: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا، ولئن زالتا ان امسكها من احد من بعده، زاد غير ابن جرير وكفى بها زوالاً ان تدورا“

ایک صاحب حضرت سیدنا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور میں حاضر ہوئے فرمایا: کہاں سے آئے، عرض کی: شام سے؛ فرمایا: وہاں کس سے ملے، عرض کی: کعب سے، فرمایا: کعب نے تم سے کیا بات کی؟ عرض کی کہ کہا آسمان ایک فرشتہ کے شانے پر گھومتے ہیں۔ فرمایا: تم نے اس میں کعب کی تصدیق کی یا تکذیب؟ عرض کی کچھ نہیں (یعنی جس طرح حکم ہے کہ اپنی کتاب کریم کا حکم نہ معلوم ہو تو اہل کتاب کی باتوں کو نہ سچ مانو نہ جھوٹ) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کاش تم اپنا اونٹ اور اسکا کجاوہ سب اپنے اس سفر سے چھٹکارے کو دیدیتے، کعب نے جھوٹ کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بیشک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکے نہ پائیں اور اگر وہ ہٹیں تو اللہ کے سوا انہیں کون تھامے۔ گھومنا ان کے سرک جانے کو بہت ہے۔

نیز محمد طبری نے بسند صحیح بر اصول حنفیہ برجال بخاری و مسلم حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کے استاذ الامام اجل ابراہیم نخعی سے روایت کی:

حدثنا جریر عن مغیرة عن ابراهيم قال: ذهب حذفت النجلی الى كعب الاحبار ثم رجع فقال له عبد الله حدثنا ما حدثك فقال: حدثنی ان السماء فی

قطب كقطب الرجا، قال عبد الله: لو دوت انك افتديت رحلتك بمثل راحلتك ثم قال ماتنكب اليهودية في قلب عبد فكا دت ان تفارقه، ثم قال: ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا“ وكفى بهازوالا ان تدورا۔

جناب بجلی کعب احبار کے پاس جا کر واپس آئے، حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کہو کعب نے تم سے کیا کہا؟ عرض کی یہ کہا کہ آسمان چکی کی طرح ایک کیلی میں ہے، حضرت عبداللہ نے فرمایا: مجھے تمنا ہوئی کہ تم اپنے ناقہ کے برابر مال دیکر اس سفر سے چھٹ گئے ہوتے، یہودیت کی خراش جس دل میں لگتی ہے پھر مشکل ہی سے چھوٹی ہے، اللہ تو فرما رہا ہے: بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ نہ سرکیں، ان کے سرکنے کو گھومنا ہی کافی ہے۔

عبد بن حمید نے قتادہ شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی:

ان كعباً كان يقول: ان السماء تدور على نصب مثل نصب الرجا، فقال حذيفة بن اليمان رضي الله تعالى عنه كذب كعب، ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا۔

کعب کہا کرتے کہ آسمان ایک کیلی پر دورہ کرتا ہے جیسے چکی کی کیلی، اس پر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کعب نے جھوٹ کہا، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ جنبش نہ کریں۔

دیکھو ان اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مطلق حرکت کو زوال مانا اور اس پر انکار فرمایا اور قائل کی تکذیب کی اور اسے بقایائے خیالات یہودیت سے بتایا، کیا وہ اتنا نہ سمجھ سکتے تھے کہ ہم کعب کی ناحق تکذیب کیوں فرمائیں، آپت میں تو زوال کی نفی فرمائی ہے اور ان کا یہ پھر ناجعلنا اپنے اماکن میں ہے، جہاں تک احسن الخالقین تعالیٰ نے ان کو حرکت کا امکان دیا ہے وہاں تک ان کا حرکت کرنا ان کا زوال نہ ہوگا، مگر ذہن مبارک اس معنی باطل کی طرف نہ گیا، نہ جاسکتا تھا، بلکہ اس کے ابطال ہی کی طرف گیا اور جانا ضرور تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً زوال کی نفی فرمائی ہے نہ کہ خاص زوال عن المدار کی، تو انہوں نے روانہ رکھا کہ کلام الہی میں اپنی طرف سے یہ بیونہا کالیں لایا جرم اس پر رد فرمایا اور اس قدر شدید و اشد فرمایا ولله الحمد۔

تنبیہ: کعب احبار تابعین اخیار سے ہیں، خلافت فاروقی میں یہودی سے مسلمان ہوئے، کتب سابقہ کے عالم تھے، اہل کتاب کی احادیث اکثر بیان کرتے، انہیں میں سے یہ خیال تھا جس کی تغیظ ان اکابر صحابہ نے قرآن عظیم سے فرمادی، تو ”کذب کعب“ کے یہ معنی ہیں کہ کعب نے غلط کہا، نہ یہ کہ معاذ اللہ قصد جھوٹ کہا، کذب بمعنی اخطا محاورہ حجاز ہے، اور خراش یہودیت بمشکل چھوٹنے سے یہ مراد کہ انکے دل میں جو علم یہود بھرا ہوا تھا وہ تین قسم ہے، باطل صریح، حق صحیح، اور مشکوک، کہ جب تک اپنی شریعت سے اس کا حال نہ معلوم ہو حکم ہے کہ اس کی تصدیق نہ کرو ممکن کہ ان کی تحریفات یا خرافات سے ہو، نہ تکذیب کرو ممکن کہ تورات یا تعلیمات سے ہو۔ اسلام لا کر قسم اول: ہا حرف حرف قطعاً انکے دل سے نکل گیا۔ قسم دوم کا علم اور مسجل ہو گیا۔ یہ مسئلہ قسم سوم بقایائے علم یہود سے تھا جس کے بطلان پر آگاہ نہ ہو کر انہوں نے بیان کیا اور صحابہ کرام نے قرآن عظیم سے اس کا بطلان ظاہر فرمادیا، یعنی یہ نہ تورات سے ہے نہ تعلیمات سے، بلکہ ان خبیثوں کی خرافات سے، تابعین صحابہ کرام کے تابع و خادم ہیں، مخدوم اپنے خدام کو ایسے الفاظ سے تعبیر کر سکتے ہیں، اور مطلب یہ ہے جو ہم نے واضح کیا واللہ الحمد۔

(۷) اس ساری تحریر میں مجھے آپ سے اس فقرے کا زیادہ تعجب ہوا کہ حضرت عبد

اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسمان کے سکون فی مکانہ کی تصریح فرمادی مگر زمین کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے آپ نے اپنی مشکل کا حل تصور کیا۔ کعب احبار نے آسمان ہی کا گھومنا بیان کیا تھا اور یہود اسی قدر کے قائل تھے، زمین کو وہ بھی ساکن مانتے تھے، بلکہ ۱۵۳۰ء سے پہلے (جس میں کوپرنیکس نے حرکت زمین کی بدعت ضالہ کو کہ دو ہزار برس سے مردہ پڑی تھی جلایا) نصاریٰ بھی سکون ارض ہی کے قائل تھے۔ اسی قدر یعنی صرف دورہ آسمان کا ان حضرات عالیات کے حضور تذکرہ ہوا، اس کی تکذیب فرمادی، دورہ زمین کہا کس نے تھا کہ اس کا رد فرماتے، اگر کوئی صرف زمین کا دورہ کہتا صحابہ اسی آئیہ کریمہ سے اس کی تکذیب کرتے، اور اگر کوئی آسمان و زمین دونوں کا دورہ بتاتا صحابہ اسی آیت سے دونوں کا ابطال فرماتے۔ جواب بقدر سوال دیکھ لیا، یہ نہ دیکھا کہ جس آیت سے وہ سند لائے اس میں آسمان و زمین دونوں کا ذکر ہے، یا صرف آسمان کا، یہ آیت پڑھے صریحاً دونوں ایک حالت پر مذکور ہیں، دونوں پر آیت ہی حکم ہے، جب حسب ارشاد صحابہ آئیہ کریمہ مطلق حرکت کا انکار فرمائی ہے اور وہ

انکار آسمان و زمین دونوں کے لئے ایک نسق ایک لفظ ”ان تزولا“ میں ہے جس کی ضمیر دونوں کی طرف ہے تو قطعاً آیت نے زمین کی بھی ہر گونہ حرکت کو باطل فرمایا جس طرح آسمان کی۔ ایک شخص کہے: حضرت سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آفتاب کو اپنے لئے سجدہ کرتے نہ دیکھا تھا، اس پر عالم فرمائے وہ جھوٹا ہے، آیہ کریمہ میں ہے ”انسی رایت احد عشر کواکبا والشمس والقمر رأیتهم لی ساجدین“ کہ میں نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا، اس کے بعد ایک دوسرا اٹھے اور چاند کو ساجد دیکھنے سے منکر ہوا اور کہے قربان جائیے عالم نے تو سورج کے سجدہ کی تصریح فرمائی مگر چاند کے بارے میں ایسا نہ فرمایا، خاموشی فرمائی، اسے کیا کہا جائے گا؟

اب تو آپ نے خیال فرمایا ہوگا کہ قائل حرکت ارض کو اجلہ صحابہ کرام بلکہ خود صاف ظاہر نص قرآن عظیم سے گریز کے سوا کوئی چارہ نہیں اور یہ معاذ اللہ خسران مبین ہے جس سے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ اور سب اہل سنت کو بچائے آمین۔

(۸) عجب کہ آپ نے آفتاب کا زوال نہ سنا، اسے تو میں نے آپ سے بالمشافہہ کہ دیا

تھا۔

(الف) حدیثوں میں کتنی جگہ ”زالت الشمس“ ہے بلکہ قرآن عظیم میں ہے: ”اقم الصلوٰۃ للدلوک الشمس“ تفسیر ابن مردویہ میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ”الدلوک الشمس“ کی تفسیر میں فرمایا: ”لزوال الشمس“ ابن جریر میں عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اتسانی جبرئیل للدلوک الشمس حین زات فصلی بی الظہر“ نیز ابوہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ”کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی الظہر اذا زالت الشمس ثم تلا اقم الصلوٰۃ للدلوک الشمس“ نیز مثل سعید ابن منصور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے: ”دلوکھا زوالھا“ بزار و ابوالشیخ و ابن مردویہ نے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ”دلوک الشمس زوالھا“ عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے: ”دلوک الشمس اذا زالت عن بطن السماء“ مجمع بحار الانوار میں ہے: ”زاعت الشمس مالت وزالت عن اعلیٰ درجات ارتفاعھا“

فقہ میں وقت زوال ہر کتاب میں مذکور اور عوام تک کی زبانوں پر مشہور۔ کیا اس وقت آفتاب اپنے مدار سے باہر نکل جاتا ہے اور احسن الخالقین جل وعلا نے جہاں تک کی حرکت کا اسے امکان دیا ہے اس سے آگے پاؤں پھیلاتا ہے، حاشا مدار ہی میں رہتا ہے اور پھر زوال ہو گیا، یونہی زمین اگر دورہ کرتی ضرور اسے زوال ہوتا اگرچہ مدار سے نہ نکلتی، اس پر اگر یہ خیال جائے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ سرکنا تو آفتاب کو ہر وقت ہے پھر ہر وقت کو زوال کیوں نہیں کہتے، تو یہ محض جاہلانہ سوال ہوگا، وجہ تسمیہ مطرد نہیں ہوتی۔

کتب میں یہ مشہور حکایت ہے کہ مطرد ماننے والے سے پوچھا، جر جیر یعنی چننے کو کہ ایک قسم کا ناج ہے جر جیر کیوں کہتے ہیں؟ کہا ”لانہ یتسجر جر علی الارض“ اس لئے کہ وہ زمین پر جنبش کرتا ہے، کہا: تمہاری داڑھی کو جر جیر کیوں نہیں کہتے یہ بھی تو جنبش کرتی ہے۔ قارورے کو قارورہ کیوں کہتے ہیں؟ کہا: ”لان السماء یقر فیہا“ اس لئے کہ اس میں پانی ٹھہرتا ہے، کہا تمہارے پیٹ کو قارورہ کیوں نہیں کہتے اس میں بھی تو پانی ٹھہرتا ہے۔

یہاں تین ہی موضع ممتاز تھے، افق شرقی و غربی و دائرہ نصف النہار ان سے سرکنے کا نام طلوع و غروب رکھا کہ یہی انب و وجہ تمایز تھا اور اس سے تجاوز کو زوال کہا لکہ چہ جگہ سے زوال آفتاب کو بلاشبہ ہر وقت ہے، کریمہ ”والمشمس تجری لمستقر لہا“ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت ہے ”لامستقر لہا“ یعنی سورج چلتا ہے کسی وقت اسے قرار نہیں۔ اوپر گزرا کہ قرار کا مقابل زوال ہے، جب کسی وقت قرار نہیں تو ہر وقت زوال ہے، اگرچہ تسمیہ میں ایک زوال معین کا نام زوال رکھا۔

غرض کلام اس میں ہے کہ احادیث مرفوعہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آثار صحابہ کرام و اجماع اہل اسلام نے آفتاب کا اپنے مدار میں رہ کر ایک جگہ سے سرکنے کو زوال کہا، اگر زمین متحرک ہوتی تو یقیناً ایک جگہ سے اس کا سرکنا ہی زوال ہوتا اگرچہ مدار سے باہر نہ جاتی، لیکن قرآن عظیم صاف ارشاد میں اس کے زوال کا انکار فرما رہا ہے، تو قطعاً واجب کہ زمین اصلاً متحرک نہ ہو

(ب) بلکہ خود یہی زوال کہ قرآن و حدیث و فقہ و زبان جملہ مسلمین سب میں مذکور، قان مکان دورہ زمین سے زمین ہی کا زوال کہیں گے کہ وہ حرکت یومیہ اسی کی جانب منسوب کرتے

ہیں، یعنی آفتاب کی یہ حرکت نہیں بلکہ زمین اپنے محور پر گھومتی ہے، جب وہ حصہ جس پر ہم ہیں گھوم کر آفتاب سے آڑ میں ہو گیا رات ہوئی، جب گھوم کر آفتاب کے سامنے آیا تو کہتے ہیں آفتاب نے طلوع کیا حالانکہ زمین یعنی اس حصہ ارض نے جانب شمس رخ کیا، جب اتنا گھوما کہ آفتاب ہمارے سروں کی محاذی ہوا یعنی ہمارا دائرہ نصف النہار مرکز شمس کے مقابل آیا دو پہر ہو گیا، جب زمین یہاں سے آگے بڑھی تو دو پہر ڈھل گیا، کہتے ہیں آفتاب کو زوال ہوا حالانکہ زمین کو ہوا، یہ ان کا مذہب ہے اور صراحۃً قرآن عظیم کا مکذب و مکذب ہے۔ مسلمین تو مسلمین، بیروت وغیرہ کے سفہائے قائلان حرکت ارض بھی جن کی زبان عربی ہے اس وقت کو وقت زوال اور دھوپ گھڑی کو مزولہ کہتے ہیں، یعنی زوال پہچاننے کا آلہ۔ اور اگر ان سے کہئے کیا شمس زوال کرتا ہے کہیں گے نہیں بلکہ زمین۔ حالانکہ وہ مدار سے باہر نہ گئی تو آپ کی تاویل موافقین و مخالفین کسی کو بھی مقبول نہیں۔

(ج) اوروں سے کیا کام آپ تو بفضلہ تعالیٰ مسلمان ہیں، ابتدائے وقت ظہر زوال سے جانتے ہیں کیا ہزار بار نہ کہا ہوگا کہ زوال کا وقت ہے، زوال ہونے کو ہے، زوال ہو گیا۔ کا ہے سے زوال ہوا دائرہ نصف النہار سے، کس کا زوال ہوا آپ کے نزدیک زمین کا کہ اسی کی حرکت محوری سے ہوا، حالانکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: کہ زمین کو زوال نہیں، اب خود مان کر کہ زمین متحرک ہو تو روزانہ اپنے مدار کے اندر ہی رکھرا سے زوال ہوتا ہے۔ دنیا سے زوال کفار پیش کرنے کا کیا موقع رہا؟ انصاف شرط ہے اور قرآن عظیم کے ارشاد پر ایمان لازم وباللہ التوفیق

(د) یہاں سے بجمہ تعالیٰ حضرت معلم التحیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کی خوب توضیح ہو گئی کہ صرف حرکت محوری زوال کو بس ہے

(۹) بجمہ تعالیٰ تین آیتیں یہ گزریں۔

آیت (۱) "ان اللہ یمسک"

آیت (۲) "ولئن زالنا"

آیت (۳) "والدلوک الشمس"

(نمبر ایک سے تین تک کا ترجمہ گزر چکا)

آیت (۴) ”فلما افلت“ جب وہ ڈوب گیا۔

آیت (۵) ”وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل الغروب“
اور اپنے رب کی پاکی حمد کے ساتھ بیان کیجئے سورج طلوع ہونے سے پہلے اور
سورج غروب ہونے سے پہلے۔

آیت (۶) ”حتی اذا بلغ مطلع الشمس وجدها تطلع علی قوم لم نجعل
لہم من دونہا سترا“

یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ پہنچا اسے ایسی قوم پر نکلتا پایا جن کے لئے ہم
نے سورج سے کوئی آڑ نہیں رکھی۔
اور ان سب سے زائد

آیت (۷) ”وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کھفہم ذات الیمین واذا
غربت تقرضہم ذات الشمال وہم فی فجوة منه ذلك من آیات اللہ“
تو آفتاب کو دیکھے گا جب طلوع کرتا ہے ان کے غار سے دہنی طرف مائل ہوتا ہے اور
جب ڈوبتا ہے ان سے بائیں طرف کتر اجاتا ہے حالانکہ وہ غار کے کھلے میدان میں ہیں یہ
قدرت الہی کی نشانیوں سے ہیں۔

یو ہیں صدہا احادیث ارشاد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خصوصاً حدیث صحیح بخاری ابو
ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ”قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بی ذر حین غربت
الشمس اتدري اين تذهب؟ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال: فانها تذهب حتی تسجد
تحت العرش فتستأذن فیوذن بها ویوشک ان تسجد فلا یقبل منها وتستأذن فلا
یؤذن لها یقال لها: ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلک قولہ تعالیٰ:
والشمس تحری لمستقر لها ذلک تقدیر العزیز العظیم“

غروب شمس کے وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
فرمایا: کہ کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ حضرت ابو ذر نے عرض کیا: کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ
جانتے ہیں، حضور نے ارشاد فرمایا: کہ جاتا ہے یہاں تک کہ زیر عرش سجدہ کرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے تو
طلوع کی اجازت دے دی جاتی ہے، اور عنقریب وہ ایسا سجدہ کرے گا کہ جو نہ قبول کیا جائے گا اور طلوع کی

اجازت چاہے گا تو اس کو اجازت نہیں ملے گی، سورج سے کہا جائے گا کہ جہاں سے آیا وہاں چلا جا، تو مغرب سے طلوع ہوگا، تو اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھراؤ کے لئے، یہ حکم ہے زبر دست حکم دالے کا۔

یوہیں ہزار ہا آثار صحابہ عظام و تابعین کرام و اجماع امت جن سب میں ذکر ہے کہ آفتاب طلوع و غروب کرتا ہے، آفتاب کو وسط سما سے زوال ہوتا ہے، آفتاب کی طرح روشن دلائل ہیں کہ زمین ساکن محض ہے، بدیہی ہے اور خود مخالفین کو تسلیم کہ طلوع و غروب زوال نہیں مگر حرکت یومیہ سے، تو جس کے یہ احوال ہیں حرکت یومیہ اسی کی حرکت ہے، تو قرآن عظیم و احادیث متواترہ و اجماع امت سے ثابت کہ حرکت یومیہ حرکت شمس ہے، نہ کہ حرکت زمین، لیکن اگر زمین حرکت محوری کرتی تو یومیہ اسی کی حرکت ہوتی جیسا کہ مزعوم مخالفین ہے۔ تو روشن ہوا کہ زعم سائنس باطل و مردود ہے، پھر شمس کی حرکت یومیہ جس سے طلوع و غروب و زوال ہے نہ ہوگی مگر یوں کہ وہ گردش زمین دورہ کرتا ہے۔ تو قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہوا کہ آفتاب حول ارض دائرہ ہے۔ لاجرم زمین مدا رشمس کے جوف میں ہو، تو بجمہ تعالیٰ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ و اجماع امت طاہرہ سے واضح ہوا کہ زمین کی حرکت محوری و مداری دونوں باطل ہیں وللہ الحمد۔

زیادہ سے زیادہ مخالف یہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ غروب تو حقیقت شمس کے لئے ہے کہ وہ غیبت ہے اور آفتاب ہی اس حرکت زمین کے باعث نگاہ سے غائب ہوتا ہے اور زوال حقیقت زمین کے لئے ہے کہ یہ ٹہتی ہے نہ کہ آفتاب، اور طلوع حقیقت کسی کے لئے نہیں کہ طلوع صعود اور اوپر چڑھنا ہے۔

حدیث میں ہے: "لکل حد مطلع" نہایہ و درنیر و مجمع البحار و قاموس میں ہے: "ای مصعد یصعد الیہ من معرفۃ علمہ" نیز ثلاثہ اصول و تاج العروس میں ہے: "مطلع الجبل مصعدہ" حدیث میں ہے: "طلع المنبر" مجمع البحار میں ہے: "ای علاہ"

ظاہر ہے کہ زمین آفتاب پر نہیں چڑھتی، اور مخالف کے نزدیک آفتاب بھی اس وقت زمین پر نہ چڑھا کہ طلوع اس کی حرکت سے نہیں، لاجرم طلوع سرے سے باطل محض ہے، مگر مکان زمین کو حرکت زمین محسوس نہیں ہوتی، انہیں وہم گزرتا ہے کہ آفتاب چلتا چڑھتا ڈھلتا ہے، لہذا طلوع و زوال شمس کہتے ہیں۔ یہ کوئی کافر کہہ سکے مسلمان کیونکر روارکھ سکے کہ جاہلانہ

وہم جو لوگوں کو گزرتا ہے قرآن عظیم بھی معاذ اللہ اسی وہم پر چلا ہے اور واقع کے خلاف طلوع و زوال کو آفتاب کی طرف نسبت فرما دیا ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ لاجرم مسلمان پر فرض ہے کہ حرکت شمس و سکون زمین پر ایمان لائے واللہ البہادی۔

(۱۰) سورۃ طہ و سورۃ زخرف دو جگہ ارشاد ہوا ہے: "الذی جعل لکم الارض مہد"

۱" دونوں جگہ صرف کوفیوں مثل امام عاصم نے جن کی قرأت ہند میں رائج ہے: "مہدا" پڑھا، باقی تمام ائمہ قرأت نے "مہادا" بزیادت الف۔ دونوں کے معنی ہیں بچھونا، جیسے فرش و فراش، یونہی مہدا اور مہادا۔

(الف) پس قرأت امام ائمہ نے قرأت کوفی کی تفسیر فرمادی کہ مہدا سے مراد فرش

ہے۔ مدارک شریف سورۃ طہ میں ہے: (مہدا) کوفی وغیرہم مہادا و ہمالغتان لما

یسط ای الفرش "اسی کی طرح سورۃ زخرف میں ہے: (مہدا) کوفی وغیرہم مہادا

ای موضع قرار "معالم شریف میں ہے: "قرأ اهل الكوفة مہادا ہنا فی الزخرف

فیکون مصدر ای فرشا وقرأ الاخرون مہادا ای فراشا وهو اسم لما یفرش کا

لبساط "تفسیر ابن عباس میں دونوں جگہ ہے (مہدا) فراشا، نیز یہی مضمون قرآن عظیم کی

بہت آیات میں ارشاد ہے، فرماتا ہے: "الم نجعل الارض مہادا" فرماتا ہے: "والارض

فرشناھا فنعم الماہدون" فرماتا ہے: "والله جعل لکم الارض بساطا" فرماتا ہے:

"الذی جعل لکم الارض فراشا" اور قرآن کی بہتر تفسیر وہ ہے کہ خود قرآن کریم فرمائے۔

(ب) بچے ہی کا مہد ہو تو وہ کیا اس کے بچھونے کو نہیں کہتے، جلا لیں سورۃ زخرف

میں ہے: (مہادا) "فراشا کا المہد للصبی لاجرم حضرت شیخ سعدی و شاہ ولی اللہ نے

"مہدا" کا ترجمہ طہ میں فرش اور زخرف میں بساط ہی کیا، اور شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر

نے دونوں جگہ بچھونا۔

(ج) گہوارہ ہی لو تو اس سے تشبیہ آرام میں ہوگی نہ کہ حرکت میں، ظاہر کہ زمین اگر

بفرض باطل جنبش بھی کرتی تو اس سے نہ ساکنوں کو نیند آتی نہ گرمی کے وقت ہوا لاتی، تو گہوارہ

سے، سے بحیثیت جنبش مشابہت نہیں ہے تو بحیثیت آرام و راحت ہے، خود گہوارہ سے اصل

مقصد یہی ہے نہ کہ ہلانا، تو وجہ شبہ وہی ہے نہ یہ۔ لاجرم اسی کو مفسرین نے اختیار کیا۔

(د) لطف یہ کہ علماء نے اس تشبیہ مہد سے بھی زمین کا سکون ہی ثابت کیا، بالکل نقیض اس کا جو آپ چاہتے ہیں۔

تفسیر کبیر میں ہے: ”کون الارض مہادا انما حصل لاجل کونہا واقفة ساکنۃ ولما کان المہد موضع الراحة للصبی جعل الارض مہادا لکثرة ما فیہا من الراحة۔ خازن میں ہے ”(جعل لکم الارض مہدا) معناه واقفة ساکنۃ یمکن الانتفاع بہا ولما کان المہد موضع راحة الصبی فلذلک سمی الارض مہادا لکثرة ما فیہا من الراحة للخلق“ خطیب شریفی پھر فتوحات البیہ میں زیر کریمہ زخرف ہے: ”ای لو شاء جعلها متحركة فلا یمکن الانتفاع بها فالانتفاع بها ان یمحصل لکونہا مسطحة قارة ساکنۃ“

اس ارشاد علماء پر کہ زمین متحرک ہوتی تو اس سے انتفاع نہ ہوتا، کاسہ لیسان فلسفہ جدیدہ کو اگر یہ شبہ لگے کہ ”اس کی حرکت محسوس نہیں“ تو ان سے کہئے یہ تمہاری ہوس خام ہے۔ فوز مبین دیکھئے ہم نے خود فلسفہ جدیدہ کے مسلمات جدیدہ سے ثابت کیا ہے کہ اگر زمین متحرک ہوتی جیسا وہ مانتے ہیں تو یقیناً اس کی حرکت ہر وقت سخت زلزلہ اور شدید آندھیاں لاتی، انسان حیوان کوئی اس پر نہ بس سکتا، زبان سے ایک بات ہانک دینا آسان ہے مگر اس پر جو قہر برد ہوں ان کا اٹھانا ہزار ہا بارس پیراتا ہے۔

دیباچہ میں جو آپ نے دلائل حرکت زمین کتب انگریزی سے نقل فرمائے الحمد للہ ان میں کوئی نام کو تام نہیں، سب پادر ہوا ہیں، زندگی بالخیر ہے تو آپ انشاء اللہ ان سب کا رد بلوغ فقیر کی کتاب ”فوز مبین“ کی فصل چہارم میں دیکھیں گے، بلکہ وہ آٹھ سطریں جو میں نے اول میں لکھ دی ہیں کہ یورپ والوں کو طریقہ استدلال اصلاً نہیں آتا، انہیں اثبات دعویٰ کی تمیز نہیں، ان کے اوہام جن کو بنام دلیل پیش کرتے ہیں یہ یہ علتیں رکھتے ہیں، منصف ذی فہم مناظرہ داں کے لئے وہی ان کے رد میں بس ہیں کہ یہ دلائل بھی انہیں علتوں کے پابند ہوں ہیں اور بفضلہ تعالیٰ آپ جیسے دیندار و سنی مسلمان کو تو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ارشاد قرآن عظیم و نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم و مسئلہ اسلامی واجماع امت گرامی کے خلاف کیونکر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے، اگر بالفرض اس وقت ہماری سمجھ میں اس کا رد نہ آئے جب بھی یقیناً وہ مردود اور قرآن و حدیث

واجماع سچے۔ یہ ہے بحمد اللہ شان اسلام۔ محبت فقیر سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اسے خلاف ہے سب میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کیا جائے، جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکا تہوہ۔ یوں قابو میں آئے گی اور یہ آپ جیسے فہیم سائنس دان کو باذنہ تعالیٰ دشوار نہیں آپ اسے پچشم پسند دیکھتے ہیں۔

(ع) ”وعین الرضاء من کل عیب کلیلة“ اس کے معائب مخفی رہتے ہیں۔ مولیٰ عزوجل کی عنایت اور حفظ برسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت پر بھروسہ کر کے اس کے دعاوی باطلہ مخالفہ اسلام کو بنظر تحقیر و مخالفت دیکھئے، اس وقت انشاء اللہ العزیز القدر اس کی ملمع کاریاں آپ پر کھلتی جائیں گی اور آپ جس طرح اب دیوبندیہ مخذولین پر مجاہد ہیں یوہیں سائنس کے مقابل آپ نصرت اسلام کے لئے تیار ہو جائیں گے کہ ”ولکن عین السخط تبدی المساویا“

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

دشمن راہ خدارا خوار دار دزد را منبر منہ بردار دار

رب کریم بجاہ نبی رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوة و التسلیم ہمیں اور آپ اور ہمارے بھائیوں اہل سنت خادمان ملت کو نصرت دین حق کی توفیق بخشے اور قبول فرمائے ”امین اللہ الحق امین و اعف عنا و اغفر لنا و ارحمنا انت مولانا فانا نصرنا علی القوم الکفرین“
والحمد لله رب العالمین و صلی اللہ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ اجمعین آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۷۵-۲۸۹)

سورۃ یس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۲) اِنَّا نَحْنُ نَحْيِ الْمَوْتِی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ ط وَكُلَّ شَیْءٍ

اَحْصَيْنٰهُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ☆

بیشک ہم مردوں کو جلائیں گے اور ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانیوالی کتاب میں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ونکتب ما قدموا واثارهم ط سے وہ قدم بھی مراد لئے جاسکتے ہیں جو کسی اچھے کا جو جوتے

ہوئے پڑیں، لہذا)

ہدایت کو جانے کے لئے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں۔ اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اس کو سواری مانگنا کچھ حرج نہیں۔ یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا

ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۱۷)

تراویح و تحیۃ المسجد کے سوا تمام نوافل سنن راتبہ ہوں یا غیر راتبہ، مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ گھر میں پڑھنا افضل اور باعث ثواب اکمل۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”علیکم بالصلوة فی بیوتکم فان خیر صلوة المرء فی بیتہ الا المكتوبة رواہ البخاری ومسلم“ تم پر لازم ہے گھروں میں نماز پڑھنا کہ بہتر نماز مرد کے لئے اس کے گھر میں ہے سوا فرض کے۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

اور فرماتے ہیں:

صلوة المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی هذا الا المكتوبة رواہ الشوکانی ”نماز مرد کی اپنے گھر میں میری اس مسجد میں اس کی نماز سے بہتر ہے مگر فرض۔“

اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔

اور خود عادت کریمہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسی طرح تھی، احادیث صحیحہ سے حضور والا کا تمام سنن کا شانہ فلک آستانہ میں پڑھنا ثابت۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر میں چار رکعت نماز ظہر سے پہلے پڑھتے، پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے، پھر گھر میں رونق افروز ہو کر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور مغرب کی نماز پڑھ کر گھر میں جلوہ فرما ہوتے اور دو رکعتیں پڑھتے، اور عشاء کی امامت کر کے گھر میں آتے اور دو رکعتیں پڑھتے، جب صبح چمکتی دو رکعتیں پڑھ کر باہر تشریف لے جاتے اور نماز فجر پڑھاتے۔

اخرج مسلم فی صحیحہ و ابو داؤد فی السنن واللفظ لمسلم عن عبد اللہ بن شقیق قال سألت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن صلوة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن تطوعہ فقالت: کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعاً، ثم ینخرج فیصلی بالناس ثم یدخل فیصلی رکعتین و کان یصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ویصلی بالناس العشاء و یدخل بیتی فیصلی رکعتین، ثم ذکر صلوة اللیل والوتر الی ان قالت و کان اذا طلع الفجر صلی رکعتین زاد ابو داؤد ثم ینخرج فیصلی بالناس صلوة الفجر“

مسلم نے صحیح میں اور ابوداؤد نے سنن میں روایت کیا ہے۔ مسلم کے الفاظ ہیں کہ عبد اللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نقلی نماز کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میرے حجرے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعات ادا فرماتے پھر باہر تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جماعت کرواتے، پھر حجرے میں جلوہ افروز ہوتے تو دو رکعت پڑھتے، جب مغرب کی نماز کی جماعت کرواتے پھر حجرے میں تشریف لا کر دو رکعات پڑھتے، لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھا کر میرے ہاں تشریف لاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔ پھر انہوں نے رات کی نماز اور وتر کا ذکر کرتے ہوئے کہا، جب طلوع فجر ہو جاتی تو آپ دو رکعات ادا کرتے۔ ابوداؤد میں یہ اضافہ ہے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حجرے سے نکل کر لوگوں کو فجر کی نماز پڑھاتے

اسی طرح سنن جمعہ کا مکان جنت نشان میں پڑھنا صحیحین میں مروی، زمانہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں لوگ مغرب کے فرض پڑھ کر گھروں کو لوٹ جاتے یہاں تک کہ مسجد میں کوئی شخص نہ رہتا گویا وہ بعد مغرب کچھ پڑھتے نہیں،

”فی الفتح عن السائب بن یزید قال لقد رأیت الناس فی زمن عمر بن الخطاب اذا انصرفوا من المغرب انصرفوا جميعا حتی لا یصلون بعد المغرب حتی یصرون الی اہلیہم“

فتح میں سائب بن یزید سے ہے کہ میں نے دور فاروقی میں لوگوں کو مغرب کے بعد اکٹھے لوٹتے ہوئے دیکھا حتیٰ کہ کوئی مسجد میں باقی نہ رہتا، گویا وہ مغرب کے بعد کوئی نماز ادا نہ کرتے یہاں تک کہ وہ اپنے گھروں میں چلے جاتے۔

سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو دیکھا کہ مغرب کے فرض پڑھ کر مسجد میں سنتیں پڑھنے لگے ارشاد فرمایا: یہ نماز گھر میں پڑھا کرو۔

انخرج ابو داؤد والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ وابن ماجہ عن حدیث رافع بن خدیج والسیاق لا بی داؤد قال: ان البنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتی مسجد بنی عبدالاشہل فی المغرب فلما قضاوا صلواتہم راہم یسبحون بعدھا فقال: ہذہ صلوة البیوت ولفظ الترمذی والنسائی علیکم بہذہ الصلوة فی البیوت، وابن ماجہ ارکعوا ہاتین الرکعتین فی بیوتکم ابو داؤد،

ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ سے، اور ابن ماجہ نے حضرت رافع بن خدیج سے روایت کیا، ابو داؤد کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنو عبدالاشہل کی مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مغرب کی نماز ادا فرمائی۔ جب انہوں نے اپنی نماز پوری کر لی تو ان کو اس کے بعد نفل پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: یہ تو گھر کی نماز ہے۔

ترمذی اور نسائی کے الفاظ ہیں کہ تم یہ نماز اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔ ابن ماجہ کے الفاظ ہیں: یہ دو رکعات تم اپنے گھروں میں ادا کیا کرو۔

شیخ محقق علامہ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ہر گاہ تمام کردند مردم نماز فرض را دید آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایساں را کہ نفل

نماز می گزارند کہ مراد بوعے سنت مغرب است بعد از فرض یعنی در مسجد پس گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس یعنی سنت مغرب یا مطلق نماز نفل نماز خانہا است کہ در خانہا باید گزارند نہ در مسجد، بدانکہ افضل آنست کہ نماز نفل غیر فرض در خانہ بگزارند چنانچہ بود عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مگر بسبب یا عذرے خصوصاً سنت مغرب کہ ہرگز در مسجد گزارد و بعضے از علما گفتہ اند کہ اگر سنت مغرب را در مسجد بگزارد از سنت واقع نمی شود و بعض گفتہ اند کہ عاصی می گردد از جهت مخالفت امر کہ ظاہر ش در وجوب است و جمہور بر آنند کہ امر برائے استحباب است۔

جب لوگوں نے فرض نماز ادا کر لی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں فرائض کے بعد نوافل یعنی سنن مغرب کو مسجد میں ادا کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے فرمایا: یہ سنن مغرب یا مطلق نماز نفل گھروں کی نماز ہے، انہیں گھروں میں ادا کرنا چاہئے نہ کہ مسجد میں۔ واضح رہے کہ فرض کے علاوہ نوافل گھر میں ادا کرنے چاہئیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہی عمل تھا، البتہ کسی سبب یا عذر کی صورت مستثنیٰ ہے خصوصاً نماز مغرب کی سنن مسجد

میں ادا نہ کی جائیں۔ بعض علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے سنن مغرب مسجد میں ادا کیں تو سنت واقع نہ ہوں گی اور بعض کے نزدیک ایسا آدمی گنہگار بھی ہوگا کیونکہ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امر (جس سے ظاہر وجوب ہے) کی مخالفت کی ہے اور جمہور کے نزدیک یہاں امر استحباب کے لئے ہے الخ۔

گا ہے اگر بعض سنن مسجد میں پڑھنے کا اتفاق ہو تو علماء فرماتے ہیں: وہ کسی عذر کے سبب سے تھا" کما مر عن الشيخ وبمثلہ قال العلامة ابن امیر الحاج فی شرح المنیۃ، معہذا ترک احیاناً

منافی سنیت و استحباب نہیں بلکہ اس کا مقرر و مؤکد ہے کہ مواظبت محققین کے نزدیک امارت وجوب ہے "کما فی البحر وغیرہ"

علاوہ بریں اگر بالفرض رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دائماً سب سنن مسجد ہی میں پڑھی ہوتیں، تاہم بعد اس کے کہ حضور ہم سے ارشاد فرما چکے "فروضوں کے سوا تمام نمازیں تمہیں گھر میں پڑھنی چاہئیں" اور فرمایا "ماورائے فرائض اور نمازیں گھر میں پڑھنا مسجد مدینہ طیبہ میں پڑھنے سے زیادہ ثواب رکھتا ہے" بلکہ انہیں پڑھتے دیکھ کر وہ ارشاد فرمایا کہ "نماز گھروں میں

پڑھا کرو، ”کما مر کل ذلك“ تو ہمارے لئے بہتر گھر ہی میں پڑھنے میں ہے کہ قول فعل پر مرخ ہے، اور ان احادیث میں نماز سے صرف نوافل مطلقہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ماورائے فرائض میں سنن بھی داخل، اور قضیہ مسجد بنی عبدالاشہل کا خاص سنن مغرب میں تھا ”کما سبق“ اسی طرح فقہاء بھی عام حکم دیتے اور نوافل کی تخصیص نہیں کرتے، ہدایہ میں ہے:

”والا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وهو المروى عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم“ تمام سنن و نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مروی ہے۔

فتح القدر میں ہے:

عامتہم علی اطلاق الجواب کعبارة الكتاب وبہ افتی الفقیہ ابو جعفر الا ان یخشی ان یشغل عنها اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت ”عام فقہاء جواب کو مطلق قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت کتاب سے ظاہر ہے، اور فقیہ ابو جعفر نے یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے: مگر اس صورت میں جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو (تو مسجد ہی میں پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر میں ادا کرنا افضل ہے۔
شرح صغیر میں ہے:

السنة فی سنة الفجر و کذا فی سائر السنن ان یاتی بہا فی بیتہ وهو الافضل او عند باب المسجد واما السنن التي بعد الفریضة فانه ان تطوع بہا فی المسجد فحسن و تطوع بہا فی البیت افضل، وهذا غیر مختص بما بعد الفریضة بل جمیع لنوافل ما عدا التراويح و تحیة المسجد الافضل فیها المنزل لما روی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت اه ملخصاً۔

پھر سنت، سنن فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازہ مسجد کے پاس ادا کرے۔ رہیں وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو ٹھیک اور اگر گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے، اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیة المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے

کیونکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے۔

اور جب ثابت ہو چکا کہ سنن و نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت طیبہ، اور حضور نے یونہی ہمیں حکم فرمایا تو بخیاں مشابہت روا فیض اسے ترک کرنا کچھ وجہ نہیں رکھتا۔ اہل بدعت کا خلاف ان کی بدعت یا شعار خاص میں کیا جائے نہ یہ کہ اپنے مذہب کے امور خیر سے جو بات وہ اختیار کریں ہم اسے چھوڑتے جائیں آخر رافضی کلمہ بھی تو پڑھتے ہیں۔ بالجملہ اصل حکم استحبابی یہی ہے کہ سنن قبلیہ مثل رکعتین فجر و رباعی ظہر و عصر و عشاء مطلقاً گھر میں پڑھ کر مسجد کو جائیں کہ ثواب زیادہ پائیں، اور سنن بعدیہ مثل رکعتین ظہر و مغرب و عشاء میں جسے اپنے نفس پر اطمینان کامل حاصل ہو کہ گھر جا کر کسی ایسے کام میں جو اسے ادائے سنن سے بازرگے مشغول نہ ہو گا وہ مسجد سے فرض پڑھ کر آئے اور سنتیں گھر ہی میں پڑھے تو بہتر، اور اس سے ایک زیادت ثواب یہ حاصل ہوگی کہ جتنے قدم بارادۃ ادائے سنن گھر تک آئے گا وہ سب حسنات میں لکھے جائیں گے۔

”قال تبارک و تعالیٰ و نکتب ما قدموا الیہم و کل شیء احصینہ فی امام مبین“ اللہ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے: ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے آگے بھیجا اور جو نشانیاں پیچھے چھوڑ گئے اور ہر شیء کو ہم نے کتاب مبین میں شمار کر رکھا ہے۔

اور جسے یہ وثوق نہ ہو وہ مسجد میں پڑھ لے کہ لحاظ افضلیت میں اصل نماز فوت نہ ہو، اور یہ معنی عارضی افضلیت صلوة فی البیت کے منافی نہیں، نظیر اس کی نماز وتر ہے کہ بہتر اخیر شب تک اس کی تاخیر ہے مگر جو اپنے جانگنے پر اعتماد نہ رکھتا ہو وہ پہلے ہی پڑھ لے ”کما فی کتب الفقہ“ مگر اب عام عمل اہل اسلام سنن کے مساجد ہی میں پڑھنے پر ہے اور اس میں مصالح ہیں کہ ان میں وہ اطمینان کم ہوتا ہے جو مساجد میں ہے اور عادت قوم کی مخالفت موجب طعن و انگشت نمائی و انتشار ظنون و فتح باب غیبت ہوتی ہے اور حکم صرف استحبابی تھا تو ان مصالح کی رعایت اس پر مرجح ہے، ائمہ وین فرماتے ہیں:

”الخروج عن العادة شهرة و مکروه“ معمول کے خلاف کرنا شہرت اور مکروہ ہے

(فتاویٰ رضویہ جدیدے/ ۲۱۱ تا ۲۱۶)

۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۲) وَكُلُّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ۔

بیضاوی نے کہا: یعنی لوح محفوظ، اور رب عزوجل نے فرمایا: آسمان وزمین کا کوئی غیب ایسا نہیں جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ اور امام بغوی نے معالم التنزیل میں فرمایا: یعنی لوح محفوظ میں۔ اور امام نسفی نے مدارک التنزیل میں فرمایا: لوح مبین ہے یعنی جو ملائکہ اسے دیکھتے ہیں ان کے لئے ظاہر اور روشن ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اور یقیناً معلوم ہے کہ لوح متنازل نہیں ہر آنے والے کو ابد تک، کیونکہ متناہی کا احاطہ غیر متناہی کو صحیح نہیں اور لوح میں وہی مثبت ہے جو پہلے دن سے تھا اور قیام قیامت تک ہوگا۔ اور میرے نزدیک کوئی دلیل قاطع اب تک اس پر قائم نہ ہوئی کہ یہ غایت مغیا میں داخل ہے یا خارج تو اگر واقعی یہ ہو کہ تعین وقت ساعت لوح میں مثبت ہے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے جان لیا، کہ اب آیات اسے متنازل ہیں،

امام جلال الدین سیوطی نے اس کے لئے ایک فصل خصائص کبریٰ میں باندھی اور فرمایا کہ یہ فصل ہے اس بیان میں کہ بعض علمائے کرام ادھر گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم خمس بھی دیا گیا، اور علم وقت ساعت اور علم روح بھی دیا گیا، اور حضور کو اس کے چھپانے کا حکم فرمایا۔ (الدولۃ المکیہ - ۴۱۷)

(۶۹) وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ

مَبِينٌ ☆

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خطبہ جمعہ میں محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اساءت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت۔ اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو اول تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامتغیر، اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو اولیٰ سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظم کر کے پڑھنا ترک قرأت سے اشد و اشنع ہے قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے

”وما علمناہ الشعر وما ينبغي له“ اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہ دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ تو اس طور پر قصد تلاوت صریح اسانت ادب ہے،

”وبہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانہ شائع ذائع علی الاصح“ اس سے وہ اقتباس الگ ہو گیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلاوجہ کلمات ماثورہ وطریقہ متوارثہ سے اعراض ہے، تو اس سے اعراض ہی چاہیے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۳۲۵)

(۷۱) **أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا**

مَالِكُونَ. ☆

اور کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ کے بنائے ہوئے چوپائے ان کے لئے پیدا کئے تو یہ ان کے مالک ہیں۔

(۷۲) **وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ. ☆**

اور انہیں ان کے لئے نرم کر دیا تو کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کو کھاتے ہیں۔

(۷۳) **وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ. ☆**

اور ان کے لئے ان میں کئی طرح کے نفع اور پینے کی چیزیں ہیں تو کیا شکر نہ کریں گے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(یہاں جانوروں سے نفع حاصل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا اس میں ان کا گوشت کھانا بھی شامل لہذا اس کی تفصیل ملاحظہ کریں)

پہلے دو امر ذہن نشین کرنا لازم۔

اول یہ کہ ہماری شریعت مطہرہ اعلیٰ درجہ حکمت و متانت و مراعات و دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف و مصالح پر مبنی ہوتا ہے انہیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار و امصار میں ان کے تبدیل سے متبدل ہو جاتا ہے، اور وہ سب احکام احکام شرع ہی قرار پاتے

ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر و نایابی فتنہ و شدت تقویٰ و قوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زمان مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

”لو ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأى من النساء ما رأينا لمنعهن من المسجد كما منعت بنو اسرائيل نساءها رواه احمد و البخاري و مسلم“

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے زمانہ کی عورتوں کو ملاحتہ فرماتے تو انہیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کر دیا تھا، اسے امام احمد و بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

جب زمانہ رسالت سے اور بعد ہوا ائمہ دین نے جو ان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا علماء نے جو ان وغیر جو ان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

یکرہ حضورہن الجماعة ولو لجمعة و عید و وعظ مطلقاً ولو عجو زالیلاً علی المذہب المفتی بہ لفساد الزمان “ رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔

فتح القدر میں ہے:

عمم المتأخرون المنع للعجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات “ غلبہ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جو ان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

اذا استأذنت احدکم امرأتہ الی المسجد فلا یمنعها۔ رواه احمد و الشیخان و النسائی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما “

جب تم میں کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے امام احمد

بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔
دوسری حدیث میں فرمایا:

لا تمنعوا الماء اللہ مساجد اللہ۔ رواہ احمد و مسلم عن ابن عمر
واحمد و ابو داود عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم "اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی
مسجدوں سے نہ روکو۔ اسے امام احمد اور مسلم نے حضرت ابن عمر اور احمد و ابو داؤد نے حضرت ابو
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا۔

پھر ان ائمہ و علماء کے یہ احکام ہرگز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے، بلکہ عین مطابق
مقصود شرع قرار پائے، اسی طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت و حکمائے امت نے حکم حجاب دیا، اور
چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کر دیا،
نہا یہ میں ہے:

سدل الشیء علی وجہہا واجب علیہا "چہرہ پر پردہ لٹکانا عورت کو واجب ہے
شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلة علی ان المرأة منہیة عن اظهار وجہہا للاجانب بلا
ضرورة" یہ مسئلہ اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلا ضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا
منع ہے۔

تثویر میں ہے:

تمنع من كشف الوجه بين الرجال لخوف الفتنة "فتنہ کے خوف سے مردوں
میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں: "ومن القواعد المقررة فی
شریعتنا المطہرۃ ان الحکم یدور مع علتہ"
ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر
ہوتا ہے۔

دوم واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں:
ایک لعینہ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہو، جیسے عبادت خدا کی

فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔ دوسرے لغیرہ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف ونحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالیٰ کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے، اور اس کا فہم بے اس علم کے معذور، لہذا واجب کیا گیا، اور ایون اور بھنگ وغیرہا مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں، بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی انگرکھانہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلاشبہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف و قرار داد امصار و بلا وجہ مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، تو قواعد شرعیہ بالیقین اس سے بارہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور مبنی اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمہ سابقہ میں بیان کر آئے، جب یہ امور مستحق ہوئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے:

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں، نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہ گار، نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شئی کا کھانا بالاعتین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ، اور اس کا ترک لعینہ حرام نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے، یوں ہی واجبات و محرمات لغیرہا میں بھی امتثال و اجتناب اشد ضروری ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں گاؤ کشی بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی، کیا اس میں خواری

و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گے، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شہادت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلا وجہ و جیہہ اپنے لئے ایسی دنائت و ذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف کی توہین و تذلیل روار کھیں۔

سائل لفظ ترک لکھتا ہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے ”ترک“ اور ”کف“ میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صد ہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی و تنگی کر دینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبیعتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک و تعالیٰ نے قرآن عزیز میں جا بجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۳/۵۵۰ تا ۵۵۳)

اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا و آخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل و بہتر فرمایا۔

”والحدیث منخرج بطریق عدیدة من عدة من الصحابة الكرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین“ یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔

اور بیشک بکری کا گوشت دو انا ہمارے ہر امیر و فقیر کو دستیاب نہیں ہو سکتا خصوصاً مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤں کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوی کی افزائشیں ہیں اس کے غیر سے حاصل

نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند دن روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۵۵۳ تا ۵۵۵)

سورة الصافات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۹۶) وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ - ☆

اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اسکے تمام اعمال و اقوال و اوصاف و احوال سب جناب عزوجل کے مخلوق ہیں۔ انسان کو فقط کسب میں ایک گونہ اختیار ہے۔

(۱۲۳) وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - ☆

اور بے شک الیاس پیغمبروں سے ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا الیاس علیہ السلام نبی مرسل ہیں۔

(براءت علی از بشرک جاہلی۔ ۳۱/۱۵)

سورۃ ص

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۴) قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْبَتِكَ اِلٰی نِعَاجِهِ ط وَاِنَّ
كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ط وَظَنَّ دَاوُدُ اَنَّمَا فُتِنَتْهُ
فَاسْتَغْفِرُ رَبَّهُ وَاٰخِرَآءُ اَنْبَاٍ. ☆

داؤد نے فرمایا بیشک یہ تجھ پر زیادتی کرتا ہے کہ تیری دنی دنیا اپنی دنیاوں میں ملانے کو مانگتا ہے اور بیشک اکثر ساجھے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں مگر جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور وہ بہت تھوڑے ہیں اب داؤد سمجھا کہ ہم نے یہ اس کی جانچ کی تھی تو اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع لایا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض علماء فرماتے ہیں: معراج سے پہلے رکوع اصلانہ تھا، نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں، رکوع ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسراء عطا ہوا، بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اس تک رکوع نہ تھا، اس کے بعد عصر میں اس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
مشہد بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید، امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالركوع في الصلاة
ذكر جماعة من المفسرين في قوله تعالى واركعوا مع الراكعين، ان مشروعيتها
الركوع في الصلاة خاص بهذه الملة وانه لا ركوع في صلاة بني اسرائيل -

ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قلت: وقد يستدل له بما اخرجہ البزارو الطبرانی فی الاوسط عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اول صلاة ركعنا فيها العصر فقلنا: يا رسول الله! ما هذا؟ قال: بهذا امرت - ووجه الاستدلال انه صلى قبل ذلك صلاة الظهر وصلى قبل فرض الصلوات الخمس قيام الليل وغير ذلك - فكون الصلاة السابقة خاليا بالركوع قرينة بخلو صلاة الامم السابقة منه اهـ۔

باب اس بیان میں کہ رسول اللہ نماز میں رکوع کے ساتھ مختص ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے اللہ تعالیٰ کے فرمان اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نماز میں رکوع کا ہونا اس امت کے ساتھ خاص ہے اور بنی اسرائیل کی نماز میں رکوع نہیں تھا۔ اسی لئے ان کو حکم دیا گیا ہے کہ امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ رکوع کریں، اور اس پر دلیل پیش کی جاتی ہے کہ بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ پہلی نماز جس میں ہم نے رکوع کیا وہ عصر کی نماز تھی، تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مجھے اسی طرح حکم دیا گیا ہے۔ استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ظہر کی نماز پڑھی تھی اور پانچ نمازوں کی فرضیت سے پہلے قیام لیل بھی کرتے تھے۔ کچھ اور نوافل بھی پڑھتے تھے۔ تو ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی امتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا۔

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے:

الركوع من خصائص الامة وما صلاه المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل الاسراء لا ركوع فيه - وكذا ظهر عقب الاسراء اول صلاة بر كوع العصر بعدها -

رکوع اس امت کی خصوصیات میں سے ہے، اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے ان میں رکوع نہ تھا، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر پڑھی اس میں بھی رکوع نہ تھا، اس ظہر کے بعد آپ نے جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں رکوع کیا گیا۔

اقول: یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو استناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث عقیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے، کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے، دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رو بہ کعبہ کھڑے ہو گئے، ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ ان کے دہنے ہاتھ پر قائم ہوئے، تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں، پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے، پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا، جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے، انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے حال پوچھا کہا: یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی وہ مسلمان ہوئے ہیں۔

اخرج ابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی التاریخ عن عقیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جئت فی الجاہلیۃ الی مکة وانا ارید ان اتباع لاهلی من ثیابہا و عطرہا فاتت العباس وکان رجلا تاجرا۔ فانی عنده جالس انظر الی الکعبۃ وقد کلفت الشمس وارتفعت فی السماء اذ اقبل شاب فنظر الی السماء ثم قام مستقبل الکعبۃ فلم البث الایسیر حتی جاء غلام فقام عن یمینہ، ثم لم یلبث الایسیر حتی جاءت امرأۃ فقامت خلفہما فرکع الشاب فرکع الغلام والمرأۃ فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأۃ فسجد الشاب فسجد الغلام والمرأۃ۔ فقلت یا عباس امرأۃ عظیم، فقال: امر عظیم، تدری من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد اللہ ابن اخی، تدری من هذا الغلام؟ هذا علی بن اخی، تدری من هذا المرأۃ؟ هذه حدیجۃ بنت حیویدل زوجتہ۔ ان ابن اخی هذا حدثنی ان ربہ رب السموات و الارض امرہ بهذا الدین ولم یسلم معہ غیر ہولاء الثلثۃ۔ فیہ سعید بن حیثم الہلالی قال الارذی، متکبر الحدیث عن اسد بن عبد اللہ العسری۔ قال البخاری لا یتابع علی حدیثہ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں عقیف کندی رضی اللہ عنہ سے

تخریج کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں: کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا، میں مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا، اس لئے عباس کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے، ابھی میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے اور آسمان کو دیکھا، پھر قبلہ رو ہو کر کھڑے ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے، تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں۔ جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا اور جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی، پھر جوان نے سجدہ کیا تو یہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: اے عباس یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے، عباس نے کہا: ہاں بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے جو ان کی بیوی ہے، میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن خثیم ہلا لی ہے۔ از دی نے کہا ہے کہ سعید، اسد ابن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ بخاری نے کہا: اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

اور دعویٰ اختصاص امت پر آیا کہ یہ ”وطن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وحرراکعوا وانا ب۔“ اور داؤد نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انا بت اختیار کی۔ کے ورود میں اگر تامل بھی ہو۔

”فان کثیرا منہم فسرو اھننا الرکوع بالسجود وان قال الحسین بن الفضل ان معنناہ خربعد ما کان راکعاً ای سجد۔ کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے سجود مراد لیا ہے۔ اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا۔ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے میں چلا گیا۔“ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۹۱/۵ تا ۹۲)

(۳۰) وَوَهَبْنَا لِداوُدَ سُلَیْمٰنَ ۙ نِعْمَ الْعَبْدُ ۙ اِنَّهٗ اُوْبٰ ۙ

اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا فرمایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا۔

(۳۱) اِذْ عَرَضَ عَلَیْهِ بِالْعِشَیِّ الصُّفَیْنَتِ الْجَیَادَ ۙ

جب کہ اس پر پیش کئے گئے تیسرے پہر کو کہ روکے تو تین پاؤں پر کھڑے ہوں چوتھے سم کا کنارہ زمین پر لگائے ہوئے اور چلائیں تو ہوا ہو جائیں۔

(۳۲) فَقَالَ ابْنِي أَحَبَبْتُ حَبَّ السُّخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ، حَتَّى

تَوَارَتْ بِالْعِجَابِ . ☆

تو سلیمان نے کہا مجھے ان گھوڑوں کی محبت پسند آئی ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔ پھر انہیں چلانے کا حکم دیا یہاں تک کہ نگاہ سے پردے چھپ گئے۔

﴿ ۲ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔
علماء فرماتے ہیں:

یہ نماز نماز عصر تھی۔ جلالین میں ہے:

عن ذکر ربی ای صلاة العصر "اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔
مدارک میں ہے:

غفل عن العصر و کانت فرضا فاغتم۔ "عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر
فرض تھی اس لئے غمزہ ہو گئے۔

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیز علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے، تو
اولیت صلاة عصر ان دونوں صاحبوں کے لئے کیونکر ہو سکتی ہے۔ نسیم الریاض میں زیر حدیث
"ما ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی" کسی کے لئے یہ کہنا روا نہیں ہے
کہ میں یونس ابن متی سے افضل ہوں ہے۔

هو من ولد بنیامین بن یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام و کان بعد سلیمان
علیہ الصلوٰۃ والسلام و فیہ فی فصل حکم عقد قلب البنتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم یونس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی مرآة الزمان کان بعد سلیمان
نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

یونس بنیامین ابن یعقوب علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے اور سلیمان علیہ السلام کے
بعد تھے اھ۔ نسیم الریاض ہی کی اس فصل میں جس کا عنوان ہے "حکم عقد قلب البنتی صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، 'مرآة الزمان کے حوالے سے مذکور ہے کہ یونس علیہ السلام اللہ کے نبی سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد تھے۔

یہ تو یونس علیہ الصلاۃ والسلام کی نسبت تصریح تھی۔ اور حضرت عزیر کا سیدنا سلیمان علیہما الصلاۃ والسلام کے بعد ہونا خود ظاہر کہ ان کا واقعہ موت و حیات کہ قرآن عظیم میں مذکور بعد اس کے ہوا کہ بخت نصر بیت المقدس کو دیران کر گیا تھا، اور احادیث سے ثابت کہ بیت المقدس کی بنا داود علیہ الصلاۃ والسلام نے شروع کی اور سلیمان علیہ السلام نے ختم فرمائی، تو سلیمان و عزیر علیہم الصلاۃ والسلام میں صد ہا سال کا فاصلہ تھا۔

معالم التنزیل میں ہے:

قال الذی قال: ان المار کان عزیزا ان بخت نصر لما حرب بیت المقدس و اقدم سبى بنی اسرائیل ببابل کان فیہم عزیز و دانیال و سبعة الاف من اهل بیت داود علیہم الصلاۃ والسلام فلما نجا عزیز من بابل ار تحل علی حمار له الخ۔

جس نے کہا ہے کہ گزرنے والے عزیز تھے، اس نے بیان کیا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس کو برباد کر دیا اور بنی اسرائیل کو قید کر کے بابل لے آیا تو ان میں عزیر اور دانیال کے علاوہ داؤد علیہم السلام کے خاندان سے تعلق رکھنے والے سات ہزار افراد بھی تھے، پھر جب اللہ تعالیٰ نے عزیر کو نجات دی اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سفر کے لئے نکلے الخ۔

اسی میں ہے:

بعملون له ما يشاء من محاربت كان مما عملوا له بيت المقدس ابتداء
داود عليه الصلوة والسلام فلما توفاه الله تعالى استخلف سليمان عليه الصلا
والسلام فبنى المسجد بالرخام والجواهر واللآلئ واليواقيت - فلم يزل بيت
المقدس على ما بناه سليمان عليه الصلوة والسلام حتى غزاه بخت نصر، فحرب
المدينة ونقض المسجد اه ملتقطا۔

(بناتے تھے اس کے لئے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ) جنوں نے جو کچھ ان کے لئے بنایا ان میں ایک بیت المقدس بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں

ہوتیوں اور یا قوتوں سے بنوایا۔ یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا اور مسجد گرا دی۔
اھ متقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم۔

(جدید۔ ۷۱/۵۔ تا۔ ۷۳)

(۲۲) وَخَذُ بِيَدِكَ ضَعْفًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنُتْ ط إِنَّا وَجَدْنَاهُ

صَابِرًا ط نِعَمَ الْعَبْدِ ط إِنَّهُ أَوَّابٌ ☆

اور فرمایا کہ اپنے ہاتھ میں ایک جھاڑو لے کر اس سے مار دے اور قسم نہ توڑ بیشک ہم نے اسے صابر پایا کیا اچھا بندہ بیشک وہ بہت رجوع لانے والا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کمزور شخص پر حد لگانے میں اسی حیلہ جمیلہ

پر عمل فرمایا۔

عن أبي امامة بن سهل بن حنيف رضى الله تعالى عنه أنه أخبره بعض اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من الأنصار انه اشتكى رجل منهم حتى أضنى فعاد جلدة على عظم فدخلت عليه جارية لبعضهم، فهش لها فوقع عليها، فلما دخل عليه رجال قومه يعودونه أخبرهم بذلك فقال: استفتوا الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاني قد وقعت على جارية دخلت عليّ، فذكروا ذلك لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وقالوا: ما رأينا باحد من الناس من الضر مثل الذي هو به لو حملنا اليك لتسفحت عظامه، ما هو الا جلد على عظم فامر رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أن ياخذوا له مائة شمراخ فيضربوه بها ضربة واحدة۔

ایک انصاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا کہ ایک انصاری ایسے

سخت بیمار ہوئے کہ انکا جھڑا ہڈیوں سے چپک گیا۔ اسی درمیان ایک انصاری صحابی کی باندی کا

گزر انکے پاس سے ہوا تو یہ اس سے زنا کر بیٹھے، جب کچھ لوگ انکے خاندانی انکی عیادت

کے لئے آئے تو انہوں نے خود یہ واقعہ بتایا اور کہا میرے لئے سرکار سے یہ مسئلہ معلوم کرو۔ لہذا

سرکار سے تذکرہ کیا گیا اور یہ بھی کہا: اس جیسا کمزور شخص ہم نے نہیں دیکھا کہ آپ کی خدمت میں انکولایا جائے تو انکی ہڈیاں ٹوٹ جائیں، وہ تو ایک ہڈی کا ڈھانچہ ہیں۔ یہ سرکار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سوشاخوں والی ایک ٹہنی لیکر ایک بار مارو۔

فتاویٰ رضویہ ۴۴۶/۳

عن سعید بن سعد بن عبادة رضى الله تعالى عنهم قال: كان بين ابينا تنا رجل منحدج ضعيف، فلم يرع الا وهو على امة من آماء الدار يخبت بها، فرفع شاناه سعد بن عبادة الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: اجلدوه ضرب مائة سوط! قالوا: يا نبي الله! هو اضعف من ذلك، لو ضربناه مائة سوط مات، قال: فخذوا له عشكالا فيه مائة شمراخ فاضربوا ضربة واحدة.

حضرت سعید بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ ہماری بستی میں نہایت کمزور شخص رہتے تھے۔ وہ اپنے خاندان کے کسی شخص کی باندی سے زنا کر بیٹھے۔ حضرت سعد نے یہ معاملہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا۔ سرکار نے فرمایا: سو کوڑے لگاؤ۔ صحابہ نے عرض کیا: یا نبی اللہ! وہ نہایت کمزور ہیں۔ اگر سو کوڑے مارے گئے تو مرجائیں گے۔ فرمایا: اچھا سوشاخوں والی ایک کھجور کی ٹہنی لو اور ایک مرتبہ مارو۔

عن سهل بن سعد رضى الله تعالى عنه قال: ان وليدة في عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم حملت من الزنا فسئلت من احبلك فقالت: احببني المقعد، فسئل فاعترف، فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: انه لضعيف عن الجلد، فامر بمائة عشكول و ضربه بها ضربة واحدة.

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں زنا سے حاملہ ہو گئی۔ اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے مقعد نامی ایک شخص کے بارے میں بتایا۔ اس شخص نے اس فعل کا اعتراف کر لیا۔ تو سرکار نے اسکی کمزور حالت دیکھ کر فرمایا: سوشاخوں والا ایک گچھا لیکر ایک مرتبہ مارو۔

فتاویٰ رضویہ ۴۴۶/۳

سورة الزمر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴۲) اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا ۖ فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۚ

اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کے سوتے میں پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے روک رکھتا ہے اور دوسری ایک میعاد مقرر تک چھوڑ دیتا ہے بیشک اس میں ضرور نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لئے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آدمیوں، جانوروں اور ہر ذی روح کی جان اللہ ہی قبض فرماتا ہے۔ مدبرات الامر میں یہ کام ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سپرد ہے، اور اس میں تخصیص جن وانس و وحش و طیر نہیں، سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا کیا مجھ کی روح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں؟ فرمایا: مجھ کی نفس رکھتا ہے؟ کہا: ہاں، فرمایا: تو اس کی روح بھی وہی قبض فرماتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم۔ ۲۱/۱۱)

سورۃ غافر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) حَمَّ

(۲) تَنْزِیْلِ الْکِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ☆

یہ کتاب اتارنا ہے اللہ کی طرف سے جو عزت والا علم والا۔

(۳) غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ لَا ذِی الطُّوْلِ ط

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِیْرُ ☆

گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب کرنے والا بڑے انعام والا اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف پھرنا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

صبح و شام کی دعاؤں میں آیت الکرسی کے ساتھ ان تینوں آیتوں تک پڑھنے کو حدیث میں ارشاد ہوا کہ جو صبح پڑھے شام تک ہر بلا سے محفوظ رہے، اور شام پڑھے تو صبح تک رزواہ الترمذی و البزار و ابنا نصر و مردویہ و البیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "بحال جنابت اسے نہیں پڑھ سکتا ہے کہ حروف مقطعات کے معنی اللہ و رسول ہی جانتے ہیں جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ - ۱/۸۲۰)

لیکن بحالت جنابت و حیض انہیں بطور عمل بھی نہیں پڑھ سکتا، مثلاً تفریق اعدا کے لئے سورہ تبت نہ کہ سورہ کوثر کہ بوجہ ضمائر متکلم انا اعطینا قرآنیت کے لئے متعین ہے، عمل میں تین نیتیں ہوتی ہیں، یا تو دعا جیسے حزب البحر، حزیمانی، یا اللہ عزوجل کے نام و کلام سے کسی مطلب خاص میں استعانت، جیسے عمل سورہ یس و سورہ مزمل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، یا اعداد و معینہ خواہ

ایام مقدرہ تک اس غرض سے اس کی تکرار کہ عمل میں آجائے حاکم ہو جائے، اس کے موکلات تابع ہو جائیں، اس تیسری نیت والے تو بحال جنابت کیا معنی بیوضو پڑھنا بھی روا نہیں رکھتے، اور اگر بالفرض کوئی جرأت کرے بھی تو اس نیت سے وہ آیت و سورت بھی جائز نہیں ہو سکتی جس میں صرف معنی دعا و ثنا ہی ہے کہ اولاً یہ نیت دعا و ثنا نہیں، ثانیاً اس میں خود آیت و سورت ہی کی تکرار مقصود ہوتی ہے کہ اس کے خدام مطیع ہوں تو نیت قرآنیت اس میں لازم ہے۔ رہیں پہلی دو نیتیں جب وہ آیات معنی دعا سے خالی ہیں تو نیت اولی ناممکن، اور نیت ثانیہ عین نیت قرآن ہے اور بقصد قرآن اسے ایک حرف بھی روا نہیں۔

تنبیہ ۶: یہی حکم دم کرنے کے لئے پڑھنے کا ہے کہ طلب شفا کی نیت تغیر قرآن نہیں کر سکتی آخر قرآن ہی سے تو شفا چاہ رہا ہے، کون کہے گا کہ ”افحسبتکم انما خلقنکم عبثاً“ تا آخر سورت مصروع و مجنون کے کان میں جب پڑھ سکتا ہے، ہاں جس آیت یا سورت میں خالص معنی دعا و ثنا بصیغہ غیبت و خطاب ہوں اور اس کے اول میں قل بھی نہ ہونہ اس میں حروف مقطعات ہوں اور اس سے قرآن عظیم کی نیت بھی نہ کرے بلکہ دعا و ثنا کی برکت سے طلب شفا کرنے کے لئے اس پر دم کرے تو روا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱/۸۲۰ تا ۸۲۱)

(۴۶) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۚ

آگ جس پر صبح و شام پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی حکم ہوگا فرعون والوں کو سخت تر عذاب میں داخل کرو۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”ان ارواح ال فرعون فی

اجنواف طیر مسود یعرضون علی النار کل یوم مرتین تغدو و تروح الی النار فیقال

یا ال فرعون و ہذہ ما واکم حتی تقوم الساعۃ۔

فرعونیوں کی روحیں سیاہ پرندوں کے پیٹ میں ڈال کر انہیں روزانہ دو بار نار پر پیش کیا جاتا ہے۔ صبح کو اور شام کو نار کی طرف جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے اے فرعون والو یہ تمہارا ٹھکانا ہے

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

فرعون اور فرعونوں کو ڈوبے ہوئے کئی ہزار برس ہوئے، ہر روز صبح و شام دو وقت آگ پر پیش کیے جاتے ہیں، جہنم جھنکا کر ان سے کہا جاتا ہے: یہ تمہارا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ قیامت آئے۔ اور ایک انہیں پر کیا موقوف ہر مومن و کافر کو یونہی صبح و شام جنت و نار دکھاتے اور یہ کلام سناتے ہیں۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و موطائے امام مالک و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذمات احد کم عرض علیہ مقعدہ بالغداة والعشی ان کان من اهل الجنة
فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار يقال له هذا مقعدک حتی
یبعثک اللہ الی یوم القیامة۔

جب تم میں سے کوئی مرتا ہے اس پر اس کا ٹھکانا صبح و شام پیش کیا جاتا ہے، اگر اہل جنت سے تھا تو جنت کا مقام اور اہل نار سے تھا تو اہل نار کا مقام دکھایا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے: یہ تیرا ٹھکانا ہے یہاں تک کہ خدا تجھ کو روز قیامت اس کی طرف بھیجے۔

یونہی اموات کی باہم ملاقات، آپس کی گفتگو، قبر کا ان سے باتیں کرنا، ان کی حدنگاہ تک کشادہ ہونا، احیاء کے اعمال انہیں سنائے جانا، اپنے حسنات و سیئات اور گاؤ ماہی کا تما شادیکھنا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ جن کی طرف صدر مقصد دوم میں اشارہ گزرا جن کے بیان میں دس بیس نہیں صد ہا حدیثیں وارد ہوئیں ان مطالب پر شاہد ہیں، جس طریقے سے وہ ان چیزوں اور آوازوں کو دیکھتے سنتے ہیں اور قیامت تک جسموں کے گلنے، خاک میں ملنے کے بعد بھی دیکھیں سنیں گے یونہی زائروں، قبروں کے سامنے گزرنے والوں اور ان کے کلام کو۔ طرف یہ کہ مولوی اسحاق صاحب نے بھی جواب و سوال - ۱۹ - میں تسلیم کیا، مردے زندوں کا سلام سنتے ہیں۔ حضرت جن کانوں سے سلام سنتے ہیں انہی سے کلام، یہ تو ہماری طرف سے کلام تھا، اب جانب منکرین نظر کیجئے، ان کا انکار بھی قطعاً عام ہے۔ صرف آلات جسمانیہ سے خاص نہیں۔ کاش! وہ ایمان لے آئیں کہ اموات اصوات کا ادراک تام کرتے ہیں مگر نہ گوش بدن سے، تو جھگڑا ہی کیا ہے۔ ابھی اتفاق ہو گیا، اہل سنت بھی تو اسی قدر فرماتے ہیں، گوش و گوشت کی تخصیص کب بتاتے ہیں؟ مگر حاشا! وہ کب اس راہ آتے ہیں۔ انہیں تو اولیائے مدفونین کی ندا

حرام کرنی ہے، ان محبوبان خدا سے طلب دعا حرام کرنی ہے، وہ کس دل سے سننا مان لیں اگرچہ بے ذریعہ گوش، دیکھنا تسلیم کر لیں گے گو بے واسطہ چشم، انہیں تو مولوی مجیب صاحب کی طرح یہ کہنا ہے کہ جب درمیان زائر و مقبور کے حجب عدیدہ سمع و بصر حائل تو سماع اصوات اور بصارت صور محال، یہ تحریر محل نزاع ہے جس کا سمجھ لینا مزیل اشکال۔ الحمد لله المہیمن المتعال و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ خیر صحب و آل۔ تمام تعریف خدا نگہبان برتر کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے آقا حضرت محمد اور ان کی آل و اصحاب پر جو بہترین آل و اصحاب ہیں درود نازل فرمائے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹/۸۷۳-۸۷۵ تا ۸۷۵)

(۵۵) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ☆

تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا اور اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو۔ اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مواہب لدنیہ کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے والوں کا ذکر ہے اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویرے، فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم معراج سے پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ بھی پڑھتے تھے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا نہیں؟ تو کہا گیا ہے: کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: و سج بجمد ربک قبل طلاع الشمس و قبل غروبھا۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔

اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ڈرنا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورہ منزل کی ابتداء میں ذکر ہے۔ پھر اس کو منسوخ کر

دیا، اس حکم سے جو سورۃ منزل کے آخر میں ہے۔ پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔ اور حربی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض تھی دور کعتیں صبح کو اور دور کعتیں رات کو، لیکن حربی کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ معراج کے بیان میں ہے جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے، وہاں لکھا ہے۔ اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی مشروعیت مراد ہے؟۔ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل کیا جاتا ہے، مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس میں اختلاف ہے۔ (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ نعمانی نے کہا ہے: اس پر انس کی وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور تھوڑا سا پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے۔ (یا نقل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال جیسا کہ شامی نے کہا ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ مکرمہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو مکہ کے ساتھ مختص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نقلی نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۷ تا ۷۸۔)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالى و سبح بحمد ربك بالعشي والابكار۔

فاقول: اضعف، و اضعف، بل ليس بشئ اصلا، فان الآية من سورة حم

المومن، وقد تاخر نزولها عن سورة بنى اسرائيل النازلة بنجر الاسراء، بزمان

طویل، فقہ روای ابن الضریس فی فضائل القرآن عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث ترتیب نزول السور، قال: کان اول ما نزل من القرآن اقرا باسم ربك ثم ن۔ فذكر الحدیث الی ان قال ثم بنی اسرائیل، ثم یونس، ثم ہود، ثم یوسف ثم الحجر، ثم الانعام ثم الصفت ثم لقمان ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم المؤمن الحدیث فکیف یستدل بها علی ایجاب صلاة قبل الاسراء لاجرم ان یفسر ہا ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالصلوات الخمس کما فی المعالم۔ وقد یستدل بما روای ابن ابی حاتم فی تفسیرہ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت المقدس لم البث الیسیر حتی اجتمع ناس کثیر، ثم اذن مؤذن واقیمت الصلاة قال فقمنا صفوفًا تنتظر من یومنا فاخذ جبریل علیہ الصلاة والسلام بیدي فقد منی فصلیت بهم فلما انصرفت قال لبی جبریل: اتدری من صلی خلقک؟ قلت: لا۔ قال صلی خلقک کل نبی بعثہ اللہ وهو الحدیث المشار الیه فی کلام الزرقانی عن الامام النعمانی۔

رہا مقال کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے۔ اور تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور صبح سویرے۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف ہے اور بہت ہی ضعیف ہے۔ بلکہ سب سے بیکار ہے کیونکہ یہ آیت سورہ حم مؤمن کی ہے اور اس کا نزول سورہ بنی اسرائیل سے جس میں معراج کا ذکر ہے طویل زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس نے کہا ہے کہ قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقراء باسم ربك نازل ہوئی، پھر بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر حجر، پھر انعام، پھر صافات، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر، پھر حم مؤمن آخر تک تو پھر حم مؤمن کی آیت سے کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی نماز فرض تھی جب کہ اس وقت تک وہ سورہ نازل ہی نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معالم میں ہے، اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے بارے میں روایت کی ہے۔ (اس میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے پھر ایک موذن نے اذان دی اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہوئے کہ ہمارا امام کون بنتا ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، جبریل نے کہا: کہ آپ کے پیچھے ہر اس بنی نے نماز پڑھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے، یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں نعمانی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے۔

اقول: ولعل مطمح نظر ظاہر۔

اما اولاً: فلان الاذان والاقامة المعروفین ما شرع الا بالمدينة، والاسراء قبل الهجرة. ولذا قال الزرقانی فی تفسیر الحدیث: اذن موذن ای اعلم لطلب الصلاة فاقامت الصلاة ای تهيؤ الهاو شرعوا فيها، فلا يردان الاذان والاقامة انما شرعا بالمدينة والاسراء كان بمكة اه۔

و اما ثانياً: فلان تخصيصهما بالفرائض انما عرف بعد ما شرع الامة اما قبل ذلك فاي دليل عليه؟

واما ثالثاً: وهو القاطع فلان الاسراء انما كان بالليل وقد علمنا ان صلاة الليل كانت فريضة قبل فرض الخمس فما يدريك لعلها هي، وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق به متعلق مما روى مسلم عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه في حديث الاسراء، وحانت الصلاة فاممتهم۔

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا صحیح نظریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں لیکن اس پر اعتراض ظاہر ہے۔

اولاً: اس لئے کہ معروف اذان و اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی جب کہ معراج ہجرت سے پہلے ہوئی تھی، اسی لئے زرقانی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے ایک موذن

نے اذان کہی“ کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لئے طلب کئے جانے سے ان کو آگاہ کیا۔ اور نماز کے لئے اقامت کہی گئی کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس کے لئے تیار ہو گئے اور اس میں شروع ہو گئے، اس لئے یہ اعتراض نہیں پیدا ہوگا کہ اذان و اقامت تو دینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ میں ہوئی تھی۔

ثانیاً: اس لئے کہ اذان و اقامت کا فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اقامت کے لئے ان کے مشروع ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص پر کون سی دلیل ہے؟
ثالثاً: اس لئے اور یہ اعتراض استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے۔ کہ معراج رات کو ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا؟ ہو سکتا ہے یہ وہی رات کی نماز ہو، اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی متدل بطور دلیل پیش کرے یعنی مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے انہیں نماز پڑھائی۔

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نمازیں پڑھتے، نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ منزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی نماز پڑھنا وارد، عام ازینکہ فرض ہو یا نفل، حدیث میں ہے۔

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس يصلون الضحى والعصر
فكان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم واصحابه اذا صلوا آخر النهار تفرقوا في
الشعبات فصلوها فرادى رواه ابن سعد وغيره عن عزيزة بنت ابي تجرة رضي الله
تعالى عنها ذكره في ترجمتها من الاصابة۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھائیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے، اس کو ابن سعد و غیرہ نے عزیزہ بنت تجرة رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ یہ بات اصحابہ میں عزیزہ رضی اللہ عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلفیق کی حاجت نہیں، بلکہ نماز شروع روز بعثت شریفہ سے مقرر و مشروع ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبغی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورۃ منزل نازل بھی نہ ہوئی تھی، تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخرج احمد وابن ماجه والحارث في مسنده وغيرهم عن اسامة بن زبد عن ابيه رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اتی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی اول ما نزل الیہ فاراه الوضوء والصلاة فلما فرغ من الوضوء اخذ غرفة من ماء فنضح بها فرجه وفي سيرة ابن اسخنة سيرة ابن هشام والمواهب اللدینه من المقصد الاول و کتاب الخمیس و افضل القری لقراء ام القری للامام ابن حجر المکی ثم حاشية الكنز للعلامة السيد ابی السعود الازهری ثم حاشية الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوی وهذا لفظ القسطلانی مزیداً من الزرقانی (قد روی مرضه لان له طرقاً لا تخلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة ان جبریل بداله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق ای بحبل البحراء كما فی الخمیس فی احسن صورة واطيب رائحة فقال يا محمد! ان الله يقرئك السلام ويقول لك انت رسولى الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله، ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء فتوضا بها جبریل زادا ابن اسحق، ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور للصلاة ثم امره ان يتوضأ وقام جبریل يصلي وامره ان يصلي معه، زاد في رواية ابی نعیم عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها فصلی ركعتين نحو الكعبة فعلمه الوضوء والصلاة ثم عرج الى السماء، ورجع رسول الله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله اختي اتى خديجة فاختبرها فغشني عليها من

الفرح ثم امرها فوضأت و صلى بها كما صلى به جبرئيل ، زادني رواية و كانت اول من صلى - فكان ذلك اول فرضها اي تقديرها ركعتين اه وله تمام سيأتي و اخرج الطبراني عن ابي رافع رضى الله تعالى عنه قال صلى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اول يوم الاثنين وصلت خديجة - آخره و صلى على يوم الثلاثاء -

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور حارث نے اپنی مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے روای ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا، سیرت ابن اسحاق، سیرت ابن ہشام، مواہب لدنیہ کے مقصد اول، کتاب انجیس، ابن حجر کی کی افضل القری لقراء ام القری، سید ابوالسعود ازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحاوی کے حاشیہ درمختار میں مذکور ہے اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ روایت کی گئی ہے۔ بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لئے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے جب کہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے جیسا کہ سیرت ابن اسحاق میں ہے، یعنی کوہ حرا پر تھے جیسا کہ انجیس میں ہے۔ اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا۔ ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائیں۔ پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں، اور نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں۔ چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا: السلام علیک یا رسول اللہ! یہاں تک کہ آپ خدیجہ

کے پاس آئے ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی۔ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں۔ تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا۔ دو رکعتیں اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔ (فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۸۰/۵۔ تا ۸۵۔)

(۶۰) وَقَالَ رَبِّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ
عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ. ☆

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے اونچے کھنچتے ہیں عنقریب جہنم میں جائیں گے ذلیل ہو کر۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
(دعا کی مقبولیت میں مندرجہ ذیل احادیث اس آیت کی تفسیر ہیں)

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: ان رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم ذكر يوم الجمعة فقال: فيه ساعة لا يوفقها عبد مسلم وهو يصلي
يسأل الله شيئا الا اعطاه اياه۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بھی مسلمان بندہ بحالت نماز دعا کرے تو اس کی مراد ضرور پوری ہوتی ہے۔ ۱۲م

عن أبي بردة بن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنهما قال: قال لي عبد
الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما: اسمعت اباك يحدث عن رسول الله في
شان ساعة الجمعة؟ قال: قلت: نعم سمعته يقول: سمعت رسول الله صلى الله

تعالیٰ علیہ وسلم یقول: ہی ما بین ان یجلس الامام الی ان تقضى الصلوة۔

حضرت ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: کہ آپ نے اپنے والد گرامی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور کی حدیث جمعہ کے دن کی اس خاص ساعت کے بارے میں سنی جس میں دعا قبول ہوتی ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ساعت امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے لیکر نماز ادا ہونے تک ہے۔ ۱۲م

عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

التمسوا الساعة التي ترجی فی يوم الجمعة بعد العصر الی غیوبة الشمس۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن جس ساعت میں قبولیت دعا کی غالب امید ہے اس کو تم عصر سے غروب آفتاب تک تلاش کرو۔ ۱۲م

عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم: ان فی الجمعة ساعة لا یسأل اللہ العبد فیها شیئا الا اتاه اللہ ایاہ، قالوا: یا

رسول اللہ! اية ساعة هی، قال: حین تقام الصلوة الی انصراف عنہا۔

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے اس ساعت میں جو مانگتا ہے پاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا:

یا رسول اللہ! وہ کونسی ساعت ہے؟ فرمایا: جب نماز قائم ہو اس وقت سے فارغ ہونے تک۔ ۱۲م

۲۵۱۷۔ عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: خرجت الی الطور فلقيت

کعب الاحبار فجلست، فحدثنی عن التورات وحدثته عن النبی صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم فكان فیما حدثته ان قلت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اخیر يوم طلعت علیہ الشمس يوم الجمعة فيه خلق آدم، وفيه اهبط، وفيه تيب

علیہ، وفيه يموت، وفيه تقوم الساعة، واما من دابة الا و هی مصبحة يوم الجمعة

من حين تصبح حتى تطلع الشمس شفقا من الساعة الا الجن و الانس ، و فيه ساعة لا يصادفها عند مسلم و هو يصلي فيسأل الله شيئا الا اعطاه اياه، قال كعب: ذلك في كل سنة ، فقلت : بل في كل جمعة ، فقرأ كعب التوراة فقال : صدق رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں طور کی جانب سفر کر کے گیا تو وہاں حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، میں ان کی مجلس میں بیٹھا تو انہوں نے تورات سے کچھ سنایا اور میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمام ایام میں بہتر و افضل یوم جمعہ ہے۔ کہ اسی میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن زمین پر اتارے گئے، اسی دن ان کی توبہ قبول ہوئی اسی دن ان کا وصال ہوا، اسی دن قیامت قائم ہوگی زمین پر چلنے والا ہر جانور جمعہ کے دن صبح ہی سے قیامت آنے سے خوفزدہ رہتا ہے مگر جن و انس۔ اور اسی دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ مسلمان بندہ بحالت نماز جب دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے۔ حضرت کعب نے فرمایا: یہ ہر سال میں فقط ایک دن ہے میں نے کہا: بلکہ ہر جمعہ میں ایک ساعت ہے۔ حضرت کعب نے جب دوبارہ تورات پڑھی تو بولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ۱۲م

عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : في الجمعة ساعة لا يوافقها عبد يستغفر الله الا غفر له .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں کوئی بندہ استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیتا ہے۔ ۱۲م

﴿ ۴ ﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس بات پر اجماع ہے کہ قبولیت دعا کی ساعت روز جمعہ کی پچھلی ساعت ہے۔ ساعت جمعہ کے بارے میں اگرچہ اقوال علماء چالیس سے متجاوز ہوئے مگر قوی و راجح

ومختار اکابر محققین و جماعت کثیرہ ائمہ دین دو قول ہیں۔

ایک وہ جس کی طرف حضرت والد ماجد قدس سرہ نے ارشاد فرمایا: یعنی ساعت اخیرہ روز جمعہ غروب آفتاب سے کچھ ہی پہلے ایک لطیف وقت۔ اشباہ میں فرمایا: ہمارا یہ ہی مذہب ہے عامہ مشائخ حنفیہ اسی طرف گئے۔

یونہی تاتارخانیہ میں اسے ہمارے مشائخ کرام کا مسلک ٹھہرایا۔ اور یہ ہی مذہب ہے عالم الکتابین سیدنا حضرت عبداللہ بن سلام، سیدنا حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور اسی طرف رجوع فرمایا سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔ اور ایسا ہی منقول ہے حضرت بتسول زہراء صلوات اللہ وسلامہ علیٰ اہلبہا وعلیہا سے۔ اور یہ ہی مذہب ہے امام شافعی و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا۔ اور امام اسحاق بن راہویہ و ابن الزمکانی، اور ان کے تلمیذ علانی وغیرہم علماء کا۔ امام ابو عمرو بن عبدالبر نے فرمایا: اس باب میں اس سے ثابت ترک کوئی قول نہیں۔ فاضل علی قاری نے کہا: یہ تمام اقوال سے زیادہ لائق اعتبار ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں: اکثر احادیث اسی پر ہیں۔ ولہذا حضرت والد ماجد قدس سرہ نے اسی کو اختیار فرمایا۔

دوسرا قول جب امام منبر پر بیٹھے۔ اس وقت سے فرض جمعہ کے سلام تک ساعت موعودہ ہے۔ یہ حدیث مرفوعہ ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منصوص ہوا۔ امام مسلم نے فرمایا: یہ سب اقوال سے اصح اور احسن ہے۔ اسی کو امام بیہقی و امام ابن العربی و امام قرطبی نے اختیار کیا۔

امام نووی نے فرمایا: یہ ہی صحیح بلکہ صواب ہے۔ اور اسی طرح روضہ و در مختار میں اس کی

صحیح کی۔

دلائل طرفین فتح الباری وغیرہ میں مبسوط۔ اور انصاف یہ ہے کہ دونوں جانب کافی قوتیں ہیں۔ طالب خیر کو چاہیے کہ دونوں وقت دعا میں کوشش کرے۔ یہ طریقہ جمع کا امام احمد وغیرہ اکابر سے منقول۔ اور بیشک اس میں امید قوی و اتم، اور مصادفت مطلوب کی توقع اعظم، واللہ سبحانہ و تعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: اس دوسرے قول پر اس مابین میں دعا دل سے ہوگی۔ یا زبان سے دعا کا موقع بعد التحیات و درود کے ملے گا۔ خواہ حالہ بن السجدتین میں جبکہ امام بھی وہاں قدرے

ذیل المدعا ص ۴۷

توقف کرے۔ فافہم

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله تعالى عنهم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال : خير الدعاء دعاء يوم عرفة -

حضرت عمرو بن شعيب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق عن ابيہ عن جدہ روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ ۱۲م
عن عبد الله بن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : خير الدعاء دعاء يوم عرفة و خير ما قلت انا و النبيون من قبلى لا اله الا الله و حده لا شريك له ، له الملك و له الحمد ، و هو على كل شىء قدير -

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بہتر دعا عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ اور بہتر وظیفہ وہ ہے جو میرا اور انبیائے سابقین کا رہا ہے یعنی لا اله الا اللہ و حده لا شريك له ، له الملك و له الحمد و هو على كل شىء قدير -

عن عثمان بن العاص رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم تفتح ابواب السماء نصف الليل ، فينادى مناد ! هل من داع فيستجاب له ؟ هل من سائل فيعطى ؟ هل من مكروب فيفرج عنه - فلا يبقى مسلم يدعو الله بدعوة الا استجاب الله عز وجل له الا زانية تسعى بفرجها او عشار -

حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدھی رات کو آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور منادی ندا کرتا ہے! کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کیا کریں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ اس کی مشکل کشائی ہو؟ اس وقت جو مسلمان اللہ عزوجل سے کوئی دعا کرتا ہے مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ مگر زانیہ کہ اپنی فرج کی کمائی کھاتی ہے، یا لوگوں سے بے جا حاصل کھیلنے والا۔

فتاویٰ رضویہ ۱۸۲/۹

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جوف الليل الآخر الدعاء فيه افضل وارجى -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نصف رات میں دعا افضل ہے اور قبولیت کی اس میں زیادہ امید ہے۔

ذیل المدعا، ۳۵

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الدعاء بين الاذان والاقامة مستجابة فادعوا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اذان و اقامت کے درمیان دعا قبول ہوتی ہے۔ لہذا اس وقت دعا کرو۔ ۱۲ ام

عن عبادة بن الصامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من تعار من الليل فقال: لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، وسيحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله، ثم قال: اللهم اغفر لي، او قال: ثم دعا استجيب له، فان عزم توجها ثم صلى قبلت صلواته۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے شب بیدار رہ کر پڑھا، لا اله الا الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير، اور سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر ولا حول ولا قوة الا بالله، اور پھر بطور دعا پڑھا، اللهم اغفر لي، یا فرمایا: پھر اس نے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہے۔ پھر اس نے ارادہ نماز کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی تو اس کی نماز قبول ہے۔ ۱۲ ام

عن ام المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلي الله تعالى عليه وسلم: ثلاث ساعات للمسلم ما دعا فيهن الا استجيب له، ما لم يسئل قطيعة رحم او ماتما، حين يؤذن المؤذن بالصلوة حتى

یسکت، وحين يلتقى الصفان حتى يحكم الله تعالى بينها، وحين ينزل
المطر حتى يسكن۔۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے تین اوقات ایسے ہیں کہ ان میں
دعا قبول ہوتی ہے اگر کسی گناہ یا رشتہ کاٹنے کی دعا نہ کرے، اذان کے وقت، جہاد کے وقت، اور
بارش ہوتے وقت۔ ۱۲م

سورہ فصلت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۱) وَقَالُوا الْجُلُودِہُمْ لِمَ شَہِدَتْہُمْ عَلَیْنَا ط قَالُوا اَنْطَقْنَا اللّٰهُ

الَّذِی اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ وَہُوَ خَلَقَکُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْہِ تُرْجَعُونَ . ☆

اور وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے تم نے ہم پر کیوں گواہی دی وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اس نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں قیامت کے دن انسان کی کھالوں کی گویائی کا ذکر جس سے امام احمد

رضا قدس سرہ مندرجہ ذیل استدلال فرمایا)

آخرس تو انسان ہے، جامد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے۔

کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں و جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار رہا

بار ہوگا۔ قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا۔ جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل

کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے، شجر و حجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آ

یہ میرے پیچھے یہودی ہے۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا

احادیث میں وارد۔ اللہ عزوجل اپنی قدرت کا اظہار بھی یونہی فرمائے گا۔

اگر کلام جماد و آخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا زہار وقوع کا نام نہ پاتا۔ کہ ہر ممتنع

بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم۔ تو وقوع نے ظاہر کر دیا کہ صرف خلاف

عادت ہے۔ جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالة پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی۔ تو یقیناً اس

کے لئے بھی جواز وقوعی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی۔ اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا

عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل میں مدح ہے۔ تو لاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے۔ آگے خود دیکھ لیجئے کہ آخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا۔ العظیمة للہ۔ اگر لازم قولی قول ٹھہرے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے۔ مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا۔ اہل بدعت خصوصاً نجدیہ کہ یہ شخص جن کا معلم و امام ہے کفر و شرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہے، بات پیچھے اور کفر و شرک پہلے۔ اگر جزاء سیئة سیئة مثلھا (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتویٰ کفر نہ دیتے مگر الحمد للہ یہاں۔ ادفع بالتی ہی احسن (برائی کو بھلائی سے ٹال) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۳۹۸-۳۹۹)

(۳۳) وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا
وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ☆

اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیکی کرے اور کہے میں

مسلمان ہوں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلائے کا ذکر ہے اس سے ہر کار خیر کی طرف بلانا ثابت)

عیدین میں ”الصلاة جامعة“ نماز کی جماعت تیار ہے، باواز بلند پکارنا مستحب ہے
مرقات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے:

يستحب ان ينادى لها الصلوة جامعة بالاتفاق۔

یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق مستحب ہے۔

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب

رکھا ہے بلکہ درمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا۔ یشوب بین الاذان والإقامة فی الكل

للککل بما تعارفوه۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله فی الکل ای الصلوات لظهور التوانی فی الامور الدینیة قال فی العنایة
احدث المتأخرون التثویب بین الاذان والاقامة علی حسب ماتعارفوه فی جمیع
الصلوات سوی المغرب مع ابقاء الاول یعنی الاصل وهو تثویب الفجر ماراه
المسلمون حسنا فهو عند الله حسن اه۔

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لئے اذان و اقامت کے درمیان
تثویب کہنا چاہئے۔

فی الکل۔ سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کہے، کیونکہ دینی امور میں سستی
غالب آچکی ہے۔ عنایہ میں ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے مغرب
کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان و اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے
اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔

نماز جنازہ میں حریم شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں۔ الصلوۃ علی
لمیت یرحمکم اللہ میت پر نماز جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اور یہ سب اس آیت کریمہ کے
تحت میں داخل ہے کہ "من احسن قولا ممن دعا الی اللہ" اس سے کس کی بات بہتر جو اللہ کی
طرف بلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی الہدیٰ فله اجرہ واجر من تبعہ۔ جو کسی نیک بات کی طرف بلائے
اس کے لئے اس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں ان سب کا ثواب ہے
اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔

(جدید ۳۸۴/۵-۳۸۵)

(۴۱) اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ

عَزِیْزٌ ۙ

بے شک جو ذکر سے منکر ہوئے جب وہ ان کے پاس آیا ان کی خرابی کا کچھ حال نہ
پوچھ اور بیشک وہ عزت والی کتاب ہے۔

(۴۲) لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ مَا تَنْزِيلٌ مِنْ

حَكِيمٍ حَمِيدٍ ☆

باطل کو اس کی طرف راہ نہیں نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے اتارا ہوا ہے
حکمت والے سب خوبیوں سے سزا ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم التنزیل شریف میں ہے:

قال قتادة والسدى الباطل هو الشيطان لا يستطيع ان يغیر او یزید فیہ او
ینقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ من ان ینقص منه فیاتیة الباطل من بین
یدیہ او یزاد فیہ فیاتیة الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان -
یعنی قتادہ و سدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کچھ گھٹا، بڑھا اور بدل
نہیں سکتا۔ زجاج نے کہا باطل کہ زیادت و نقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہو جائے
تو باطل سامنے سے آئے، بڑھ جائے تو پس پشت سے، اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام فخر الاسلام بزدوی
مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳، ص ۱۸۸ و ص ۱۸۹۔ میں ہے:

كان نسخ التلاوة الحکم جمیعا جائز ا فی حیاة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فاما بعد وفاته فلا یجوز، قال بعض الرافضة والملحدة ممن یستتر باظهار
الاسلام وهو قاصد الی افساده هذا جائز بعد وفاته ایضا، وزعموا ان فی القرآن
كانت آیات فی امامة علی فی فضائل اهل البیت فکتبها الصحابة فلم تبق
باندراس زمانهم والدلیل علی بطلان هذا القول قوله تعالیٰ: انا نحن نزلنا الذکر
وانا له لحفظون۔ کذا فی اصول الفقہ لشمس الائمة اه ملتقطا۔

قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت و حکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم میں جائز تھا، بعد وفات اقدس ممکن نہیں۔ بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں
بظاہر مسلمان کا نام لیکر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقتہً انہیں اسلام کا تباہ کرنا مقصود ہے، وہ کہتے

ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے، وہ جکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامت مولیٰ علی وفضائل اہل بیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں، جب وہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں۔ اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے: کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اسکے نگہبان ہیں۔ ایسا ہی امام شمس الاممہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفا شریف مطبع صدیقی صفحہ ۳۶۲ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کر کے فرماتے ہیں:

و كذلك من انكر القرآن او حرفا منه او غير شيئا منه او زاد فيه “

یعنی اسی طرح وہ بھی قطعاً جماعاً کافر ہے جو قرآن عظیم یا اسکے کسی حرف کا انکار کرے یا اسکے سے کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجود سے کچھ زیادہ بتائے۔

فوائح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ۶۱۷ میں ہے:

اعلم ان رايت في مجمع البيان تفسير الشيعة انه ذهب بعض اصحابهم الى ان القرآن العياذ بالله كان زائدا على هذا المكتوب قد ذهب بتقصير من الصحابة الجامعين العياذ بالله لم يختر صاحب ذلك التفسير هذا القول فمن قل بهذا القول فهو كافر لا نكاره الضروري -

یعنی میں نے طبری رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذ باللہ ان کے قصور سے جانا تا رہا، اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۰/۵۲۲-۵۳۲)

سورۃ الشوریٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۱) اَمْ لَهُمْ شُرَكَوَا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّیْنِ مَآلْمٌ یَاذُنُ بِهٖ اللّٰهُ
طَوَّلُوْا كَلِمَةً الْفُصْلِ لِقُضٰی بَیْنَهُمْ ط وَاِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِیْمٌ. ☆

یا ان کے لئے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے وہ دین نکال دیا ہے کہ اللہ نے
اس کی اجازت نہ دی اور اگر ایک فیصلہ کا وعدہ نہ ہوتا تو یہیں ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اور بے
شک ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اقول وباللہ التوفیق، احکام الہیہ دو قسم ہیں۔

اول تکوینیہ: مثل احیاء و اماتت، قضائے حاجت و دفع مصیبت، عطاء دولت،
رزق، نعمت، فتح اور شکست وغیرہ عالم کے بند و بست۔

دوم تشریحیہ: کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کر دینا۔
مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیر خدا کی
طرف بروجہ ذاتی احکام تشریحی کی اسناد بھی شرک، قال اللہ تعالیٰ۔

ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدين ما لم يأذن به الله۔

کیا ان کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے واسطے دین
میں وہ راہیں نکال دیں ہیں جنکا خدا نے حکم نہ دیا۔ اور بروجہ عطائی امور تکوین کی اسناد بھی شرک
نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: والمدبرات امر۔

قسم ان مقبول بندوں کی جو کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں،

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں۔

حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ ابو در تمام امت بر مثال پیراں و مرشداں می پرستند و امور تکوینیہ را با ایشاں وابستہ می دانند۔ و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشاں رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است۔

حضرت امیر یعنی حضرت مولیٰ علی مشکل کشا اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام امت اپنے مرشد جیسے سمجھتی ہے اور امور تکوینیہ کو انہیں سے وابستہ جانتی ہے، اور فاتحہ، درود، صدقات اور ان کے ناموں کی نذر وغیرہ دینا رائج و معمول ہے۔

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں۔ اگر کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اچھلتا، اور اگر کہتے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سو جھتا ہے۔ یہ ان کا نرا حکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہ مذہب میں کجا پن ہے، جب ذاتی و عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام احکام میں فرق کیسا؟ سب یکساں شرک ہونا لازم۔

ان کا امام مطلق و عام کہہ گیا:

کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔

نیز کہا:

کسی کام کو روایا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔ تفویہ الایمان

صاف تر کہا:

کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انہیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں۔ تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہوتا ہے۔ تفویہ الایمان

اور آگے اسکا قول

رسول اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کی خبر دینا ہے

تفویہ الایمان

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے
حصر کیساتھ تصریح کر چکا ہے کہ

پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے،

تفویہ الایمان

نیز کہا کہ:

انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا، سوا ان میں بڑائی یہ ہی ہوتی ہے
کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں، صرف
بتانے، جاننے، پہچاننے پہو چانے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں، فرائض کو انہوں نے
فرض کیا محرمات کو انہوں نے حرام کر دیا۔

تفویہ الایمان

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوئے اپنے بزرگوں سے آئے انہیں ان کے اگلوں نے
بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے،
تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے، یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا
نبی کی نسبت یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم
سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں۔ اور
انہیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام
تصریح کی کہ۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں، یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح
کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

تفویہ

تو ذاتی عطائی کا تفرقہ دین نجدیت میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا وہ کہہ چکا۔
نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے، اس نے تو یہ ہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا امت مانو

تفویہ

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھری تو رسول کا حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول

کے لئے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیوں کر شرک نہ ہوگا۔ غرض وہ اپنی پکی دھن کا پکا ہے،
 ولہذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد پیش
 کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار وغیرہ منع فرمایا، مگر جو ارشاد ہوا کہ مدینے کو حرم
 میں کرتا ہوں، اس چوٹی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے:

خدا کے سوا کسی کو نہ مانو۔
 تقویۃ

صاف صاف حکم شرک جڑ دیا، اور اللہ تعالیٰ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا۔

وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

واللہ الہادی الی منائر النور۔

ہم پہلے چند آیتیں قسم اول یعنی احکام تکوینیہ کی تلاوت کرتے ہیں پھر احکام
 تشریحیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے، وباللہ التوفیق۔

آیت: ان کل نفس لما علیہا حافظ۔

کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔ یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان

رہتے ہیں۔

آیت: ۲۔ ان الذین توفتہم الملائکۃ۔

بیشک وہ لوگ جنہیں موت دی فرشتوں نے۔

آیت: ۳۔ جاء تہم رسلنا یتوفونہم۔

ہمارے رسول ان کے پاس آئے انہیں موت دینے کو۔

آیت: ۴۔ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ۔

کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔

آیت: ۵۔ ان الحزبی الیوم والسوء علی الکافرین توفتہم الملائکۃ

طالعی انفسہم۔

بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں

اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر تم ڈھائے ہوئے ہیں۔

آیت: ۶۔ كذلك یحزى اللہ المتقین الذین توفتہم الملائکۃ طیبین۔

ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیز گاروں کو جنہیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔ جعلنا اللہ منهم بفضل رحمته بهم، آمین

آیت ۷۔ الرّٰ کتاب انزلناه الیک لیخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید۔

یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف، ان کے رب کی پروانگی سے غالب، ہر اے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۸۔ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیتنا ان اخرج قومک من الظلمات الی

النور۔

اور بیشک بالیقین ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسیٰ! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول: اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایت، جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں، ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے، تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دیدی،۔ اس امت کو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا، انہیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انہیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔ الحمد للہ، قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی۔

پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کو کیا کر سکوں، غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعویٰ ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ برے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سنا دیوے، دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں، انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنمی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں، ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار۔

ملخصاً تقویۃ الایمان

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ، دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اس اکرم الاکرمین کا بجالیئے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا، ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہ تعالیٰ محفوظ بھی رہے تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا

تو کریم، اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطاءے ذاتی خاصہ خدا ہے، انک لا تھدی من اجبت، وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے، کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بے عطاءے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ تا خدا نہ وہد سلیمان کے وہد یہ ہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بھٹکے، اور افتؤ منون بعض الكتاب و تکفرون بعض، میں داخل ہوئے۔

نسأل الله العافية وتمام العاقبة و دوام العافية والحمد لله رب العالمین۔
الامن والعلی ۱۵۷ تا ۱۷۰

(۲۵) وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ☆

اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے، اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔

عن ابی الدرداء رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: كليل شئ يتكلم به ابن آدم فانه مكتوب عليه، فاذا خطأ الخطيئة ثم احب ان يتوب الى الله عزوجل فليات بقعة مرتفعة فليمد يديه الى الله ثم يقول: اللهم انى اتوب اليك منها لا ارجع اليها ابدا، فانه يغفر له ما لم يرجع فى عمله ذلك۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے، تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے کہ بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور کہے: الہی! میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کرونگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے بعد اور دوری نیز محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان کا قرب حاصل ہو۔ جب سیدنا حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا، وہاں تشریف لیجانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی: اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پر تائب قریب کر دے۔

(فتاویٰ رضویہ ۳/۵۲۲)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول لله صلى الله تعالى عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسا ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ۳/۲۱۰)

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: خير الخطائين التوابون۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خطا کار کی خیر اس میں ہے کہ توبہ کرے۔

(فتاویٰ رضویہ ۷/۵۱۰)

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۵۵۲)

﴿۴﴾ ذَلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهَ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

سورة الزخرف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۸) اَوْ مَنْ يَنْشَأُ فِي الْجِلْدِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ

مَبِينٌ. ☆

اور کیا وہ جو گہنے میں پروان چڑھے اور بحث میں صاف بات نہ کرے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عورتوں کو سونے چاندی کے زیورات پہننا جائز ہیں۔

عن زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم الذهب و الحریر حل لانا امتی و حرام علی ذکورھا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سونا اور ریشم کا لباس میری امت کی عورتوں کو حلال اور مردوں پر حرام

ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۳/۹)

(۳۶) وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقِضْ لَهُ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهُ

قَرِیْنٌ. ☆

اور جسے رتو نہ آئے رحمن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا

ساتھی رہے۔

(۳۷) وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّونَهُمْ عَنِ السَّبِیْلِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ

مَهْتَدُونَ. ☆

اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

(۳۸) حَتّٰی إِذَا جَاءَ نٰقًا لَیَأْتِ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ بَعْدَ

☆ الْمَشْرِقَيْنِ فَيَنْسُ الْقُرَيْنِ ☆

یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میں پورب پچھتم کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی براسا تھی ہے۔

(۳۹) وَلَنْ يَنْفَعَكُمْ الْيَوْمَ اِذْ ظَلَمْتُمْ اَنْكُم فِي الْعَذَابِ

☆ مُشْتَرِكُونَ ☆

اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک،

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہ پست فطرت، دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ کا ڈرنہ دلائیں

۔ قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۶۴۵)

سورة الاحقاف

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۵) وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ط حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا
وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ط وَحَمَلَهُ وَفِضْلَهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ط حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ
وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً لَّ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي
أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي
فِي ذُرِّيَّتِي ۖ إِنِّي تُبِّتُّ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ☆

اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرنے اس کی ماں نے اسے پیٹ
میں رکھا تکلیف سے اور جنی اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا میں
مہینہ میں ہے یہاں تک کہ جب اپنے زور کو پہونچا اور چالیس برس کا ہوا عرض کی اے میرے
رب میرے دل میں ڈال کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کی
اور میں وہ کام کروں جو تجھے پسند آئے اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح رکھ میں تیری
طرف رجوع لایا اور میں مسلمان ہوں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اولاد پر باپ کا حق نہایت عظیم ہے اور ماں کا حق اس سے اعظم۔ اس آیت کریمہ میں
رب العزت ماں باپ دونوں کے حق میں تاکید فرما کر ماں کو پھر خاص الگ کر کے گنا اور اس کی
ان سختیوں اور تکلیفوں کو جو اسے حمل و ولادت اور دو برس تک اپنے خون کا عطر پلانے میں پیش
آئیں جن کے باعث اس کا حق بہت اشد و اعظم ہو گیا شمار فرمایا، اسی طرح دوسری آیت میں
ارشاد کرتا ہے: ”ووصینا الانسان بوالديه حملته امه زهنا على وهن وفضله في عامين
ان اشكر لى ولو الديك۔“ تاکید کی ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے حق میں، پیٹ میں

رکھا اس کی ماں نے سختی پر سختی اٹھا کر اور اس کا دودھ چھٹنا دو برس میں ہے، یہ کہ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا۔

یہاں ماں باپ کے حق کی کوئی نہایت نہ رکھی کہ انہیں اپنے حق جلیل کے ساتھ شمار کیا فرماتا ہے: شکر بجالا میرا اور اپنے ماں باپ کا ”اللہ اکبر اللہ اکبر وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم“ یہ دونوں آیتیں اور اسی طرح بہت حدیثیں دلیل ہیں کہ ماں کا حق باپ کے حق سے زائد ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۹/۵۹)

سورۃ محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجْتِكَ ۚ أَهْلَكَنَّهُمْ فَلَانَاصِرَ لَهُمْ ۚ ☆

اور کتنے ہی شہر کہ اس شہر سے قوت میں زیادہ تھے جس نے تمہیں تمہارے شہر سے باہر کیا ہم نے انہیں ہلاک فرمایا تو ان کا کوئی مددگار نہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی مکہ معظمہ بلکہ تمام دنیا میں جیسا کفر و کفرین کا تسلط و غلبہ تھا ظاہر و عیاں ہے، اور اکثر مرسلین کرام اصحاب شراعیہ جدیدہ علیہم الصلوٰۃ والسلام ایسے ہی شہروں میں پیدا ہوتے اور وہیں کے ساکن ہو کر انہیں پر مبعوث ہوئے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جس وقت غلبہ کفر کے سبب مکہ معظمہ سے ہجرت کی ضرورت ہوئی اس وقت بھی قرآن عظیم نے مکہ مکرمہ کو شہر ہی فرمایا جیسا کہ آیت میں ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۳۶۸/۸)

(۱۹) فَاعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لَذُنُوبِكِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلِّبِكُمْ وَمَثْوَاكُمْ ۚ ☆

تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اسے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کو حکم دیتا ہے کہ
مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہ مجھ سے بخشو اور شفاعت کا سہ کا نام ہے۔
(قدیم: ۱۱/۱۳۵)

﴿۳۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ
وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ ☆

اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔
﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
اگر کسی نے شرعی وضو کا ارادہ کیا اور بعض اعمال کئے پھر وضو کو بلا عذر نامکمل چھوڑ دیا۔
تو یہ فعل عبث ہے اور اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطع کو ابطال قرار دیا۔
فرماتا ہے: تم اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اور باطل کا کوئی حکم نہیں۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۷۲۲)

سورة الفتح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) لِيُغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ

عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا. ☆

تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور

اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھا دے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

لام ”لک“ تعلق کا ہے اور ”ما تقدم من ذنبك“ تمہارے اگلوں کے گناہ اعمیٰ سیدنا

عبداللہ و سیدنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ سے منہائے نسب کریم تک تمام آبائے کرام و امہات

طیبات باسثنائے انبیائے کرام مثل آدم و شیث و نوح علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور ”ماتأخر“

تمہارے پیچھے یعنی قیامت تک تمہارے اہلسنت و امت مرحومہ۔ تو حاصل کریمہ یہ ہوا کہ ہم

نے تمہارے لئے فتح مبین فرمائی تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سبب سے بخشدے تمہارے علاقہ کے

سب اگلوں پچھلوں کے گناہ والحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱۲/۱)

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوة میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتیکہ داشت خدا شد بر و تمام۔

میرے ایک وعظ میں ایک نفس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور

اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے معیار کامل ہے، وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ

دینا چاہی طور پر ہوتا ہے۔ یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں۔ یا دے سکتا ہے مگر بجلی

مانع ہے۔ یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔ یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی۔ الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحت قدرت الہی ہیں، اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر جواد سے بڑھکر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر فضل و کمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ عزوجل کو کوئی محبوب نہیں، لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں جس قدر برکات ہیں مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں، اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضروریہ بھی عطا فرماتا جیسے۔ ارشاد ہوا۔ لو اردنا ان نخذ ولد الاخذناہ من لدنا ان کنافا علیین، اگر ہم بیٹا چاہتے تو اپنے پاس سے کر لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا۔ گویا ارشاد ہوتا ہے اے نصرانیو! تم عزیز کو اور عرب کے مشرکو تم ملائکہ کو ہماری اولاد ٹھہراتے ہو، ہمیں اگر اپنے لئے بیٹا بنانا ہوتا تو انہیں کو نہ بناتے جو سب سے زیادہ ہمارے مقرب ہیں یعنی

محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (المملفوظ۔ ۲/۲۵۸)

(۸) اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ☆

بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سنانا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کہ جو تمہاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذ اللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ۔ اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار۔ تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال و اعمال و احوال ان کے سامنے ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۱۶۸)

(۹) لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ

بِكْرَةً وَأَصِيلًا ☆

تا کہ اسے لوگوں کو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح

و شام اللہ کی پاکی بولو گے

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معلوم ہوا کہ دین و ایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کا نام ہے۔ جو ان

کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل و بیکار کیا چاہتا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۱۶۸/۱۵)

(۲۵) هُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدَّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
وَالْهَدْيِ مَعَكُوفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَجَلَّةً طَوْلًا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَاءٌ
مُّؤْمِنَاتٌ لَمْ تَعْلَمُوهُنَّ اَنْ تَطُوهُنَّ تَصِيبِكُمْ مِنْهُنَّ مَعْرَةٌ بَغَيْرِ عِلْمٍ
لِيَدْخُلَ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَاءُ ۗ لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا
مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔

وہ وہ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں مسجد حرام سے روکا اور قربانی کے جانور کے پڑے
اپنی جگہ پہنچنے سے اور اگر یہ نہ ہوتا کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں جن کی تمہیں خبر نہیں کہیں
تم انہیں روند ڈالو تو تمہیں ان کی طرف سے انجانی میں کوئی مکروہ پہنچے تو ہم تمہیں ان کی قتال کی
اجازت دیتے ان کا یہ بچاؤ اس لئے ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں داخل کرے جسے چاہے اگر وہ جدا
ہو جاتے تو ضرور ہم ان میں کے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عمرے کے لئے
مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا، شہر میں نہ جانے دیا، صلح پر
فیصلہ ہوا، ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دہتی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں بڑی فتح نمایاں
تھی جسے اللہ عزوجل نے ”انا فتحنا لک فتحا مبینا“ فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت
نازل فرمائی کہ اس سال تمہیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں، مکہ معظمہ میں بہت
مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمہیں خبر نہیں، تم قہر اجاتے تو وہ بھی تیغ و بند
کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا بھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالیٰ
انہیں اپنی رحمت میں لے گا، اسلام دے گا، ان کا قتل منظور نہیں، ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے
عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا، یہ سب لوگ الگ ہو جاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔
کیسا روشن نص ہے کہ اہل اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے واللہ اعلم۔

(الامین والعلیٰ۔ ص ۶۳)

(۲۹) مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ط وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ تُرْهَمُ رُكْعًا سَجْدًا تَ يَبْتَغُونَ فِضْلًا مِنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا ز سِيِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ط ذَلِكَ مَثَلُهُمْ
فِي التَّوْرَةِ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ت كَزَّرَعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً فَاسْتَغْلَظَ
فَاسْتَوَى عَلَى سَوْقِهِ يُعْجَبُ الزَّرَّاعُ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارُ ط وَعَدَّ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ☆

محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے ساتھ والے کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل
تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدے میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے ان کی علامت ان کے
چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے یہ ان کی صفت توریت میں ہے اور ان کی صفت انجیل میں
جیسے ایک کھیتی اس نے اپنا پٹھا نکالا پھر اسے طاقت دی پھر دبیز ہوئی پھر اپنی ساق پر سیدھی کھڑی
ہوئی کسانوں کو بھلی لگتی ہے تاکہ ان سے کافروں کے دل جلیں اللہ نے وعدہ کیا ان سے جو ان
میں ایمان اور اچھے کاموں والے ہیں بخشش اور بڑے ثواب کا۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس نشانی کی تفسیر میں چار قول ماثور
ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ: سیماءہم فی وجوہہم من اثر السجود
ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے سجدے کے اثر سے۔

قول اول = وہ نور کہ روز قیامت ان کے چہروں پر برکت سجدہ سے ہوگا۔
یہ حضرت عبد اللہ بن مسعود، امام حسن بصری، عطیہ عوفی، خالد حنفی اور مقاتل بن حیان
سے ہے۔

قول دوم = خشوع و خضوع و روش نیک جس کے آثار صالحین کے چہروں پر دنیا میں
ہی بے لضعظ ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ حضرت عبد اللہ بن عباس اور امام مجاہد سے ہے۔
قول سوم = چہرہ کے زردی کہ قیام اللیل و شب بیداری میں پیدا ہوتی ہے۔
یہ امام حسن بصری، ضحاک، عکرمہ اور شمر بن عطیہ سے ہے۔

قول چہارم = وضو کی تری اور خاک کا اثر کے زمیں پر سجدہ کرنے سے ہاتھ اور نا

ک پر مٹی لگ جاتی ہے۔ یہ امام سعید بن جبیر اور عکرمہ سے ہے۔

ان میں پہلے دو قول اقوی و اقدم ہیں کہ دونوں خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث سے مروی ہیں۔ اور سب سے قوی و مقدم پہلا قول ہے کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے بسند حسن ثابت ہے۔

رواہ الطبرانی فی المعجم الاوسط والضعیف وابن مردویہ عن ابین کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی قوله عز وجل: سیماهم فی وجوههم من اثر السجود وقال: النور یوم القیامة “
ولہذا امام جلال الدین محلی نے جلالین میں اسی پر اقتصار کیا۔

قول سوم میں قدر ضعف ہے کہ وہ اثر بیداری ہے نہ اثر سجود۔ ہاں بیداری بغرض سجود

ہے۔

اور چہارم سب سے ضعیف تر ہے۔ وضو کا پانی اثر سجود نہیں۔ اور مٹی بعد نماز چھڑا دینے کا حکم ہے۔ یہ سیما و نشانی ہوتی تو زائل نہ کی جاتی۔ امید ہے کہ سعید بن جبیر سے اس کا ثبوت نہ ہو۔ بہر حال یہ سیاہ دھبہ کہ بعض کے ماتھے پر کثرت سجود سے پڑتا ہے تفاسیر ماثورہ میں اس کا پتہ نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن عباس و سائب بن یزید و مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا انکا ر ماثور۔ طبرانی نے معجم کبیر اور بیہقی نے سنن میں حمدی بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔

میں سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس حاضر تھا، اتنے میں ایک شخص آیا جس کے چہرہ پر سجدہ کا داغ تھا۔ سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لقد افسد هذا وجهه انا والہ ماہی السیما التي سمی اللہ ولقد صلیت علی جبہتی منذ ثمانین سنة ما اثر السجود بینی عینی“ بیشک اس شخص نے اپنا چہرہ بگاڑ لیا۔ سنتے ہو خدا کی قسم یہ وہ نشانی نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ میں اسی (۸۰) برس سے نماز پڑھتا ہوں میرے ماتھے پر داغ نہ ہوا۔

سعید ابن منصور و عبد بن حمید و ابن نصر و ابن جریر نے مجاہد سے روایت کی اور یہ سیاق اخیر ہے۔

”حدثنا ابن حمید نا جریر ابن منصور ان مجاہدا فی قوله تعالیٰ: سیما

هم فی وجوههم من اثر السجود وقال: هو الخشوع فقلت: هو اثر السجود فقال: انه يكون بين عينيه مثل ركة العزوه كما شاء الله“

یعنی منصور بن المعتمر کہتے ہیں امام مجاہد نے فرمایا: اس نشانی سے خشوع مراد ہے۔ میں نے کہا بلکہ داغ جو سجدہ سے پڑتا ہے فرمایا: ایک کے ماتھے پر اتنا بڑا داغ ہوتا ہے جیسے بکری کا گھٹنا، اور باطن میں ویسا ہے جیسی اس کے لئے خدا کی مشیت ہوئی یعنی یہ دھبہ تو منافق بھی ڈال سکتا ہے۔

ابن جریر نے بطریقہ مجاہد حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ فرمایا:

”اما انه ليس بالذى ترون ولكنه سيما الاسلام ومجيبته وسمته وخشوعه“

خبردار یہ وہ نہیں جو تم لوگ سمجھتے ہو بلکہ یہ اسلام کا نور، اس کی خصلت، اس کی روش، اس کا خشوع ہے۔

بلکہ تفسیر خطیب شربنی پھر فتوحات سلیمانہ میں ہے۔ ”قال البقائي ولا يظن ان من السیما ما یصنعه بعضه المرأئین من اثر هیئۃ سجود فی جبهته فان ذالك من سیما الخوارج وعن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال لا بغض الرجل واکرہه اذا رأیت بین عینیه اثر السجود“

یعنی یہ نشان سجدہ جو بعض ریاکار اپنے ماتھے پر بنا لیتے ہیں یہ اس نشانی سے نہیں ہے۔ یہ خارجیوں کی نشانی ہے اور ابن عباس سے روایت مرفوع آئی کہ میں آدمی کو دتمن و مکروہ رکھتا ہوں جبکہ اس کے ماتھے پر سجدہ کا اثر دیکھتا ہوں۔

اقول: اس روایت کا حال اللہ جانے اور بفرض ثبوت وہ اس پر محمول جو دکھاوے کے لئے ماتھے اور ناک کی مٹی نہ چھڑائے کہ لوگ جانیں کہ یہ ساجدین سے ہے اور وہ انکار بھی سب اسی صورت ریاکی طرف راجع، ورنہ کثرت سجود یقیناً محمود اور ماتھے پر اس سے نشان خود بن جانا، نہ اس کا روکنا اس کی قدرت میں ہے نہ زائل کرنا، نہ اس کی اس میں کوئی نیت فاسد ہے۔ تو اس پر انکارنا متصور اور مذمت ناممکن بلکہ وہ من جانب اللہ اس کے عمل حسن کا نشان اس کے چہرے

پر ہے۔ تو زیر آیہ کریمہ ”سیما هم فی وجوههم من اثر السجود“ داخل ہو سکتا ہے کہ جو معنی فی نفسہ صحیح ہو اور اس پر دلالت لفظ مستقیم اسے معانی آیات قرآنیہ سے قرار دے سکتے ہیں:

”کما صرح به الامام حجة الاسلام وعليه درج عامة المفسرين الاعلام“
 اب یہ نشان اسی محمود و مسعود نشانی میں داخل ہوگا جس کی تعریف اس آیت کریمہ میں ہے۔ کہ بلاشبہ یہ امر جس طور پر ہم نے تقریر کی فی نفسہ عمل حسن سے ناشی اور اس کی نشانی اور الفاظ آیت کریمہ میں اسکی گنجائش ہے۔ لاجرم تفسیر نیشاپوری میں اسے بھی آیت میں برابر کا محتمل رکھا۔ تفسیر کبیر میں اسے بھی تفسیر آیت میں ایک قول بتایا۔ کشاف و ارشاد العقل میں اسی پر اعتماد کیا۔ بیضاوی نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور اس کے جائز بلکہ محمود ہونے کو اتنا بس ہے کہ سیدنا امام سجاد زین العابدین علی بن حسین بن علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیشانی نورانی پر سجدہ کا یہ نشان تھا

(فتاویٰ افریقہ ص ۷۳)

سورة الحجرات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ
وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالِكُمْ
وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ. ☆

اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور
ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں
تمہارے عمل اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

بعض مسائل میں اہل بدعت اور بعض یا کل اہل سنت متفق ہوتے ہیں اور ان کے ماخذ
حسب اختلاف مذہب مختلف، مثلاً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام پاک لے کر ندا
کرنی ہمارے نزدیک بھی ناجائز ہے، اور وہابیہ تو قاطبہ شرک کہتے ہیں، ان کا ماخذ ملوم وہی
شرک موہوم، اور ہمارے منع کی وجہ آیه کریمہ "لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ
بَعْضِكُمْ بَعْضًا" رسول کا پکارنا اپنے میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، تو نام
لے کر ندا ناجائز ہے بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا خلیفۃ اللہ، وغیرہا اوصاف کریمہ کے ساتھ
ندا چاہئے۔ یوں ہی مسئلہ تلقین بعد دفن کو جمہور معتزلہ تو منع کیا ہی چاہیں کہ ان سنگ سازوں کے
زودیک اموات کی روح و بدن سب اینٹ پتھر ہیں۔ ولہذا وہ سفہاء عذاب قبر و سوال نکیرین کے
منکر ہیں، اور حنفیہ میں جمہور مانعین وہی ہیں، قول اس میں امام زاہد صفار کا قول سن چکے کہ منع
تلقین مذہب معتزلہ پر ہے، قول ۱۳۴ و ۱۳۵ میں جو ہرہ نیرہ و در مختار سے گزرا کہ تلقین اہل سنت
کے نزدیک مشروع ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۹۰۱/۹)

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روضہ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا فرمایا: کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے۔ اور یہ ہی آیت تلاوت کی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۶۹/۱۵)

(۳) **إِنَّ الَّذِينَ يَغْضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ** ☆

بیشک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے دربار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی طرف رہنمائی کی، اس بارگاہ میں بلند آوازی جائز نہیں۔ اور ایسی شدید وعید فرمائی کہ اس میں (معاذ اللہ) عمل ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اور یہاں پست آوازی پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔ اور شبہ نہیں کہ یہ اہتمام صاحب مقام کی ہیبت و اجلال کیلئے ہے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تو دربار الہی جل جلالہ کا ادب و احترام تو اس سے بدرجہا اعلیٰ و اہم ہے۔

(شائم العنبر ۲۵۳- تا ۲۵۵)

(۳) ہمارے اماموں نے اصول کی کتابوں میں تحریر فرمایا کہ (عند) حضور کے لئے ہے، چنانچہ امام فخر الاسلام بزدوی اپنے اصول میں، اور امام صدر الشریعہ نے تنقیح و توضیح میں اور علامہ تفتازانی نے تلویح میں فرمایا: کہ عند حضور کیلئے ہے۔ محقق علی الاطلاق اور ان کے شاگرد رشید محقق چلبی کی شرح تقریر میں ہے کہ عند حضور حسی کے لئے ہے۔ جیسے آیت کریمہ ”فلما رآہ مستقرا عنده“ اور حضور معنوی کے لئے جیسے۔ ”وقال الذی عنده علم من الكتاب“ اس نے کہا جس کے پاس علم کتاب تھا۔ اور اسی طرح امام اجل ابو البرکات نسفی کی منار میں اور اس کی شرح کشف الاسرار میں اور علامہ شمس الدین انصاری نے فصول البیان فی اصول الشرائع میں۔ مولا خسرو نے مرآت الاصول اور اس کی شرح مرقات الوصول میں فرمایا کہ عند حضور حقیقی یا حکمی کیلئے آتا ہے۔ مدق بہاری نے مسلم الثبوت میں ملک العلماء بحر العلوم نے فوائذ الرحموت میں

فرمایا: کہ عند حضور حقیقی کے لئے ہے۔ جیسے ”عندی کوز“ میرے پاس پیالا ہے۔ اور معنوی کے لئے جیسے ”عندی دین فلان“ مجھ پر فلاں کا قرضہ ہے۔ اور یہ بالکل واضح ہے کہ حاضر پیش نگاہ ہے۔ اور جو پیش نگاہ ہے قریب ہی کہا جائے گا، تو نہ تو ”عند“ کے معنی سے قرب کے انکار کی گنجائش اور نہ ”عند“ کیلئے ساتھ چپکا ہونا ضروری ہے۔ اور سچ پوچھو تو ”عند“ اپنے مفاد میں ”بین یدیه“ سے بھی زیادہ وسیع ہے نہ یہ کہ ”عند“ کو ”بین یدیه“ سے تنگ مانا جائے۔ چنانچہ عند اور لدی میں یہی فرق بیان کیا جاتا ہے کہ عند قریب وبعید دونوں کے لئے ہے اور لدی خاص طور پر قریب پر دلالت کرتا ہے۔ رضی نحوی نے شرح کافیہ میں تحریر کیا:

عند اعم تصرفا من لدی لان عند يستعمل فی الحاضر القریب و فیما هو

فی حرزک وان کان بعید بخلاف لدی فانه لا يستعمل فی البعید۔

عند اپنے تصرفات میں لدی سے اعم ہے کہ وہ پاس اور دور دونوں میں مستعمل ہے، اور

لدی کا استعمال بعید میں ہوتا ہی نہیں ہے۔

اور ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ خود قریب کی جو لاناگاہ بھی بہت وسیع ہے، مزید آیات

قرآنیہ سے ہم اسے واضح کرتے ہیں۔

ارشاد الہی:

ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ۔

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنی آواز پست کرتے ہیں۔

فقہ قرآنیہ میں ہم واضح کر آئے ہیں کہ یہ حکم ہر اس شخص کے لئے ہے جو رسول اللہ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیش نگاہ ہو۔ حضور کے بالکل پاس بیٹھنے والوں کے لئے کچھ خاص نہیں

بلکہ جو پاس ہے اور جو باب مسجد کے پاس ہے سب کے لئے یہی حکم ہے، محراب رسول اور

دروازہ مسجد پر بیٹھنے والے دونوں ہی عند رسول اللہ کہے جائیں گے، سبھی کیلئے چیخنا اور چلانا منع

ہے بلکہ یہ کہئے کہ ضرورت سے زیادہ آواز نکالنا منع ہے۔ اور اس مقام پر اگر عند کے وہی معنی

ہوں جو یہ لوگ اذان عند منبر میں مراد لیتے ہیں تو آواز پست رکھنے پر مغفرت اور اجر عظیم کے

وعدہ کا مستحق وہ بے ادب بھی ہو جائے گا جو رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چند ہاتھ کی دوری

پر کھڑا بیچ رہا ہو۔ یا صرف اس کے لئے خاص ہوگی جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک

بالشت کی دوری پر کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز میں بات کرے، یا خود حضور ہی سے کلام کرے۔ اور چار ہاتھ دور کھڑا ہو کر کسی سے پست آواز سے بات کرے تو وہ دائرہ رحمت سے باہر ہے کہ (وہ عند رسول اللہ نہیں) بھلا کون عقلمند ایسا کہہ سکے گا۔

ارشاد الہی:

ہم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا۔
یہ منافقین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس رہنے والوں پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ ادھر ادھر منتشر ہو جائیں۔

یہاں عند کا مفہوم پہلی والی آیت سے بھی وسیع ہے۔ کیونکہ یہاں تو عند سے مراد وہ بھی لوگ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہیں اگرچہ فی الحال حضور سے بہت دور ہوں۔

ارشاد الہی ہے کہ منافق آپ کے سامنے کہتے ہیں:

فاذا برزوا من عندک بیت طائفة منهم غیر الذی تقول۔

ہم آپ کے فرماں بردار ہیں اور جب آپ کے پاس سے دور ہو جاتے ہیں تو انکی ایک جماعت اس کے خلاف بولنے لگتی جو آپ کے سامنے کہہ چکے تھے۔

یہ منافقین کے حال کا بیان ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ منافقین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار میں آپ کے بالکل پاس نہیں بیٹھتے تھے۔ قریب کی جگہ تو ابو بکر و عمر و عثمان و علی و دیگر مخلصین صحابہ کے لئے تھی۔ منافقین تو ادھر ادھر آنکھ پچا کر بیٹھتے تھے اگر کچھ کسی مجبوری سے آپ کے سامنے بیٹھ بھی گئے ہوں۔ تو عند کہہ کر بھی منافقین مراد ہیں۔ قریب بیٹھنے والے ہوں یا دور۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان المتقین فی جنات و نہر فی مقعد صدق عند ملیک مقدر۔

بیشک متقین باغوں اور نہروں میں سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور

ہونگے۔

یہ آیت تو سارے ہی متقیوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ لیکن یہاں ہمیں کہاں بہ نسبت علماء کے

کسی صالح مسلمان کا درجہ، اور بہ نسبت اولیاء کے کسی عالم کا درجہ۔ اور بہ نسبت انبیاء کے کسی ولی کا درجہ۔ اور کہاں سید الانبیاء علیہم السلام کا درجہ۔ ان مراتب میں تو فلک الافلاک اور تحت الثری سے بھی زیادہ فاصلہ ہے۔ مگر سب کو عند سے بیان کیا گیا ہے۔

نیز یہ آیات:

ان للمتقين عند ربهم جنت النعیم۔ واذقالت رب ابن لی عندك بیتافی

الجنة۔

متقین کے لئے رب کے پاس جنت نعیم ہے۔ اس نے دعا مانگی یا اللہ میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک مکان بنا دے۔

حضرت سلمان و حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پاک بی بی کی دعا قبول کر لی۔ تو کیا وہ انبیاء اولیاء سے بھی زیادہ قربت الہی کی طالب تھیں، وہ تو اس کی خواستگار تھیں کہ قرب کا وہ مقام جو ان کے لائق ہونا چاہیے، حضرت خدیجہ و عائشہ رضوان اللہ علیہما کے درجہ کے ہم پلہ بھی نہ ہو۔ چہ جائیکہ انبیاء اولیاء عظام علیہم الرحمہ رضوان کے درجہ کے برابر ہو۔

اللہ تعالیٰ نے شہدائے کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا:

بل احياء عند ربهم "شہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں۔

تو بھلا کہاں سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مقام بلند اور کہاں عام شہداء کرام رضوان اللہ علیہم کی منزل بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام میں شہادت پانے والوں کی منزلیں۔

اللہ تعالیٰ فرشتوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

ان الذین عند ربك۔ جو فرشتے تمہارے رب کے پاس ہیں۔

ان فرشتوں میں باہم درجات کا کتنا تفاوت ہے، ہم اس کی حقیقت تو نہیں جان سکتے۔

مگر تفاوت ہونا یقیناً معلوم ہے۔ قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک متعین مقام۔

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وقد مکررنا مکررہم، و عند اللہ مکررہم۔

کافروں نے خدا سے مکر کیا۔ ان کا مکر تو خدا ہی کے پاس ہے۔
کافروں کے مکر کے لئے اللہ تعالیٰ سے کوئی قرب نہیں، نہ قرب مکانی کہ یہ ذات باری
کے لئے محال ہے، نہ قرب مرتبی کہ مکر تو نہایت ذلیل چیز ہے، لامحالہ اس آیت میں قرب سے
مراد حضور ہے یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ہے اس سے پوشیدہ نہیں۔ تو یہ حضور علمی ہوا۔
اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

ثم محلها الى البيت العتيق (يعنى البدن) قال فى المعالم اى عند البيت
العتيق يرید ارض الحرم کلها قال فلا يقربو المسجد الحرام كله .
قربانی کے جانور ذبح کرنے کی جگہ بیت اللہ کے پاس ہے۔ معالم التزیل میں فرمایا:
الى البيت العتيق کا مطلب عند البيت العتيق ہے۔ یعنی حرم کی پوری زمین۔ چنانچہ دوسری
جگہ ارشاد ہوا: پورے حرم کے قریب نہ جاؤ۔

آیت مذکورہ بالا میں پورے حرم کو مخر عند البيت العتيق قرار دیا۔ جب کہ حدود حرم مختلف
جہات میں بیت اللہ شریف سے کوسوں دوری پر ہے۔
احادیث کریمہ میں بہت سے تابعین فرماتے ہیں: ہم ام المومنین حضرت عائشہ
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ پتہ نہیں یہ باطل کوش یہاں قربت کو کتنے قرب پر محمول
کریں گے۔

دربان کہتا ہے: میں ابھی بادشاہ کے پاس سے آ رہا ہوں۔ حالانکہ وہ دروازہ سے آگے
بڑھ نہیں سکتا۔

مکہ کا رہنے والا اپنا پتہ بتاتا ہے کہ میرا گھر باب السلام کے پاس ہے حالانکہ بسا اوقات
دونوں کا فاصلہ دو سو ہاتھ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔
شاگرد استاذ سے اپنا تعلق بتاتے ہوئے کہتا ہے: میں اپنے استاذ کے پاس مکمل تین
سال رہا حالانکہ قیام اس کا مسجد میں ہوتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں اسے آخری صف میں بیٹھنے کی
جگہ ملتی ہے۔

یہ کہاں کا انصاف ہے؟ فقہاء کے کلام میں آئے ہوئے لفظ ”عند“ سے تو اذان ثانی
کے متصل منبر ہونے پر استدلال کیا جائے اور فقہائے کرام نے خود لفظ ”عند“ کے جو معنی بتائے

ہیں اس سے روگردانی کی جائے۔

ہدایہ، کنز، تنویر وغیرہا میں فرمایا یہ عبارت کنز کی ہے:

من سرق عن المسجد متاعا رہ عندہ قطع۔

جس نے مسجد سے ایسا سامان چرایا جس کا مالک سامان کے پاس تھا اس کا ہاتھ کاٹا

جائے گا۔

کنز کی شروح مجتبیٰ، فتح القدر، بحر الرائق اور درمختار میں فرمایا: الفاظ درمختار کے ہیں:

عندہ ای بحیث یراہ۔ سامان کے مالک کے پاس ہونیکا مطلب یہ ہے کہ اتنی دور

ہو جہاں سے اپنا سامان دیکھ رہا ہو۔

مذکور بالا شواہد سے یہ ثابت ہو گیا کہ عند کے معنی بھی اس سے زیادہ نہیں جو ہم نے ”بین

ید یہ“ کے معنی میں بیان کیا۔ اور ان دونوں لفظوں کی کوئی دلالت اذان کے داخل مسجد ہونے پر

نہیں چہ جائیکہ منبر سے متصل مراد لی جائے، مگر جب کوئی وہم آدمی کے دماغ میں جم جاتا ہے تو

وہ جو چیز بھی دیکھتا ہے اسکو وہی وہی چیز سمجھتا ہے۔ اور کوئی بات سنتا ہے تو وہی چیز اس کے خیال

میں آتی ہے، جیسا کہ بھوکے سے پوچھا جائے کہ ایک ایک کتنا ہوتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے

دورونی۔

الحمد للرب العالمین۔ گذشتہ اظہار سے ان لوگوں کی جہالت واضح ہو گئی جو اس موقعہ

پر بھی امام راغب کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ۔

عند لفظ موضوع للقرب فتارة يستعمل في المكان وتارة في الاعتقاد

نحو عندی کذا وتارة فی الزلفی او المنزلة۔ (مفردات امام راغب)

لفظ عند قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے، تو کبھی مکان کیلئے ہوتا ہے اور کبھی اعتقاد کے

لئے، جیسے کوئی کہے میرے پاس ایسا ہے اور کہیں رتبہ اور مرتبہ کے لئے ہوتا ہے۔

یا امام سرخسی کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ ”وعند عبارة عن القرب۔ (مبسوط)

عند قرب بیان کرنے کیلئے ہے۔

کیونکہ ہم نے قرب کے تمام موارد کا ذکر کر دیا ہے جس کے لئے آیات کے اعادہ کی

ضرورت نہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ ان تمام آیتوں کا ترجمہ دونوں زبانوں میں لفظ نزد و پاس

سے کیا گیا ہے جبکہ ان موارد میں قرب کے معنی میں بڑی وسعت ہے۔ اور خود لفظ قرب کا بھی یہی حال ہے۔ جیسا کہ آیت - ”اقترِب الساعۃ - قیامت قریب ہوئی، اور، اقترِب للناس حسابہم - لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب ہوا۔ وغیرہ سے ظاہر ہے۔ کہ لفظ قرب اپنے دامن میں صدیوں کا فاصلہ سمیٹے ہوئے ہے۔ اور یہ بات بچوں تک پر واضح ہے۔

ہم نے ان سے بارہا ایک مسئلہ پوچھا جس کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا اور وہ کیسے جواب دیتے، وہی جواب تو خود ان پر لوٹتا۔ بات یہ ہے یہ جب حق ظاہر ہوتا ہے زبانیں گونگی ہو جاتی ہیں۔ صورت مسئلہ یہ ہے۔

زید نے ایک دینار مساوی دس درم یا زائد کا ایک ہلکا پھلکا منبر بنایا جسے ایک آدمی بلا تکلف و بے زحمت و مشقت جہاں چاہے اٹھالیا جائے، اذان منبر کے وقت زید اسے مسجد لے کر پہنچا، متولی مسجد نے اسے مالک سے عاریتہ مانگ لیا کہ نماز سے فارغ ہو کر واپس کر دیں گے، بعد نماز لوگ تو ادھر ادھر منتشر ہو گئے اور منبر وہیں پڑا رہ گیا، اور مالک سامنے مسجد کے دروازہ پر یا حدود مسجد کے اندر کھڑا رہ کر اسے دیکھتا اور نگرانی کرتا رہا۔ اس اثناء میں ایک وہابی چوری کی نیت سے مسجد کے اندر دوسرے دروازہ سے داخل ہوا اور مالک کے ایک ذرارخ پھیرنے کا انتظار کرتا رہا۔ جیسے ہی مہلت پائی منبر لے کر نکل بھاگا۔

سوال یہ ہے کہ وہ وہابی چوری کی علت میں ماخوذ ہو گا یا نہیں۔ اور اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں۔

تو داخل مسجد اذان کے حامی اگر یہ جواب دیں کہ نہیں۔ تو ائمہ فقہ کی نص صریح کے خلاف ہو گا، ان کا ارشاد ہے:

جس نے مسجد کے اندر کے سامان کو چرایا جبکہ مالک اس سامان کے پاس ایسی جگہ ہو جہاں سے سامان نظر آ رہا ہو۔ تو اس کا ہاتھ کاٹا جائیگا۔

اور اگر یہ جواب دیں کہ ہاتھ کاٹا جائے گا تو کاٹنے کی شرط یہ تھی کہ مالک سامان کے اتنے پاس ہو کہ اس کا محافظ قرار دیا جائے، کیونکہ مسجد خود محفوظ جگہ نہیں تو ان لوگوں نے یہ اعتراف کر لیا کہ مسجد کے دروازہ کے پاس اس کے فناء میں منبر کے سامنے کھڑا ہونے والا منبر کے پاس ہی ہے، یہ تو ہمارا دعویٰ تھا جس کا اعتراف مخالف نے کیا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بے شمار

پاک اور مبارک تعریفیں جس سے وہ راضی ہو اور جسے پسند کرے۔

اگر ہم ان لوگوں کے معیار فہم پر اتر کر بھی بات کریں تو اتنا تو سب پر ظاہر ہے کہ عند طرف زمان اور طرف مکان دونوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد باری:

خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ ہر مسجد کے پاس اپنی زینت اختیار کرو یعنی ہر نماز کے وقت کپڑے پہنو۔ اور خود وقت بھی مکان اور زمان دونوں ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے جب کہ وقت کے ساتھ ان کو کوئی خصوصیت ہو۔ ارشاد الہی ہے: ”و یوم حنین اذا حجتکم کثرتکم۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر اتر گئے تھے۔

حنین ایک جگہ کا نام ہے۔ یہی حال یوم بدر، یوم احد، یوم دار، لیلة العقبة، لیلة المعراج، اور لیلة الغار کا ہے۔ صحیحین کی حدیث: ”ومن لہا یوم السبع۔ سبع کالفظ باء کے سکون کے ساتھ بھی مروی ہے۔ تو لفظ سبع سے مراد مکان حشر ہوگا۔ اور باء کے ضمہ کے ساتھ تو شیر مراد ہوگا۔ اکثر علماء کے نزدیک یہی راجح ہے پس ان مقامات میں یوم کی نسبت مقام کی طرف ہے۔

(شائم العنبر۔ ۲۸۶۔ تا۔ ۲۹۴)

(۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبِیٍّ فَتَبَيَّنُوْا اَنْ

تَصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِیْنًا۔ ☆

اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو کہ کہیں کسی قوم کو بے جانے ایذا نہ دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے رہ جاؤ۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فاسق کی خبر سے متعلق حکم آیا خوب تحقیق کر لیا کرو، لہذا)

حلت، حرمت، طہارت، نجاست احکام دینیہ ہیں، ان میں مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائے کافر، درمختار میں ہے:

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء یتیمم ولا یتوضاء ان
خبر بہا مسلم عدل منہ حر عما یعتقد حرمتہ ویتحرى فی خبر الفاسق
والمستوراء ملخصا و فی العلیم کثیرة عن الکافی لا یقبل قول المستور فی الدیانات

فی ظاہر الروایات وهو الصحیح اه وفی ردالمحتار عن الهدایة الفاسق متهم
والکافر لا يلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم اه۔

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے، جیسے پانی کے ناپاک ہونے
کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو یتیم کرے
وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں غور و فکر کرے۔ اتنی تلخیص، اور
عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول نہ
کیا جائے یہی صحیح ہے۔ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر
حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اه۔

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ ان کی خبر سن کر تحریر واجب، اگر دل پر ان کا صدق
جسے تو لحاظ کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو، اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں۔ مثلاً:
پانی رکھا ہو، کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اس سے وضو کر لے، یا گوشت خریدا ہو کافر
کہے اس میں لحم خنزیر ملا ہے مسلمان کو اس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اس
کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون، پھر ایسے کی
بات محض واہیات البتہ احتیاط کرے تو بہتر، وہ بھی وہاں جب حرج نہ ہو۔

فتاویٰ الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء زجلا من اهل
الذمة لا یقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال فی الكتاب احب
الی ان یریق الماء ثم یتیمم ولو تو ضاء به وصلی جازت صلاته اه۔

فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے: اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا بڑی
(کافر) ہو اس کی بات قبول نہ کی جائے، اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس بات میں سچا ہے
تو کتاب میں فرمایا: مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہا دے اور یتیم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کر
کے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے۔

وفی الہندیة عن التاتارخانیة رجل اشتری لحما فلما قبضہ فانخبرہ مسلم
ثقة انه قد خالطہ لحم الخنزیر لم یسعه ان ینکلہ اه۔

اور فتاویٰ ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس

پر قبضہ کر لیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خریدی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لئے کھانے کی گنجائش نہیں۔ اھ

قلت: ومفهوم المخالفة معتبر في الكتب كما صرح به الاثمة والعلماء وفي رد المحتار عن الذخيرة انه في الفاسق يجب التحري وفي الذمي يستحب اهـ۔
میں کہتا ہوں: کتب میں مفہوم مخالفا کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ و علمائے اس کی تصریح کی، رد المحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں سوچ و بچار ضروری ہے، اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے۔ اھ

وفي شرح التنوير عن شرح النقاية والخلصة والخانية اما الكافر اذا غلب صدقه على كذبه فاراقته احب اهـ۔

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ۔ خلاصہ اور خانہ سے منقول ہے کہ کافر کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہا دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔ اھ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۳/۴۸۲ تا ۴۸۳)

(۷) **وَاعْلَمُوا أَن فِيمَكُم رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ لِيُؤَلِّقَ لَكُمْ الرَّاثِدُونَ.** ☆

اور جان لو کہ تم میں اللہ کے رسول ہیں بہت معاملوں میں اگر یہ تمہاری خوشی کریں تو تم ضرور مشقت میں پڑو لیکن اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور کفر اور حکم عدوی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی ایسے ہی لوگ راہ پر ہیں۔

(۸) **فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ.** ☆

اللہ کا فضل اور احسان اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

(۴۴) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ دل کی محبت ہے کہ مدارا ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بنا ہے۔ حدیث میں فرمایا: افضل العبادات احزابا۔ سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا

ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

(جدید ۱۴/۳۶۶)

(۹) وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۚ

اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان میں صلح کراؤ پھر اگر ایک دوسرے پر زیادتی کریں تو اس زیادتی والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں پھر اگر پلٹ آئیں تو انصاف کے ساتھ ان میں اصلاح کرو اور عدل کرو بے شک عدل والے اللہ کو پیارے ہیں۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

کافہ اہل سنت و جماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو، غرض ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند تحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین، کما حقیقہ العلماء المحققون من الائمة المتکلمین۔ جیسا کہ ائمہ متکلمین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت ”وقد فصل القول فی ذلك سیدنا لعلامة الوالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی بعض فتاواہ۔ اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔

باجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بائین ہمہ تارک صلاۃ کافر و اسلام ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ۔

اقول وباللہ التوفیق: اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی

بعض ما جاء به من عند ربه جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یونہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

كالتقاء المصحف في القاذورات والسجود للصنم وقتل النبي والزنا
ت حضرتہ و كشف العورة عند الاذان وقراءة القرآن على جهة الاستخفاف وكل
مادل على الاستهزاء بالشرع او الازدراء به۔

جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بت کے لیے سجدہ کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے رو برونا کرنا، اذان سن کر شرمگاہ کو ننگا کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔

یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو بنائے تکفیر نہیں بلکہ مسن حیث کو نہ علما علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ منہ۔ اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔

صدر اول میں ترک نماز بمعنی کف بھی کہ حقیقۃً فعل من الافعال ہے اسی قبیل سے گناہا، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

كان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفر اغير الصلاة۔

اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔

رواه الترمذی والسحاکم وقال صحيح علی شرطهما وروی الترمذی عن عبد الله بن شقيق العسلی مثله۔

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے بھی اور کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور ترمذی نے عبد اللہ بن شقیق عسلی سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

ولہذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے، سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

من لم یصل فهو کافر۔ جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ رواہ ابن ابی شیبہ و البخاری فی

التاریخ۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

من ترك الصلاة فقد كفر۔ جس نے نماز چھوڑی وہ بیشک کافر ہو گیا۔ رواہ محمد

بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبد البر۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: من ترك الصلاة فلا دين له

۔ جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ رواہ المروزی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: من لم يصل فهو كافر۔ بے نمازی

کافر ہے۔ رواہ ابن عبد البر۔

ایضا امام اسحاق فرماتے ہیں:

صح عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة كافر وكذلك

كان رأى اهل العلم من لدن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ان تارك الصلاة عمد

امن غير عذر حتى يذهب وقتها كافر۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر

فرمایا اور زمانہ اقدس سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز ترک کرے یہاں

تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابو ایوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ”ترك الصلاة كفر لا يختلف

فيه“۔ ترک نماز بے خلاف کفر ہے۔

ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمر و عبد الرحمن بن عوف و معاذ بن جبل و ابی ہریرة و غیر

ہم من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان من ترك صلاة فرض و احد متعمدا حتى

يخرج وقتها فهو كافر مرتداً، ولا يعلم لهؤلاء منخالف۔

امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن عوف احد العشرة المبشرة و حضرت

معاذ بن جبل امام العلماء و حضرت ابو ہریرہ حافظ الصحابة و غیر ہم اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ

علیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل

جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں اور یہی مذہب حکم بن عتیہ و ابو داؤد طیالسی و ابو بکر بن ابی شیبہ و زہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاستاذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔ ذکر کل ذلک الامام الحافظ زکی الدین عبدالعظیم الممذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یہ سب امام حافظ زکی الدین عبدالعظیم ممذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ اور اسی کو جمہور ائمہ حنبلیہ نے مختار و مرجح رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں عند احمد فی الزواایة المکفرة انه یقتل کفرا، وہی المختارة عند جمہور اصحابہ علی ما ذکرہ ابن ہبیرہ۔

امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے۔ جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔

اور بیشک بہت ظواہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والختیۃ اس مذہب کی مؤید۔ کما فصل جملة منها خاتم المحققین یدنا الوالد قدس سرہ المجاہد فی الكتاب المستطاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم شرح، وفی سرور القلوب فی ذکر المحبوب، وفی جواهر البیان فی اسرار الارکان وغیرہا من تصانیفہ النقیۃ العالیۃ الرفیعة الشان اعلیٰ اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرفات الجنان آمین۔

جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب الکلام الاوضح فی تفسیر الم شرح میں، اور سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواهر البیان فی اسرار الارکان میں اور اپنی دیگر ستھری بلند مرتبہ و عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے بالا خانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے آمین۔

بادیجملہ اس قول کو مذہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر

قد مائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا۔ صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شعار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی، وہ انارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی، لہذا جمہور ائمہ نے اسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ و آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں، یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر ہم جماہیر علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کہتے، اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے، اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، حلیہ میں فرمایا:

ذهب الجمهور منهم اصحابنا و مالک و الشافعی و احمد فی روایۃ الی انہ لا یکفر ثم اختلفوا فی انہ ھل یقتل بهذا الترتک فقال الائمہ الثلاثة ، نعم ، ثم ھل یکون حدا او کفرا ؟ فالمشہور من مذہب مالک و بہ قال الشافعیۃ انہ حد و کذا عن احمد فی ہذہ الروایۃ الموافقة للجمهور فی عدم الکفر۔

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں قتل کیا جائے گا۔ پھر یہ قتل بطور حد ہو گا یا کفر کی وجہ سے، تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہو گا، شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے یعنی عدم کفر والی روایت۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استحباب و استحفاف و محمود و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر ہا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کرتے یا اسے

ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے تو کافر ہے، یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے۔ کما قال سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام لیبلونی، اشکرام اکفر۔ جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر گزار بنتا ہوں یا ناشکر۔

بابہ کہ اس نے کافروں کا سا کام کیا۔ الی غیر ذلك مما عرف فی موضعه و من العجاة المعروفة ردالمحتمل الی المحکم لا عکسہ کما لا ینحفی فیجب القول بالاسلام اس کے علاوہ اور بھی تو جہات ہیں جن کی تفصیل ان کے مقام پر ملے گی اور معروف راستہ یہی ہے کہ محتمل کو محکم کی طرف لوٹایا جائے نہ کہ اس کا الٹا جیسا کہ ظاہر ہے اس لئے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

ادھر کے بعض دلائل حلیہ وغیرہا میں ذکر فرمائے از انجملہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

خمس صلوات کتبهن اللہ علی العباد۔

پانچ نمازیں خدانے بندوں پر فرض کیں،

الی قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من لم یات بہن فلیس لہ عند اللہ

عہد ان شاء عدبہ وان شاء ادخلہ النجۃ۔

جو انہیں نہ پڑھے اس کے لئے خدانے کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب فرمائے اور چاہے تو جنت میں داخل کرے۔ رواہ الامام مالک و ابو داؤد و النسائی و ابن حبان فی صحیحہ، اسے امام مالک، ابو داؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں روایت کیا۔

یہ حدیث اس کے اسلام پر نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی

موقع نہ تھا۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدیوانین ثلثۃ، فدیوان لا یعفر اللہ منہ شیء و دیوان لا یعفو اللہ بہ شیئا

و دیوان لا یترک اللہ منہ شیئا، فاما الدیوان الذی لا یعفر اللہ منہ شیئا فلا شراک باللہ

واما الدیوان الذی لا یعفو اللہ بہ شیئا فظلم العبد نفسه فیما بینہ و بین ربہ من صوم

یوم ازین کہ او صلاۃ وتر کہنا، فان اللہ تعالیٰ یعفر ذلك ان شاء متجاوزا و اما الدیوان

الذی لا یتروک اللہ منہ سبنا فمظالم العباد بینہم القصاص لا محالۃ۔

دفترتین ہیں۔ ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشے گا، اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں، اور ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔ وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا دفتر کفر ہے اور وہ جس کی اللہ سجنہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب کے معاملہ میں، مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا، یا کوئی نماز چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے گا اور درگزر فرمائے گا۔ اور وہ دفتر جس میں سے کچھ نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے ضرور بدلہ ہونا ہے۔

رواہ الامام احمد والحاکم عن ام المومنین الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت کیا۔

باجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں، وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے، ائمہ ثلاثہ مالک و شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں: اسے قتل کیا جائے، ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک وہ فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم افسوس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے۔ امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ کے نزدیک سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ یونہی زجر ہو، اسی طرح بنظر زجر ترک عیادت میں مضائقہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱۰۱/۵ تا ۱۰۸)

(۱۰) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ اِخْوَةٌ فَاصْلِحُوا بَيْنَ اَخْوِيكُمْ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ☆

مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو اور اللہ سے ڈرو کہ تم پر رحمت

ہو۔

﴿۶﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان ہونے سے دونوں جہاں کی عزت حاصل ہوتی ہے، مگر مذہب کسی قوم کا نام نہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں جس قوم و قبیلہ کے لوگ اسلام لاتے بعد اسلام بھی اسی قوم و قبیلہ کی طرف نسبت کئے جاتے، ہندووانی قوم میں چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں،

ان میں کھتری یعنی ٹھا کر دوسرے نمبر پر ہیں، ہندوستان میں اکثر سلطنت اسی قوم کی رہی، ولہذا انہیں راجپوت کہتے ہیں، تو ہندی قوموں میں ان کا معزز ہونا ظاہر ہے، اور ہماری شریعت مطہرہ نے حکم دیا کہ ”اذاتاکم کریم قوم فاکرموہ“ جب تمہارے پاس کسی قوم کا عزت دار آدمی آئے تو اس کی خاطر کرو۔ خالی آنے پر تو یہ حکم تھا اور جو بندۂ خدا بہدایت الہی بالکل ٹوٹ کر ہم میں آئے، ہم میں کا ہو گیا اس کا کس قدر اعزاز و اکرام اللہ سبحنہ کو پسند ہوگا۔ اسلام کی عزت کے برابر اور کیا عزت ہے، اس نے تو اسے اور بھی چار چاند نہیں بلکہ ہزار چاند لگا دیے، اگر کوئی چمار بھی مسلمان ہو تو مسلمانوں کے دین میں اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے، وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۵۶/۵)

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرُ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۗ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ط بئس الإثمُ الفسوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ. ☆

اے ایمان والو! نہ مرد مردوں سے نہیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے دور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعن نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای لا یغتب بعضکم بعضا۔ واللمز وهو الطعن۔ یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو ”اللمز“ کہتے ہیں۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: مسلمان کا مال عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے کسی انسان کے برا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵۴۹/۴)

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرکات قطعہ میں پڑے، یہ صرف تشدد و تعمق کا

نتیجہ ہے اور واقعی دین و سنت صراطِ مستقیم ہیں ان میں جس تفریط سے آدمی مداہن ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں مبتلا پاتا ہے۔ ”لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَابًا“ اس میں اصلاحی نہ رکھی۔ دونوں مذموم، بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آج کل بہت جہاں منتسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں، مکروہات کیا مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتیٰ کہ نوبت تا بہ اطلاق شرک و کفر پہنچانے میں باک نہیں رکھتے، پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ جگہ قلم سے نکل جائے تو دس جگہ اس کا تدارک عمل میں آئے، نہیں نہیں بلکہ اسے طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو ہوا خواہ بھوائے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں۔ کہ بنظر تحویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحن اللہ، اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہوں کا خود ارتکاب کر بیٹھے، کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو کافر و مشرک بتانا بلکہ براہِ اصرار اسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور دین حنیف سہل لطیف صحیح نظیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیع و دھیم و لاجول و لا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۵۵۰)

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اِنَّ الدِّینَ یُسْرٌ، وَ لَنْ یُشَادَّ الدِّینَ اَحَدٌ اِغْلَبَہٗ، فَسَدِّدُوا، وَ قَارِبُوا، وَ اُبْشِرُوا، وَ اسْتَعِیْنُوا بِالْعُدْوَةِ وَ الرُّوحَةِ وَ شَیْءٍ مِنَ الدَّلْحَةِ۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک دین آسان ہے، اور جو شخص دین میں بے جا سختی برتے گا دین اس پر غالب آجائیگا۔ لہذا تم میانہ رو رہو، لوگوں سے قریب رہو، بشارت سناؤ، اور آخر شب کے کچھ حصہ میں عبادت اور خیرات کر کے دینی قوت حاصل کرو۔ ۱۲م

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: اَلدِّینُ یُسْرٌ، وَ لَنْ یُغَالِبَ الدِّینَ اَحَدٌ اِغْلَبَہٗ۔

(فتاویٰ رضویہ ۲/۱۱۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا: دین آسان ہے، اور دین پر جس نے بھی غالب آئیگی کوشش کی دین اس پر غالب آگیا۔ ۱۲م

ان کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعث طول ہے، جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی کافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۳/۵۵۱)

(۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا ط أَيُّعِبُّ أَحَدُكُمْ
أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ
رَّحِيمٌ ☆

اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ
ڈھونڈو اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو کیا تم میں کوئی پسند رکھے گا کہ اپنے مرے بھائی کا
گوشت کھائے تو یہ تمہیں گوارہ نہ ہوگا اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان
ہے۔

﴿۸﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الزام اور بدگمانی شرعاً جائز نہیں۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم: ایاکم و الظن، فان الظن اکذب الحدیث۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدگمانی سے بچو کہ بدگمانی سب سے بڑھکر جھوٹی بات ہے۔

(فتاویٰ رضویہ حصہ دوم، ۲/۹)

عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی۔ اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے۔ کمانی

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۳/۲۷۱)

مجمع الانہر وغیرہ۔

(۱۳) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ

شُعْرَبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ط إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ط إِنَّ اللَّهَ

عَلِيمٌ خَبِيرٌ ☆

اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں شناختیں اور قبیلے کیا کہ آپس میں پہچان رکھو بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

﴿۹﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
 فضل اگرچہ تقویٰ کیلئے ہے مگر تقویٰ بے علم ناممکن۔ حدیث شریف میں ہے ”المتعبد
 بغیر فقہ کالحمارنی الطاحون۔ بے علم کے عابد بننے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ
 محنت کرے اور اسے کچھ حاصل نہیں“ رواہ ابو نعیم فی الحلیہ عن وائلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ عن
 النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،
 درمختار میں ہے:

فی فتاوی المصنف لا تقبل شهادة الجاهل علی العالم لفسقه بترك
 ما يجب تعلمه شرعا فحينئذ لا تقبل شهادة علی مثله ولا علی غیره و للحاکم تعزيره
 علی ترك ذلك۔

فتاوی مصنف میں ہے، جاہل کی گواہی عالم پر مقبول نہیں۔ کیونکہ جس علم کا طلب کرنا
 اس پر واجب ہے اسے چھوڑ کر وہ فاسق ہو تو اس کی شہادت نہ تو اسی جیسے جاہل پر مقبول ہے نہ
 غیر جاہل پر اور حاکم کو اسے علم نہ حاصل کرنے پر تعزیر کرنا چاہئے۔
 تو یہ فضل جانب علم راجع ہوا۔ اور شک نہیں کہ عالم دین سنی صحیح العقیدہ کو ہر جاہل پر مطلقاً
 فضیلت ہے،

قال اللہ تعالیٰ:

قل هل یستوی الذی یعلمون والذین لا یعلمون۔

تم فرما دو کیا برابر ہو جائیں گے عالم اور بے علم۔

درمختار میں ہے:

للشباب العالم ان یتقدم علی الشیخ الجاهل ولو قرئاً، قال اللہ تعالیٰ

والذین اوتوا العلم درجات۔

جوان عالم کو شیخ جاہل پر مقدم ہونے کا حق ہے جاہل قریشی ہی کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: علم والوں کو درجوں بلندی حاصل ہے۔

پھر بھی سید کا فضل ذاتی ہے جو فسق بلکہ بد مذہبی سے بھی نہیں جاتا جب تک معاذ اللہ حد کفر تک نہ پہنچے، سید صحیح النسب اس سے محفوظ رہے گا بحمد اللہ تعالیٰ، اور متقی عالم کا فضل عملی و صفی ہے۔ ولہذا عالم معاذ اللہ اگر بد مذہب ہو اس کی تعظیم حرام کہ اس کی عظمت نیابت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب تھی اور جب وہ بد مذہب ہو انائب شیطان ہو۔ اور سید کی تعظیم بسبب جزئیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور جزئیت تابقائے اسلام باقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۲۲-۲۳)

سورة الذاریات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۴) هَلْ اَتَكَ حَدِيثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمَكْرُمِيْنِ - ☆

اے محبوب کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

(۲۵) اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ط قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ

مَنْكُرُوْنَ - ☆

جب وہ اس کے پاس آ کر بولے سلام کہا سلام ناشناس لوگ ہیں۔

(۲۶) فَرٰغَ اِلٰى اَهْلِهٖ فَجَاءَ بِعَجَلٍ سَمِيْنٍ - ☆

پھر اپنے گھر گیا تو ایک فریبہ بچھڑا لے آیا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

گائے کی حلت شریعت قدیمہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: هَلْ اَتَكَ الْاٰیةَ - احادیث

سے ثابت ہے کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف

سے گائے کی قربانی کی، اور قربانی کا گوشت کھانے کا حکم فرماتے، مگر خود حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے تناول فرمایا نہیں، اس بارے میں کوئی تصریح حدیث میں اس وقت پیش نظر

نہیں (فتاویٰ رضویہ قدیم ۳۶۹/۸)

حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حدیث مسلم

کتاب زکاة کہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیلئے گوشت کا وصدقہ میں آیا وہ حضور کے پاس لایا گیا

اور حضور سے عرض کیا گیا کہ یہ صدقہ کہ بریرہ کو آیا، فرمایا: اس کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے

لئے ہدیہ۔ اس سے بظاہر تناول فرمانا معلوم ہوتا ہے۔

(حاشیہ قدیم۔ ۳۶۹/۸)

(۵۵) وَذِكْرٍ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ - ☆

اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
 بہ زمی سمجھاؤ۔ ترک نماز و ترک جماعت و ترک مسجد پر قرآن عظیم و احادیث میں جو
 سخت وعیدیں ہیں بار بار سناؤ، جن کے دلوں میں ایمان ہے انہیں ضرور نفع پہنچے گا۔ اللہ کے
 کلام و احکام یاد دلاؤ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانیں اس
 پر جس کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعہ سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اس سے سلام
 و کلام میل جول یک لخت ترک کر دیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدید۔ ۶/۱۹۱)

سورة النجم

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۱) مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ ۖ

دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ای علی القول المختار ان المراد بالرؤية بحاسة البصر۔

قول مختار کی بنیاد پر معنی یہ ہے کہ رویت سے مراد حاسہ نگاہ سے دیکھنا ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:

انسان ایک شئی واحد ہے، اسی شئی کا تکلیفات شرعیہ اور احکام ربانیہ سے ابتلا ہے، وہی

سننے دیکھنے سے متصف ہے اور پورا بدن یہ صفت نہیں رکھتا، نہ ہی اعضائے بدن میں سے کوئی

عضو اس وصف کا ہے، تو روح پورے بدن کے مغز اور ہر جزو بدن کے مغز پر ایک شئی ہے

وہی ان تمام صفات سے متصف ہے۔

اسی میں بعد اقامت نوح کے لکھتے ہیں:

فتبت بما ذكرنا ان النفس الانسانية شئ واحد وثبت ان ذلك الشئ هو

المبصر والسامع والشام والذائق واللامس والمتخيل والمفكر والمتذكر و

المشتهى والغاضب وهو الموصوف بجميع الادراكات لكل المدركات وهو

موصوف بجميع الافعال الاختيارية والحركات الارادية۔

یہاں مذکور سے ثابت ہوا کہ روح انسانی ایک شئی واحد ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہی

شئی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے، چھونے، خیال کرنے، سوچنے، یاد کرنے، خواہش کرنے، غصہ

کرنے والی ہے۔ وہی تمام ادراکات سے متصف ہے اور وہی تمام افعال اختیار یہ اور حرکات

اراد یہ سے متصف ہے۔

پھر فرمایا:

لما كانت النفس شيئا واحدا امتنع كون النفس عبارة عن البدن
وكذا القوة السامعة و سائر القوى فانا نعلم بالضرورة انه ليس في البدن جزء واحد
هو بعينه موصوف بالابصار والسمع والفكر فثبت ان النفس الانسانية شئ
واحد موصوف بحملة هذه الادراكات و ثبت بالبدهة ان البدن و شئامن اجزاء
البدن ليس كذلك ولنقرر هذا البرهان بعبارة اخرى فنقول: نعلم بالضرورة انا
اذا ابصرنا شيئا عرفناه و اذا عرفناه اشتهينا و اذا اشتهينا حركنا ابدانا الى القرب
منه فوجب القطع بان الذي ابصر هو الذي عرف هو الذي اشتهى هو الذي حرك
الى اخر ما اطال و اطاب هذا مختصر ملتقط۔

جب روح شئی واحد ہے تو محال ہے کہ روح بدن سے یا قوت سامعہ یا دیگر قوی سے
عبارت ہو۔ اس لئے کہ ہمیں بدیہی طور پر معلوم ہے کہ بدن میں کوئی ایک خاص جز ایسا نہیں کہ
وہی دیکھنے، سننے اور فکر کرنے سے متصف ہو، تو ثابت ہوا کہ روح انسانی وہ شئی واحد ہے جو ان
تمام ادراکات سے متصف ہے، اور بدیہی طور پر یہ بھی ثابت ہے کہ بدن اور اجزائے بدن میں
کوئی جز ایسا نہیں۔ اس دلیل کی تقریر ہم دوسرے الفاظ میں یوں کرتے ہیں کہ بدیہی طور پر ہم
جانتے ہیں کہ جب ہم کسی چیز کو دیکھنے ہیں تو اس کو پہچان لیتے ہیں اور جب اس کی خواہش
کرتے ہیں تو اپنے بدن کو اس سے قریب ہونے کے لئے حرکت دیتے ہیں، تو اس بات کا قطعی
طور پر حکم کرنا ضروری ہے کہ جس نے دیکھا، اسی نے پہچانا، اسی نے خواہش کی، اسی نے حرکت
دی۔ امام رازی نے اس کی مزید تفصیل اور عمدہ تقریر فرمائی ہے، یہاں اختصار کے ساتھ جگہ جگہ
کی عبارتوں کا انتخاب نقل ہوا۔

تفسیر عزیزی میں ہے

جزو العظم جان است و شعور و ادراک و تلذذ و تالم خاصہ اوست اہ ملخصاً۔
جزو العظم جان ہے، اور شعور و ادراک اور احساس لذت الم اس کا خاصہ ہے اہ بمختص
(جدید ۸۲۷/۹-۸۲۹)

(۱۳) وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ ☆

اور انہوں نے تو وہ جلوہ دوبارہ دیکھا۔

(۱۳) عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى - ☆

سدرۃ المنتہی کے پاس

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

”عند“ راہ۔ کی ضمیر فاعل سے طرف ہے۔ اور جن لوگوں نے اس سے مراد رویت جبرئیل کی ہے وہ ”راہ“ کی ضمیر مفعول سے مانتے ہیں۔ اور بعض اس پوری سورۃ کو جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق مانتے ہیں۔ پھر فرمایا: اور اصح و ارجح اور نظم قرآنی سے اوفق وہی جو جمہور صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام کا مذہب ہے کہ یہ تمام ضمیریں رب العزت جل جلالہ کی طرف راجع، ارشاد ہوتا ہے: ”فَاَوْحَىٰ اِلَىٰ عَبْدِهِ مَا اَوْحَىٰ“ ظاہر آیت چاہتی ہے اس بات کو کہ یہ ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہوں، ورنہ اختلاط ہو جائے گا کہ ”اوحی“ کی ضمیریں دونوں جگہ جبرئیل کی طرف راجع ہوں اور ”عبدہ“ کی ضمیر بیچ میں اللہ کی طرف۔ پھر آگے معبود ان باطل کا مقابل فرمایا جاتا ہے ”اَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ - وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاٰخِرَىٰ - اَللّٰی قَوْلُهُ تَعَالٰی اِنَّ هٰی الْاَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوھَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِھَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنَّ یَتَّبِعُوْنَ الْاِلٰطْنَ“ کیا تم نے دیکھا ہے لات و عزا و منات کو، وہ تو نہیں ہیں مگر کچھ نام کہ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے گڑھ لئے، اللہ نے اس پر کوئی دلیل نہ اوتاری، وہم کی پیروی کرتے ہو۔ تو فرمایا جاتا ہے کہ تم اپنے معبودوں کو بغیر دیکھے پوجتے ہو اور یہ اپنے رب کو دیکھ کر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اس میں کیا کمال کہ جبرئیل کو دیکھ لیں، جبرئیل کا کمال ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ضمائر کو جبرئیل کی طرف پھیرا کرتے۔ ایک مرتبہ خلوت میں لیٹے ہوئے تھے، ایک صاحب نے پوچھا: ”هل رأى محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ربہ“ کیا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یہ سنتے ہی اٹھکر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: راہ راہ راہ حتی انقطع نفسه، حضور نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا دیکھا دیکھا فرماتے رہے یہاں تک کہ سانس ختم ہو گئی۔ اس وقت کے عوام کے ذہن میں یہ مسئلہ نہیں آسکتا تھا اس لئے عوام میں اس کے معنی وہ فرماتے تھے اور جب خلوت میں پوچھا تو

چونکہ کوئی اندیشہ نہ تھا اس لئے صاف صاف فرمادیا۔ پھر فرمایا: یہ واقعہ ایسا ہے کہ رب العزۃ جل جلالہ کو اس کی تصریح خود نہیں منظور، سورۃ والنجم شریف میں کوئی لفظ تصریح کا نہیں، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس حدیث میں اس واقعہ کو بیان فرمایا وہ دونوں معنی کو محتمل، فرماتے ہیں: نور انی ارہ“ انی کے معنی 'کیف' کے بھی ہیں، تو معنی یہ ہونگے، نور ہے اس کو کیونکر دیکھوں۔ اور 'انی' اینما کا مرادف ہے، تو معنی یہ ہیں، نور ہے جہاں دیکھوں اس کو۔

(المملوہ ظ ۳۷/۳۸-۳۸)

(۳۲) الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا اللَّمَمَ ط إِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ط هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ إِذْ أَنْشَأَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ وَإِذْ أَنْتُمْ أَجِنَّةٌ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ ۖ فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ط هُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقَى ☆

وہ جو بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں مگر اتنا کہ گناہ کے پاس گئے اور رک گئے بیشک تمہارے رب کی مغفرت وسیع ہے وہ تمہیں خوب جانتا ہے تمہیں مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو آپ اپنی جانوں کو سٹھرانہ بتاؤ وہ خوب جانتا ہے جو پرہیزگار ہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

آیات کریمہ میں مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ایسے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک بہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال پیٹ رہتے وقت، اور اس سے پہلے، اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا، اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر روٹکا جو مقدار مساحت وزن پائے گا، بچے کی لاغرئی فرہی، غذا حرکت خفیفہ زائدہ انبساط انقباض اور زیادت و قلت خون، طمٹ و حصول فضلات و ہوا اور رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھلتے ہیں عرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکور و انوث کا ذکر نہ مطلق علم کی نفی و حصر، تو یہ محل و محل اعتراف پاؤں ہوا کہ بعض پاؤں پاؤں بند ہوا کی تازہ

گڑبھت ہے، اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسب عادت دیدہ و دانستہ کلام الہی پر افترا و تہمت ہے، قرآن عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا نہیں معلوم کر سکتا کہ نہ ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص بعد جہل طویل و عجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر و محتاج ہو کر اس فانی و زائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم و قدرت سے کہ وہ بھی اسی بارگاہ عظیم و قدیر سے حصہ رسد چند روز سے چند روز کے لئے پائے اور اب بھی اسی کے قبضہ و اقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں۔ اگر صحرا سے ذرہ، سمندر سے قطرہ معلوم کر لیا تو یہ آیات کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا، وہ خود فرماتا ہے: **یعلم ما بین یدینہم وما خلفہم ولا تحیطون بشئ من علمہ الا بما شاء** اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اسکے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روز اول سے ابد الابد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے کا سبب اسی الہامات کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سربفلک کشیدہ پہاڑوں سے نہایت قلیل و ذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلمہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ و آئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں اعتراض نہ کرے جو **صیغہ یعلم فی الارحام میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہ وہی صیغہ یعلم ما بین یدینہم وما خلفہم میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا۔** جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیت کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا، تو اب ایک ذرا اسی آلی نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے، یا انصاف نہ ملے تو آنکھیاں بھی کور ہے، **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

ثم اقول وباللہ التوفیق: مفصلاً حق واضح کو واضح تر کروں۔ اصل یہ ہے کہ کسی علم کی حضرت عزت عزوجل سے تخصیص اور اس کی ذات پاک میں حصہ اور اس کے غیر سے مطلقاً نفی چند وجہ پر ہے۔

اول علم کا ذاتی ہونا کہ بذات خود بے عطائے غیر ہو۔

دوم علم کا غنا کہ کسی آلہ و جارحہ و تدبیر و فکر و نظر التفات و انفعال کا اصلاح محتاج نہ ہو۔

سوم علم کا سردی ہونا کہ ازلا ابد اہو۔

چہارم علم کا وجوب کہ کبھی کسی طرح اس کا سلب ممکن نہ ہو۔

پنجم علم کا ثبات و استمرار کہ کبھی کسی وجہ اس میں تغیر تبدیل فرق تفاوت کا امکان نہ ہو۔

ششم علم کا اقصی غایات کمال پر ہونا کہ معلوم کی ذات ذاتیات اعراض احوال لازمہ

مفارقہ ذاتیہ اضافیہ ماضیہ آتیہ موجودہ ممکنہ سے کوئی ذرہ کسی وجہ پر مخفی نہ ہو سکے،

ان چھ وجہ پر مطلق علم حضرت احدیت جل و علا سے خاص اور اس کے غیر سے قطعاً منہی

یعنی کسی کو کسی ذرہ کا ایسا علم جو ان چھ وجہ سے ایک وجہ بھی رکھتا ہو حاصل ہونا ممکن نہیں، جو کسی

غیر الہی کے لئے عقول مفارقہ ہوں خواہ نفوس ناطقہ، ایک ذرے کا ایسا علم ثابت کرے یقیناً

اجماعاً کافر مشرک ہے، ان تمام وجوہ کی طرف آیات کریمہ میں باطلاق کلمہ یعلم اشارہ فرمایا

کہ یہاں علم کو مطلق رکھا اور مطلق فرد کامل کی طرف منصرف، اور علم کامل بلکہ علم حقیقی حق الحقیقہ

وہی ہے جو ان وجوہ ستہ کا جامع ہو، اسی لحاظ پر ہے وہ جو قرآن عظیم میں ارشاد ہوا: ”یوم یجمع

اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتہم قالوا لا علم لنا“ جس دن اللہ عزوجل رسولوں کو جمع کر کے

فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں۔ کفار کے پاس ان محبوبان خدا

صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم کا تشریف لانا ہدایت فرمانا ان ملاعنہ کا تکذیب و انکار و اصرار و

استکبار و بیہودہ گفتار سے پیش آنا کسے نہیں معلوم، مگر حضرات انبیاء عرض کریں گے ”لا علم لنا“

ہمیں اصلاً علم نہیں، لافنی جنس کا ہے سلب مطلق فرمائیں گے، یعنی وہی علم کامل کہ بحقیقت ہقیہ علم

اسی کا نام ہے اصلاً اس کا کوئی فرد ہمیں حاصل نہیں، حق حقیقت تو یہ ہے، جب اس سے تجاوز

کر کے حقیقت عرفیہ یعنی مطلق دانستن کی طرف چلے، خواہ بالذات ہو یا بالغیر، غنی ہو یا محتاج،

سردی ہو یا حادث، ابدی ہو یا فانی، واجب ہو یا ممکن، ثابت ہو یا متغیر، تام ہو یا ناقص، بالکنہ ہو

یا بالوجہ، باین معنی مطلق علم کہ ایک آدھ چیز کے جاننے سے بھی صادق زہار مختص بحضرت عزت

عزت عظمت نہیں، نہ معاذ اللہ قرآن نے ہرگز کہیں اس کا دعویٰ کیا، بلکہ جس طرح معنی اول کا غیر

کے لئے اثبات کفر ہے اس معنی کی غیر سے نفی مطلق بھی کفر ہے، کہ یہ خود صدہا نصوص قرآن عظیم

بلکہ تمام قرآن عظیم بلکہ تمام نملل و شراعی و عقل و نقل و حس سب کی تکذیب ہوگی، قرآن عظیم نے

اپنے محبوبوں کے لئے بے شمار علوم عظیمیہ ثابت فرمائے اور ان کے عطا سے منت رکھی۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۲۱-۳-۲۲۲)

سورة القمر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ. ☆

پاس آئی قیامت اور شق ہو گیا چاند۔

(۲) وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ. ☆

اور اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا۔

(۳) وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أُمَّرٍ مُّسْتَقِرٌّ. ☆

اور نہوں جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کے پیچھے ہوئے اور ہر کام قرار پا چکا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

فلسفہ میں تو غل کی وجہ سے قاضی بیضاوی نے (وانشق القمر میں) ایک اور تاویل نکالی۔ انہوں نے لکھا ”ای سینشق“ یعنی قیامت کے دن شق ہو جائے گا۔ چونکہ یقینی الوقوع ہے اس لئے بصیغہ ماضی فرمایا گیا۔ لیکن اس تاویل کو خود آگے کی آیت رد فرماتی ہے۔ ”وان یرو آیاتہ یعرضوا ویقولوا سحر مستمر“ اور اگر وہ دیکھیں معجزہ کو تو اعتراض کریں گے اور کہیں گے یہ بڑا زبردست جادو ہے۔ قیامت کے دن کوئی اعتراض کرنے والا نہ ہوگا، اس دن کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جادو ہے۔ شاہ ولی اللہ نے قہیمات الہیہ میں لکھا کہ شق ہو جائے گا اور یہ محض غلط ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیثیں اس کو مردود کر رہی ہیں۔ حدیث میں مصرح ہے کہ حضور نے انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا اور وہ شق ہوا، اور ارشاد فرمایا: اللہم اشہد، اے اللہ گواہ ہو جا۔ اس کی احادیث مشہور ہیں اور ان سے اجماع مسلمین لاحق ہو گیا۔

(المملووظ ۲۳۲-۲۳۳)

(۱۷) وَلَقَدْ يَسْرِنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّذَكِّرٍ. ☆

اور بیشک ہم نے قرآن کو یاد کرنے کے لئے آسان فرمایا تو سے کوئی ما ذکر نہ ہو

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جا بجا اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حفظ قرآن کی ترغیب و تحریص فرمائی۔ حفظ قرآن فرض کفایہ ہے اور سنت صحابہ و تابعین و علمائے دین متین۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور من جملہ افاضل مستحبات عمدہ قربات منافع و فضائل اس کے حصر و شمار سے باہر۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

عن امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من قرء القرآن فاستظہرہ فاحل حلالہ و حرم حرامہ ادخلہ اللہ بہ الجنة و شفعه فی عشرة من اهل بیتہ کلہم قد و جبت لہ النار امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے قرآن کریم حفظ کیا اور اسکے حلال کو حلال اور حرام کو حرام ٹھہرایا اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کرے گا اور اسے اس کے گھر والوں سے ایسے دس کا شفیق بنائے گا جن کے لئے دوزخ واجب ہو چکی تھی۔

اراءة الادب ۴۰

عن ام المؤمنین عائشة الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الماهر بالقرآن مع السفارة الکرام البررة، والذی یقرء القرآن و یتتبع فیہ و هو علیہ شاق لہ اجران۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو قرآن مجید میں مہارت رکھتا ہو وہ نیکوں اور بزرگوں اور وحی و کتابت، یا لوح محفوظ لکھنے والوں یعنی انبیائے کرام و مالائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اور جو قرآن کو بزور پڑھتا ہے اور وہ اس پر شاق ہے اس کے لئے دواجر ہیں۔

فتاویٰ رضویہ حصہ اول ۱۰۵/۹

سورة الرحمن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۵) الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ☆

سورج اور چاند حساب سے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

شریعت مطہرہ محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ نے نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وعدت و فوات و طلاق و مدت حمل و ایلا و تاجیل عنین و منتہائے حیض و نفاس و غیر ذلک امور کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے، یعنی طلوع صبح و شمس و غروب شمس و شفق و نصف النہار و مثلین و روز و ماہ و سال ان سب کے ادراک کا مدار رویت و مشاہدہ پر ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جو بغیر مشاہدہ مجرد کسی حساب یا قانون عقلی سے مدرک ہو جاتا، ہاں رویت و مشاہدہ ان سب کے ادراک کا سبب کافی ہے، اور یہی اس شریعت عامہ تامہ شاملہ کاملہ کے لائق شان تھا کہ تمام جہان کے لئے اتاری اور ان میں اکثر وہ ہیں کہ دقائق محاسبات ہیئت و زج کی تکلیف انہیں نہیں دیجا سکتی ”انما امة امیۃ لا نکتب ولا نحسب“ فرما کر اپنے تمام غلاموں کے لئے ایک آسان اور واضح راستہ کھول دیا اور ان تمام اوقات کے لئے حکیم رحیم عزوجل جلالہ نے دو کھلی نشانیاں مقرر فرمادیں، چاند اور سورج جن کے اختلاف احوال پر نظر کر کے خواص و عوام سب اوقات مطلوب شریعیہ کا ادراک کر سکیں۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۲/۶۳۳)

پھر ان میں بعض تو وہ ہیں جن کا مدار صرف رویت ہی پر رہا وہ ہلال ہے کہ ”ان اللہ امسده لرویتہ“ اس کے ظہور و خفا کے وہ اسباب کثیرہ نامنضبط ہیں جن کے لئے آج تک کوئی قاعدہ منضبط نہ ہو سکا، لہذا ابطلموس نے جہلی میں بانگہ متخیرہ خمسہ و کواکب ثوابت کے ظہور و خفا کے لئے باب وضع کئے مگر رویت ہلال سے اصلا بحث نہ کی، وہ جانتا تھا کہ یہ قابو کی چیز نہیں، اس کا میں کوئی ضابطہ کا نہیں دے سکتا، بعد کے لوگوں نے اپنے تجارب کی بنا پر اگرچہ بلحاظ درجہ

ارتقاع یا بعد سواء یا بعد معدل و قوس تعدیل الغروب وغیر ذلک کچھ باتیں بیان کیں مگر وہ خود ان میں بشدت مختلف ہیں اور باوصف اختلاف کوئی اپنی قرارداد پر جازم بھی نہیں جیسا کہ واقف فن پر ظاہر ہے، اسی لئے اہل ہیئت جدیدہ بآنکہ محض فضول باتوں میں نہایت تدقیق و تعمق کرتے ہیں اور سالانہ المنک میں ہر روز کے لئے قمر کے ایک ایک گھنٹہ کا میل و مطالع قمر اور ہر مہینہ میں آفتاب کے ساتھ اس کے جملہ انظار اجتماع و استقبال و تریج ایمن و ایسر کے وقت دیتے ہیں اور ہر تاریخ پر متحیرات و ثوابت کے ساتھ اس کے قرانات بیان کرتے ہیں مگر رویت ہلال کا وقت نہیں دیتے، وہ بھی سمجھے ہوئے ہیں کہ یہ ہمارے بوتے کا نہیں ولہذا ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اس بارے میں قول اہل توقیت پر نظر نہ ہوگی۔ در مختار میں وہبانیہ سے ہے: وقول اولی التوقیت لیس بموجب۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۴۴/۴)

اور باقی وہ ہیں کہ اگر چہ ان کا اصل مدار رویت پر تھا مگر رویت ہی کے تکرر سے تجربہ نے ان کے بارے میں ضوابط کلیہ دیے جن کا ادراک بے رویت نہ ہو سکتا تھا مگر بعد ادراک وہ قاعدہ مقرر ہو کر وقت کو قوانین علم ہیئت و تریج کے ضابطہ میں لے آنا میسر ہوا جس کے سبب ہم پیش از وقت حکم لگا سکتے ہیں کہ فلاں وقت مطلوب شرعی فلاں گھنٹہ منٹ سکند پر واقع ہوگا، واقف فن کا وہ حکم لگایا ہوا کبھی خطانہ کرے گا۔ کہ آخر مدار کا رشمس و قمر کی چال پر ہے اور ان کی چال عزیز و علیم نے ایک حساب مضبوط پر منضبط فرمائی ہے۔ "قال تعالیٰ: الشمس والقمر بحسبان۔ وقال تعالیٰ: ذلك تقدير العزيز العليم" تو حساب تو قطعی تھا ہی جتنی بات کی طرف اسے راہ نہ تھی وہ مکرر رویت نے براہ تجربہ بتادی اور اب تجربہ و حساب دو قطعوں سے مل کر حکم قطعی ہمارے ہاتھ آ گیا، مثلاً طلوع و غروب اگر نجومی مراد ہوتے یعنی مرکز شمس کا افق حقیقی پر طرفین شرق و غرب میں انطباق کہ ان کے جاننے کے لئے رویت کی کچھ حاجت نہ تھی، شہر کا عرض اور جزر شمس کا میل معلوم ہونا ہی ان کا وقت بتانے کے لئے کافی دوانی ہوتا جس کے ذریعہ سے ہم ہر عرض کے لئے جداول تعدیل التہار تیار کر لیتے ہیں، مگر شرع مطہر میں اس طلوع و غروب کا کچھ اعتبار نہیں، طلوع و غروب عرفی درکار ہے یعنی جانب شرق آفتاب کی کرن چمکنا، یا جانب غرب کل قرص آفتاب نظر سے غائب ہو جانا، اس میں بھی اگر صرف نصف قطر آفتاب کا قدم در میان ہوتا تو وقت نہ تھی۔ مرکز عالم سے آفتاب کا ہر جزو مرکز شمسی پر بعد دریافت کر کے ہر

روز کے نصف قطر کی مقدار دریافت کر سکتے تھے جس کی جدول المنک میں دی ہوئی ہوتی ہے مگر بالائے زمین ۲۵۔ میل سے ۵۲۔ میل تک علی الاختلاف بخارات و ہوا غلیظ کا محیط ہونا اور شعاع بصر کا پہلے اس ملاء غلیظ پھر اس کے بعد ملاء صافی میں گزر کر افق میں پہنچنا حکیم عزوجل کے حکم سے اشعہ بصریہ کے لئے موجب انکسار ہوا جس کے سبب آفتاب یا کوئی کوکب قبل اس کے کہ جانب شرق افق حقیقی پر آئے ہمیں نظر آنے لگتا ہے اور جانب غرب بانکہ افق حقیقی پر اس کا کوئی کنارہ باقی نہیں رہتا دیر تک ہمیں نظر آتا رہتا ہے، یہ انکساری ہی وہ چیز ہے جس نے صدہا سال موقعتیں کو سچ و تاب میں رکھا اور طلوع و غروب کا حساب ٹھیک نہ ہونے دیا اور یہی وہ بھاری سچ ہے جس سے آجکل عام جنتری والوں کے طلوع و غروب غلط ہوتے ہیں۔ اس انکسار کی مقدار مدت دریافت کرنے کو عقل کے پاس کوئی قاعدہ نہ تھا جس سے وہ محتاج رویت نہ رہتی، ہاں سالہا سال کے مکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ اس کی مقدار اوسطاً ۳۳۔ دقیقہ فلکیہ ہے، اب ضابطہ ہمارے ہاتھ آ گیا کہ ان ۳۳۔ دقیقوں سے اختلاف منظر کے ۹۔ ثانیہ منہا کر کے باقی پر اس کا نصف قطر شمس زائد کریں، یہ مقدار انحطاط شمس ہوگی یعنی طلوع یا غروب کے وقت آفتاب افق حقیقی کے اتنے دقیقے نیچے ہوگا، جب قدر انحطاط معلوم ہو لی تو دائرہ ارتفاع کے اجزاء سے وقت و طالع معلوم کرنے کے قاعدوں نے جو علم ہیئت و زجاج میں دیے ہوئے ہیں راہ پائی اور ہمیں حکم لگانا آسان ہو گیا کہ فلاں شہر میں فلاں دن اتنے گھنٹے منٹ سکند پر آفتاب طلوع کریگا اور اتنے پر غروب، معمول سے زیادہ ہوا میں رطوبت یا کثافت اگر چہ انکسار میں کچھ کمی بیشی لاتی ہے جس کا ادراک تھرما میٹر اور بیرومیٹر سے ممکن اور وہ قبل از وقوع نہیں ہو سکتا مگر یہ تفاوت معتدبہ نہیں جس سے عام احکام مطلوبہ شرعیہ میں کوئی فرق پڑے، یونہی مثلیں و سایہ کا ادراک بھی حساب سے بہت آسان تھا کہ عرض بلد و میل شمس سے اس کا غایۃ الارتفاع پھر جدول سے اتنے ارتفاع کا ظل اصلی معلوم کر کے اس پر ایک یا دو مثل بڑھا کر اتنے ظل کے لئے ارتفاع اور اس ارتفاع کے لئے وقت معلوم کر لیتے مگر یہاں بھی اسی انکسار کا قدم درمیان ہے کہ کوکب جب تک ٹھیک سمت الہاں پر نہ ہو انکسار کے نیچے سے نہیں چھوٹ سکتا، مگر رویت نے انکسار افقی کلی بنایا اور تار سب سے انکسارات جزئیہ مددک ہوئے جن کی جدول فقیر نے اپنی تحریرات ہندسہ میں دی ہے ان کے ملاحظہ سے پھر انہیں قواعد میں نے راہ پائی اور ہر روز کے لئے

وقت عصر پیش از وقوع ہمیں بتانا آسان ہوا، طلوع وغروب شفق کو تو انکسار سے بھی علاقہ نہ تھا کہ اس وقت آفتاب پیش نگاہ ہوتا ہی نہیں کہ بصر کی شعاعوں کا انکسار لیا جائے، وہاں سرے سے عقل کو اس ادراک کی راہ نہ تھی کہ آفتاب افق سے کتنا نیچا ہوگا کہ صبح طلوع کرے گی یا کتنا نیچا جائے کہ شفق ڈوب جائے گی، تو پھر رویت ہی کی احتیاج پڑی اور صد ہا سال کے تکرر مشاہدہ نے ثابت کیا کہ آفتاب ان دونوں وقت تقریباً اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو اکثر ہیئت دانوں پر مخفی رہا، رجمایا الغیب باتیں اڑایا کئے، صبح کاذب کے وقت انحطاط شمس میں مختلف ہوئے، کسی نے سترہ درجہ کہا، کسی نے اٹھارہ، کسی نے انیس بتائے اور مشہور ۱۸۔ ہے، اور اسی پر شرح چھمینی نے مثنیٰ کی۔ اور صبح صادق کے لئے بعض نے پندرہ درجہ بتائے ہیں، اسے علامہ برجندی نے حاشیہ چھمینی میں بلفظ قد قبل نقل کیا اور مقرر رکھا، اور اسی نے علامہ خلیل کالی کو دھوکا دیا کہ دونوں صبحوں میں صرف تین درجہ کا فاصلہ بتایا جسے رد المختار میں نقل کیا اور معتمد رکھا، حالانکہ یہ سب ہوسات بے معنی ہیں، شرع مطہر نے اس باب میں کچھ ارشاد فرمایا ہی نہیں، اس نے تو صبح کی صورتیں تعلیم فرمائی ہیں کہ صبح کاذب شرقاً غرباً مستطیل ہوتی ہے اور صبح صادق جنوباً شمالاً مستطیل، اور ہم اوپر کہہ آئے کہ مقدار انحطاط جاننے کی طرف کسی برہان عقلی کو راہ نہیں، صرف مدار رویت پر ہے، اور رویت شاہد عدل ہے کہ صبح کاذب کے وقت سترہ یا اٹھارہ یا انیس درجے اور صادق کے وقت ۱۵ درجے انحطاط ہونا اور صادق و کاذب میں صرف تین درجے کا تفاوت ہونا سب محض باطل ہے، بلکہ ۱۸۔ درجہ انحطاط پر صبح صادق ہو جاتی ہے اور اس سے بہت درجے پہلے صبح کاذب۔ فقیر نے پچشم خود مشاہدہ کیا کہ محاسبات علم ہیئت سے آفتاب ہنوز ۳۳۔ درجے افق سے نیچا تھا اور صبح کاذب خوب روشن تھی، صبح صادق کے ساہا سال سے فقیر کا ذاتی تجربہ ہے کہ اس کی ابتداء کے وقت ہمیشہ ہر موسم میں آفتاب ۱۸، ہی درجہ زیر افق پایا ہے اور صبح کاذب کے لئے جس سے کوئی حکم شرعی متعلق نہ تھا اب تک اہتمام کا موقع نہ ملا، ہاں اتنا اپنے مشاہدہ سے یقیناً معلوم ہوا کہ اس میں اور صبح صادق میں ۱۵۔ درجے سے بھی زیادہ فاصلہ ہے نہ کہ ۳ درجے۔ لاجرم برہان شرح مواہب الرحمن پھر شربلا لیل علی الدرر پھر ابوالسعود علی الکفر وغیرہا میں ہے: البیاض لایذہب الا قریباً من ثلث اللیل، یہ وہی سپیدی مستطیل ہے جسے وہ اپنے ملک میں ہمیشہ تہائی رات کے قریب تک رہتی فرماتے ہیں کہ سادل

علیہ الحصر اور ظاہر ہے کہ ان بلاد میں رات ۱۲ گھنٹے اور اس سے بھی کچھ زائد تک پہنچتی ہے جس کی تہائی تقریباً پونے پانچ گھنٹے، اور بحکم مقابلہ قطعاً معلوم ہے کہ ادھر جتنے حصہ شب تک یہ سپیدی رہے گی ادھر اتنا ہی حصہ شب کا باقی رہے طلوع کر آئے گی، تو اس بیان پر لیبالی شتا میں صبح کاذب کی مقدار وہاں پونے پانچ گھنٹے ہوئی، اور معلوم ہے کہ وہاں صبح صادق کی مقدار پونے دو گھنٹے سے زائد نہیں، تو صبح صادق و کاذب میں تین گھنٹے تک کا فاصلہ ثابت ہوا نہ کہ صرف تین ہی درجے، مگر امام زینلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا: ”روی عن الخلیل انه قال رایت البیاض بسمکة شرفها اللہ تعالیٰ لیلة فما ذهب الابد نصف اللیل“ ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ میں وہ سپیدی کہ آدھی رات تک رہی اگر ہو سکتی ہے تو یہی سرطان کی بیاض دراز اور مکہ معظمہ میں اس کی صبح شفق مستطیل ڈیڑھ گھنٹہ بھی نہیں، تو خلیل بن احمد عروسی کی روایت و روایت اگر صحیح ہے تو اس دن دونوں صبح میں تقریباً پانچ گھنٹے کا فاصلہ ہوگا، یہ بہت بعید ضرور ہے مگر اس قدر میں شک نہیں کہ تین درجہ کا قول فاسد و مجبور ہے، اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ برہان کے اس بیان یا خلیل کی اس روایت کو دربارہ وقت مغرب مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذریعہ تضعیف جاننا ”کما وقع عن الطرابلسی فی البرہان فعدل عن اتباع المحقق ابن الہمام مع شدة تاسیہ بہ، محض خطا ہے۔ امام کے نزدیک وقت مغرب شفق ابیض مستطیل تک ہے جو فجر صادق کی نظیر ہے، وہ کبھی ان بلاد میں تہائی کیا چوتھائی رات تک بھی نہیں رہتی اور یہ جو اس قدر دیر پائے بیاض دراز نظیر صبح کاذب ہے کہ اسی کی طرح احکام شرعیہ سے یکسر ساقط ”والی بعض ہذا و نحو منہ او ما التبیین۔“

ثم اقول: صبح صادق کے لئے۔ ۱۵۔ درجے انحطاط ہونے کا بطلان اور ۱۸ درجے انحطاط کی صحت اس واقعہ مشہورہ سے بھی ثابت ہے جو فتح القدیرو بحر الرائق و در مختار و عامہ کتب معتبرہ میں مذکور کہ بلغار سے ہمارے مشائخ کرام کے حضور استفتا آیا تھا کہ گرمیوں کی چھوٹی راتوں میں ان کو وقت عشا نہیں ملتا، آدھی رات تک شفق ابیض رہتی ہے اور وہ ابھی نہ ڈوبی کہ مشرق سے صبح صادق طلوع کر آتی، امام برہان کبیر نے حکم دیا کہ عشا کی قضا پڑھیں، اور امام بقالی و امام شمس الاممہ حلوانی وغیرہما نے فرمایا ان پر سے عشا ساقط ہے۔ بالجملہ ان راتوں میں وہاں وقت عشا نہ پانا متفق علیہ ہے، اب اگر انحطاط صبح صادق۔ ۱۵۔ درجے ہوتا تو سال کی

سب سے چھوٹی رات یعنی شب تحویل سرطان میں بھی ان کو وقت عشا ملتا، ایک رات بھی فوت نہ ہوتا۔ راتوں۔ اس پر دلیل سنئے، بلغار کا عرض شمالی ساڑھے اونچا اس درجے ہے کما فی الزیج السمرقندی ثم الزیج الالغ بیگی " اور میل کلی یعنی راس السرطان کا میل اس زمانے میں ساڑھے تیس درجے سے کچھ زائد تھا کہ اس کی مقدار زمانہ رصد سمرقند میں جسے تقریباً سو برس ہوئے لے لے تھی یعنی ساڑھے ۲۳۔ درجے سے ۷ اثنانہ زیادہ، تو زمانہ امام شمس الائمہ حلوانی میں جسے پونے نو سو برس گزرے اور بھی زائد ہوگا، اور طوسی کا رصد مراغہ لیجے تو وہ اپنی ہی زمانہ میں اچ لے گا رہا ہے، یعنی ۲۳۔ درجے۔ ۳۵۔ دقیقے، خیر اس کی نہ سنئے اس پر تجربہ ہوا ہے کہ اعمال میں کچا ہے، تو بلحاظ تناسب کہ اب لے لے یعنی ۲۳۔ ۲۷۔ معہ کسر خفیف ہے اس وقت کا میل اچ لے بالرفع رکھیے یعنی ۲۳۔ ۳۳۔ تو وہاں راس السرطان کی غایت انحطاط یعنی وقت بلوغ دائرہ نصف اللیل۔ ۱۶۔ درجے۔ ۵۷۔ دقیقے تھی یا تقریباً۔ ۱۷۔ درجے کہے اور انحطاط صبح۔ ۱۵۔ درجے ہے تو قطعاً یہی انحطاط شفق ابیض ہے کہ جانبین سے تعادل و تناظر ہے، اس تقدیر پر بعد غروب شمس جب تک افق سے آفتاب کا انحطاط بڑھتے بڑھتے ۱۵ درجے تک پہنچا امام اعظم کے مذہب میں وقت مغرب تھا پھر اس کے بعد جب کہ انحطاط اس سے ترقی کر کے آدھی رات کو سترہ درجے تک پہنچا، پھر آدھی رات ڈھلے اس سے کم ہوتا ہوا پھر ۱۵۔ درجے رہا اس وقت صبح ہوئی، اس بیچ میں کہ تقریباً چار درجے انحطاط بدلا یقیناً اجماعاً وقت عشا تھا تو فوت عشا کیا معنی۔

اس تمام بیان سے تین باتیں واضح ہوئیں جن سے جواب سوال روشن و مبین۔

(۱) اصل مدار رویت ہے، شارع علیہ الصلاة والسلام نے اسباب میں کوئی ضابطہ و حساب ارشاد نہ فرمایا نہ عقل صرف مقدار انحطاط صبح بتا سکتی تھی۔

(۲) ہاں رویت نے وہ تجارب صحیحہ دیئے جن سے قاعدہ کلیہ ہاتھ آیا اور بے دیکھے وقت بتانا ممکن و میسر ہوا۔

(۳) از انجا کہ یہاں جو قاعدہ ہوگا رویت ہی سے مستفاد ہوگا کہ شرع و عقل دونوں ساکت ہیں، تو لا جرم جو قاعدہ رویت یا اس کے دیئے ہوئے قوانین کی مخالفت کرے خود باطل ہونا لازم کہ فرع جب تکذیب اصل کرے تو فرع بہ اقرار خود کاذب ہے کہ اس کا صدق اس پر

مبتنی تھا، جب معنی باطل یہ خود باطل۔ یہ قاعدہ کہ صبح رات کا ساتواں حصہ ہوتی ہے انہیں قواعد باطلہ فاسدہ سے ہے کہ روایت و قوانین عطیہ روایت بالاتفاق اس کے بطلان پر شاہد عدل ہیں
واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۴۴/۴ تا ۶۴۸)

سورة الحديد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۗ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

عَلِيْمٌ. ☆

وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کو پڑھنے سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱/۷۷۰)

(۱۰) وَمَالِكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۗ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلْ ۗ

اَوْ لَيْسَ اَعْلَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَقَاتَلُوْا ۗ

وَكُلًّا وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ. ☆

اور تمہیں کیا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو حالانکہ آسمانوں اور زمین میں سب کا

وارث اللہ ہی ہے۔ تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں

ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا اور ان سب سے اللہ جنت کا وعدہ

فرما چکا اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اللہ عزوجل نے صحابہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دو قسم فرمایا۔ ایک مومنین قبل

فتح مکہ، دوسرے مومنین بعد فتح مکہ۔

فریق اول کو فریق دوم پر فضیلت بخشی اور دونوں فریق کو فرمایا کہ اللہ نے ان سے بھلائی

کا وعدہ کیا، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنین قبل فتح میں ہیں۔

اصابتی تمیز الصحابہ میں ہے:

عمر و بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سعید بالتصغیر بن سہم بن عمر
وابن ہصیص بن کعب بن لوی القرشی امیر مصر مکنی اباعبداللہ و ابا محمد
اسلم قبل الفتح فی صفر ۸ ہج ثمان و قیل بین الحدیبیہ و خیبر۔

اور بعد فتح تورہ خدا میں جو ان کے جہاد ہیں آسمان و زمین ان کے آواز سے گونج رہے
ہیں اور اللہ عزوجل نے دونوں فریق سے بھلائی کا وعدہ فرمایا اور مریض القلب معترضین جو ان
پر طعن کریں کہ فلاں نے یہ کام کیا، فلاں نے یہ کام کیا، اگر ایمان رکھتے ہوں تو ان کا مونہ تہمتہ
آیت سے بند فرمایا کہ ”واللہ بما تعملون خبیر“

مجھے خوب معلوم ہے جو کچھ تم کرنے والے ہو مگر میں تو تم سب سے بھلائی کا وعدہ
فرمایا، اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ اللہ عزوجل نے جس سے بھلائی کا وعدہ
فرمایا اس کے لئے کیا فرماتا ہے:

”ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون۔ لا یسمعون
حسیسہا و ہم فی ما اشتہت انفسہم یخلدون۔ لا یحزنہم الفرع الا کبر و تطلقہم
الملائکۃ ہذا یومکم الذی کنتم توعدون“

بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا جہنم سے دور رکھے گئے ہیں، اسکی
بھنک تک نہ سنیں گے اور اپنی من مانتی نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے، قیامت کی سب سے بڑی
گھبراہٹ انہیں عملین نہ کریگی اور ملائکہ ان کا استقبال کریں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ
دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

ان ارشادات الہیہ کے بعد مسلمان کی شان نہیں کہ کسی صحابی پر طعن کرے، بفرض غلط
بفرض باطل طعن کرنے والا جتنی بات بتاتا ہے اس سے ہزار حصے زائد سہی، اس سے یہ کہئے
”انتم اعلمم اللہ“ کیا تم زیادہ جانو یا اللہ؟ اللہ کو ان باتوں کی خبر نہ تھی؟ باہنہم وہ ان سے
فرمایا چکا کہ میں نے تم سب سے بھلائی کا وعدہ فرمایا، تمہارے کام مجھ سے پوشیدہ نہیں، تو اب
اعتراض نہ کریگا مگر وہ جسے اللہ عزوجل پر اعتراض مقصود ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
جلیل القدر قریشی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جدا مجد کعب بن لوی رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کی اولاد سے اور ان کی نسبت وہ ملعون کلمہ طعن فی النسب کا اگر کہا ہوگا تو کسی رافضی نے، پھر وہ صدیق و فاروق کو کب چھوڑتے ہیں، عمر و مہن عاص کی ان کے نزدیک کیا گنتی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

”وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون و اللہ تعالیٰ اعلم۔“

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۳۰۷-۳۱)

(۲۸) **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرُسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ** ☆

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا۔ اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو اور تمہیں بخشد یگا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معالم شریف میں ہے:

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله، الخطاب لا هل الكتابين هم اليهود والنصارى يقول يا ايها الذين آمنوا بموسى وعيسى اتقوا الله في محمد صلى الله تعالى عليه وسلم -

اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، یہ یہود و نصاریٰ اہل کتاب کو خطاب ہے۔ فرمایا: اے وہ لوگو! جو موسیٰ و عیسیٰ پر ایمان لائے تمہیں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔

زید نے جو کچھ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشکی ہے اور وہ لفظ احسان کہ لہن کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف و آسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن کو ہدیہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بند ہو، یا چولی چڑھا دو، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ ضرور حادث و جنس مخلوق ہے، اور اجلہ صحابہ کا

اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو، یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المؤمنین مولیٰ علیٰ کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا تو فرمایا:

هَذَا مَصْحَفٌ صَامِتٌ وَأَنَا مَصْحَفٌ نَاطِقٌ - (۲)

یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔

اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک و دفع وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اکرم الاکرمین کہنے کی اجازت نہیں۔ یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے،

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتویٰ تو یہ تھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں۔

لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح و بیعت و حج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن الغلیمین ہے وہ اس سے پاک و منزہ ہے کہ تمام عالم میں کسی کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہان کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نامحدود ہے اور نامحدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے ہاں حفظ زبان کی احتیاط لازم ڈرنا چاہئے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۵/۲۶۹-۲۷۰)

(۲۹) لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا تَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ☆

یہ اس لئے کہ کتاب والے کافر جان جائیں کہ اللہ کے فضل پر ان کا کچھ قابو نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ ہے دیتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت کریمہ سے مسلمان کو دو ہدایتیں ہوئیں۔ ایک یہ کہ مقبولان بارگاہِ احدیت میں اپنی طرف سے ایک کو افضل دوسرے کو مفضول نہ بتائے کہ فضل تو اللہ کے ہاتھ ہے جیسے چاہے عطا فرمائے۔

دوسرے: یہ کہ جب دلیل مقبول سے ایک کی افضلیت ثابت ہو تو اس میں اپنے نفس کی خواہش اپنے ذاتی علاقہ یا نسبت شاگردی یا مریدی وغیرہا کو اصلاً دخل نہ دے کہ فضل ہمارے ہاتھ نہیں کہ اپنے آبا و اجداد و مشائخ کو اوروں سے افضل کر ہی لیں جسے خدا نے افضل کیا وہی افضل ہے اگرچہ ہمارا ذاتی علاقہ اس سے کچھ نہ ہو اور جسے مفضول کیا وہی مفضول ہے اگرچہ ہمارے سب علاقے اس سے ہوں۔ یہ اسلامی شان ہے مسلمانوں کو اسی پر عمل چاہئے۔ اکابر خود رضائے الہی میں فنا تھے جسے اللہ عزوجل نے ان سے افضل کیا۔ کیا وہ اس پر خوش ہوں گے کہ ہمارے متوسل ہمیں اس سے افضل بتائیں۔

حاشا! اللہ وہ سب سے پہلے اس پر ناراض اور سخت غضبناک ہونگے تو اس سے کیا فائدہ کہ اللہ عزوجل کی عطا کا بھی خلاف کیا جائے اور اپنے اکابر کو بھی ناراض کیا جائے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۲۲۹)

سورة المجادلة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) الَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ أُمَّهَاتُهُمْ إِنَّ أُمَّهَاتَهُمْ إِلَّا اللَّيْئِي وَلَدْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَيَقُولُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقَوْلِ وَزُورًا ط

وان الله لعفو غفور. ☆

وہ جو تم میں اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہہ بیٹھتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں اور وہ بے شک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بے شک اللہ ضرور معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

(۳) وَالَّذِينَ يُظْهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ هُمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ط ذَلِكَ تَوَعظُونَ بِهِ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ. ☆

اور وہ جو اپنی بیبیوں کو اپنی ماں کی جگہ کہیں پھر وہی کرنا چاہیں جس پر اتنی بڑی بات کہہ چکے تو ان پر لازم ہے ایک بردہ آزاد کرنا قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ یہ ہے جو نصیحت تمہیں کی جاتی ہے اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

(۴) فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ط فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مِسْكِينًا ط ذَلِكَ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ط وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ. ☆

پھر جسے بردہ نہ ملے تو لگاتار دو مہینے کے روزے قبل اس کے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں پھر جس سے روزے بھی نہ ہو سکیں تو ساٹھ مسکینوں کا پیٹ بھرنا یہ اس لئے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھو اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(ان آیات میں ظہار اور اس کے کفارے کی صورتوں کا بیان ہے)

زوجہ کو ماں بہن کہنا خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے سخت گناہ و ناجائز ہے۔ مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو۔ ہاں اگر یوں کہا کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہوگی اور عورت نکاح سے نکل گئی۔ اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے اس کی طاقت نہ ہو تو لگا تار دو مہینہ کے روزے رکھے اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے۔ کما امر بہ المولیٰ سبخنہ و تعالیٰ فی القرآن العظیم۔ اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہوگا جس سے طلاق یا کفارہ کچھ لازم نہ آئے گا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۵/۸۲۹)

(۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانشُرُوا يَرَفِعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۖ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۖ

اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دو اللہ تمہیں جگہ دے گا اور جب کہا جائے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہو اللہ تمہارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت (میں) والذین اوتوا العلم درجات سے واضح ہے کہ نبی عالم سیدانیوں کا کفو ہو سکتا ہے۔

لہذا وجیز امام کردری میں ہے:

العجمی العالم کفو للعربی الجاہل لان شرف العلم اقوی وارفع۔
وکذا العالم الفقیر للغنی الجاہل۔ وکذا العالم الذی لیس بقدرسی کفو للجاہل

القرشی و العلوی ملخصاً و مترجماً۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۵۲/۵)

(۱۹) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ط اُولَئِكَ
جِزْبُ الشَّيْطَانِ ط اَلَا اِنَّ جِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ. ☆

ان پر شیطان غالب آ گیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلا دی وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے
بے شک شیطان ہی کا گروہ ہا میں ہے۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

غیر مقلدین کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت و تعظیم کو جہاں
تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کر دی کہ
اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتہی۔

اور چوڑھے چہار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہیں۔ خود حضور سید محبوبین صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ (وہ بھی مرکٹھی میں مل گئے) سب سے زیادہ اللہ
تعالیٰ کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ
عداوت رکھے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۶۸۶)

(۲۲) لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ
حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ
أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ط اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيْدَهُمْ بِرُوحٍ
مِّنْهُ ط وَيَدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِينَ فِيهَا ط
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ط اُولَئِكَ جِزْبُ اللَّهِ ط اَلَا اِنَّ جِزْبَ
اللَّهِ هُمُ الْمُنْفِلِحُونَ. ☆

تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے
جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے
والے ہوں یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان
کی مدد کی اور انہیں باغیوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہیں ان میں ہمیشہ رہیں اللہ

ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی یہ اللہ کی جماعت ہے سنتا ہے اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جو ان کی جناب عالم تاب میں گستاخی کرے اگر تمہارا باپ بھی ہوا لگ ہو جاؤ، جگر کا ٹکڑا ہودشمن بناؤ۔ ہزار زبان و صد ہزار دل اس سے تبری کرو تھاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر تمہیں اللہ و رسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لئے جاؤ حقیقت اور چیز ہے۔ وائے بے انصافی اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو، بس پاؤ تو کچا نکل جاؤ، وہاں نہ تاویلیں نکالو، نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو، اور محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو، بلکہ اس کی امامت و پیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، امام مانو، جو اسے برا کہے الٹی اس سے دشمنی ٹھانو، بد لگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے اس کی بگڑی سنبھالو، اس کی حمایت میں عظمت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے۔

اے راہ رو پشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کر کے چلنے والے! ہوش کر)

سورة الحشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۷) مَا آفَاءَ اللّٰهِ عَلٰی رَسُوْلِهِ مِنْ اَهْلِ الْقَرْیٰ فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ
وَلِذِی الْقَرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَاٰبِیْنِ السَّبِیْلِ لَا کٰی لَا یَکُوْنُ
دُوْلَةً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ ط وَمَا اَتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ؕ وَمَا نَهٰکُمْ
عَنْهُ فَاَنْتَهُوْا ؕ وَاَتَقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ . ☆

جو غنیمت دلائی اللہ نے اپنے رسول کو شہر والوں سے وہ اللہ اور رسول کی ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لئے کہ تمہارے اغنیاء کا مال نہ ہو جائے اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث پریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر مکروہ تنزیہی شرعاً حقیقہً منہی عنہ ہوتا واجب الاحتراز ہوتا۔ لقوله تعالیٰ وما

نہاکم عنہ فانتہوا۔

(اللہ کا فرمان ہے جس سے روکا جائے رک جاؤ) تو مکروہ تنزیہی نہ رہتا بلکہ حرام یا تحر

کی ہوتا اور ہم نے اپنے رسالہ۔ ”جمل مجلیہ ان المکر وہة تنزیہا لیس بمعصیة“

میں قاہر و لائل قائم کئے ہیں کہ وہ ہرگز شرعاً منہی عنہ نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱/۲۸۸)

اقول: لو، صیغہ امر کا ہے اور امر و وجوب کے لئے ہے تو پہلی قسم واجبات شرعیہ ہوئی

اور باز رہی ہوئی ہے اور نہی منع فرمانا ہے۔ یہ دوسری قسم ممنوعات شرعیہ ہوئی حاصل یہ کہ اگرچہ قر

آن مجید میں سب کچھ ہے۔ و نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شیء۔

ترجمہ۔ اے محبوب ہم نے تم پر یہ کتاب اتاری جس میں ہر شئی ہر چیز ہر موجود کا روشن

بیان ہے مگر امت اے نبی کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھ سکتی۔

ولہذا فرمایا:

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ تم لوگوں کے لئے بیان فرما دو جو کچھ ان کی طرف اترا ہے۔ یعنی اے محبوب تم پر قرآن حمید نے ہر چیز روشن فرمادی اس میں جس قدر امت کے بتانے کو ہے وہ تم ان پر روشن فرما دو۔

ولہذا آیت کریمہ اولیٰ میں: نزلنا علیک۔ فرمایا جو خاص حضور کی نسبت ہے۔

اور کریمہ ثانیہ میں۔ نزلنا الیہم۔ فرمایا جو نسبت بہ امت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۵۶)

(۹) وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شَحْنًا نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. ☆

اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اس چیز کی جو دیے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

واووصلیہ دراصل واو عاطفہ ہے جس کا معطوف علیہ اس کے ظاہر ہونے کی بنا پر حذف کر دیا گیا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

”و یؤثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصة“ کے معنی یہ ہوئے

کہ۔ ”یؤثرون لو لم تکن بہم خصاصة“ میں نے یہ چیز۔ ”المعتقد المستفد“

کی شرح۔ ”المعتد المستفد“ میں ذکر کی ہے۔ (جدید ۱/۳۸۸)

سورۃ الممتحنہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ
تَلْقَوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ
الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ طَإِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا
فِي سَبِيلِي وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِي فَتَسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ سَوَإِنَا أَعْلَمُ
بِمَا أَخْفَيْتُمْ وَمَا أَعْلَنْتُمْ ط وَمَنْ يَفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
السَّبِيلِ ☆

اے ایمان والو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم انہیں خبریں پہنچاتے ہو
دوستی سے حالانکہ وہ منکر ہیں اس حق کے جو تمہارے پاس آیا گھر سے جدا کرتے ہیں رسول کو اور
تمہیں اس پر کہ تم اپنے رب اللہ پر ایمان لائے اگر تم نکلے ہو میری راہ میں جہاد کرنے اور میری
رضا چاہنے کو تو ان سے دوستی نہ کرو تم انہیں خفیہ پیام محبت کا بھیجتے ہو اور میں خوب جانتا ہوں جو تم
چھپاؤ اور جو ظاہر کرو اور تم میں جو ایسا کرے بے شک وہ سیدھی راہ سے بہکا۔

(۲) إِنْ يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ
وَالسِّنْتَهُمْ بِالسُّوءِ وَوَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ ☆

اگر تمہیں پائیں تو تمہارے دشمن ہوں گے اور تمہاری طرف اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں
برائی کے ساتھ دراز کریں گے اور ان کی تمنا ہے کہ کسی طرح تم کافر ہو جاؤ۔

(۳) لَنْ نَنْفَعَكُمْ أَرْحَامَكُمْ وَلَا أَوْلَادَكُمْ ؕ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ يَفْصَلُ
بَيْنَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ☆

ہرگز کام نہ آئیں گے تمہیں تمہارے رشتے اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن تمہیں ان
سے الگ کر دے گا اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب ابن ابی بلتعہ احدا صحاب البدیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم۔
تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیه زجر شدید للمؤمنین عن اظهار صورة الالة لهم و ان لم تکن مو
الالة فی الحقیقة۔

(ارشاد لعقل السليم ۴۸/۲)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے اس بات پر کہ کافروں سے ایسی بات
کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۳۳۳)
(۸) لَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ
مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُقْسِطِينَ۔☆

اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں
سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف والے اللہ کو
محبوب ہیں۔

(۹) إِنَّمَا يَنْهَكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ
وَآخَرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تُوَلُّوهُمْ ؕ وَمَنْ
يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔☆

اللہ تمہیں انہی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمہیں تمہارے گھروں سے
نکالا یا تمہارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں
﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس (آیت کی تفسیر) میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں:

اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک مدت
تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمہیں

ممانعت نہیں۔

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے۔

فرماتے ہیں:

اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عز وجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت نہیں۔

قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم و احمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انہوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آ سکتیں۔ حضور میں عرض کی، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں، یہ واقعہ زمانہ صلح و معاہدہ کا ہے خصوصاً یہ تو ماں کا معاملہ تھا ماں باپ کیلئے مطلقاً ارشاد ہے۔ و صا حبہما فی الدنیا معروفاً۔

دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔

ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر تو اس آیہ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ۔

اور قول سوم یعنی ارادہ نساء و صبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے و داد و اتحاد منار ہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں۔

قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد و ذمہ کیلئے ہے، اور یہی قول اکثر جمہور ہے آیہ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں، لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں۔

آیہ ممتحنہ میں ائمہ حنفیہ کا مسلک:

اور اس پر ہمارے ائمہ حنفیہ نے اعتماد فرمایا کہ آیہ۔ لا ینہکم۔ در بارہ اہل ذمہ اور

آیہ۔ ینہکم اللہ۔ حربیوں کے بارے میں ہے۔ اسی بناء پر ہدایہ و درر وغیرہ ما کتب معتمدہ میں

فرمایا: کافر ذمی کے لئے وصیت جائز ہے اور حربی کے لئے باطل و حرام۔ آیہ۔ لا ینھکم اللہ
۔ ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیہ۔ انما ینھکم اللہ۔ نے حربی کے ساتھ احسان
حرام۔

عبارت ہدایہ یہ ہے:

یحوز ان یوصی المسلم للکافر و الکا فر للمسلم فالاول لقوله تعالى
لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین الا یة۔ والثانی لانہم بعقد
الذمة ساووا المسلمین فی المعاملات و لهذا جاز التبرع من الجانین فی حالة
الحیاء فکذا بعد الممات و فی الجامع الصغیر الوصیة لاهل الحرب باطله
لقوله تعالى انما ینھکم اللہ عن الذین قاتلو کم فی الدین الا یة۔

جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کیلئے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لئے، اول تو
اس دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں آخر آیت تک،
اور دوم اس لئے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے اسی لئے
زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کر سکتا ہے، تو یوں ہی بعد موت بھی۔

اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا
ہے: اللہ تو تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک۔

کافر سے خاص ذمی مراد ہے۔ بدلیل قولہ انہم بعقد الذمة۔ ولہذا امام اکمل
نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیة المسلم للکافر الذمی و عکسها جائزہ۔

مسلمان کا کافر ذمی کے لئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے۔

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لا تحوز له الوصیة علی ما نبین۔

عبارت ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں

جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

ایسا ہی جو ہرنیرہ و مستصفیٰ میں ہے، کفایہ میں فرمایا:

اراد به الذمی بدلیل التعلیل وروایة الجامع الصغیر ان الوصیة لاهل الحرب باطلة۔

صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہو گئے۔ دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو دانی و کنز و تنویر وغیر ہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

يجوز ان يوصى المسلم للذمی و بالعکس۔
جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی۔
تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الاية الاولى ان كانت في الذمی والثانی فی الحربی
كما هو الظاهر و عليه الاكثر و ان كان دالا على جواز الاحسان الى الذمی
دون الحربی، ولهذا تمسك صاحب الهدایة فی باب الوصیة ان الوصیة للذمی
جائزة دون الحربی لانه نوع احسان و لهذا المعنى قال فی باب الزکوة ان
الصدقة النافلة يجوز اعطاءها للذمی دون الحربی۔

حاصل یہ کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارہ ذمی ہو، اور
دوسری جسمیں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارہ حربی جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر
ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہونگی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے اور حربی کے ساتھ حرام
، ولہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیة میں انہیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ ذمی کے لئے وصیت
جائز ہے اور حربی کے لئے حرام کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوة میں
فرمایا کہ ^{لفظی} صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام

نہایہ امام سخستانی وغاریہ البیان امام القانی و بحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صرح دفع غیر الزکوة الى الذمی لقوله تعالی لا ینهاکم اللہ
عن الذمی لم یقاتلوکم فی الذین الاية و قید بالذمی لان جمیع الصدقات
فرضاً كانت او واجبة او تطوعاً لا تجوز للحربی اتفاقاً کما فی غایة البیان لقوله

تعالیٰ ینہکم عن الذین قاتلوکم فی الدین واطلقہ فشملم المستامن وقد صرح بہ فی النہایۃ۔

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمہیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کیلئے جملہ صدقات حرام ہیں۔ فرض ہوں یا واجب یا نفل، جیسا کہ عالیہ البیان میں ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔ حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں، اور نہ ہیہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

تیمین الحقائق امام زیلیعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لا یجوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی و قال زفر یجوز لقولہ تعالیٰ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین صرف الصدقات کلہا الیہم بخلاف الحربی المستامن حیث لا یجوز دفع الصدقۃ الیہ لقولہ تعالیٰ انما ینہکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واجمعوا علی ان فقراء اهل الحرب خرجوا من عموم الفقراء۔ ذمی کو زکوٰۃ دینا تو جائز نہیں۔ اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے روکتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں، اور ائمہ کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقولہ تعالیٰ لا ینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم ینخرجوکم من دیارکم ان تبروہم، ثم قال انما ینہکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین الایۃ۔

خاص ذمی کیلئے وصیت جائز اور حربی کیلئے حرام اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں اور تمہیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔
کافی میں ہے:

يجوز ان يدفع غير الزكوة الى ذمی وقال ابو يوسف والشافعی لا يجوز كا
لزكوة ولنا قوله تعالى لا ينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم
يخرجوكم من دياركم ان تبروهم -

زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتا ہے اور امام ابو یوسف اور امام شافعی نے فرمایا
اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں
بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدير میں ہے:

الفقراء في الكتاب عام خص منه الحربى بالجماع مستندين الى

قوله تعالى انما ينهكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين - (۲)

قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی
سند اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنايه ومعراج الدرانيه ومحيط برهاني وجودي زاده وشرع بلالی وبدائع وسير كبير امام محمد کی عبا
رتمن عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ و نسخ کی دیوار
سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ احسان مالی نہیں بلکہ واداد اتحاد بگھارتے ہیں
آیت میں نسخ کے اقوال

بحرفونه من بعد ما عقولهم و هم يعلون -

دیدہ و دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے
نزویک وہ ضرور آیات قتال و غلظت سے منسوخ ہے۔ اجلہ ائمہ تابعین مثل امام عطاء بن ابی رباح
استاذ امام اعظم ابو حنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں:

ما رآيت افضل من عطاء - میں نے امام عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔

وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولیٰ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و قناده و تلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔

تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الذین لم یقاتلواکم" قالوا کثر علی انہم اهل العہد الذین عاہدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاہرۃ فی العداوۃ و ہم خزاعۃ کانوا عاہدوا الرسول علی ان لا یقاتلواہ ولا ینخرجوہ، فامر الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام بالبر و الوفاء الی مدۃ اجلہم، و ہذا قول ابن عباس و مقاتل ابن حیان و مقاتل ابن سلیمان و محمد ابن سائب الکلبی، و قال مجاہد الذین امنوا بمکۃ و لم یہاجرُوا و قیل ہم النساء و الصبیان، و عن عبد اللہ بن الزبیر انہا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قد مت امہا قتیلۃ علیہا و ہی مشرکۃ بہدایا فلم تقبلہا ولم تأذن لہا بالدخول فامرہا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تدخلہا و تقبل منها و تکرمہا و تحسن الیہا، و قیل الایۃ فی المشرکین و قال قتادۃ نسختہا ایۃ القتال۔ (۱)

اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں کہ ان سے اہل عہد مراد ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے اور وہ بنی خزاعہ ہیں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظمہ سے نکالیں گے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں۔

حضرت عبداللہ بن عباس و مقاتل بن حیان و مقاتل بن سلیمان و محمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے۔

اور امام مجاہد نے فرمایا:

وہ مسلمانان مکہ ہیں جنہوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی، اور بعض نے کہا: عورتیں اور بچے

مراد ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آئیہ کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں اتری ان کی ماں قتیلہ بحالت کفران کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں انہوں نے نہ ہدیے قبول کئے نہ انہیں آنے کی اجازت دی، تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ اسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں۔

اور بعض نے کہا: آیت دربارہ مشرکین ہے۔ قتادہ نے کہا: وہ آئیہ جہاد سے منسوخ ہو گئی صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

قدمت علی امی وھی مشرکة فی عہد قریش اذ عاہدہم فاستفتیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبة افاصل امی قال نعم صلی امک۔

میری ماں کہ مشرک تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میرے پاس آئی ہے، کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۱۴/۱۳۶ تا ۱۳۷/۱۳۷)

(۱۰) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمْ الْمُؤْمِنَاتُ مَهْجِرَاتٍ فَاذْكُرْنَ مَا أَكُنَّ عَلَىٰ يَمَائِنِكُنَّ ۚ فإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ ۚ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ ۚ وَآتُوهُنَّ مَا أَنْفَقُوا ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أَجْرَهُنَّ ۚ وَلَا تَمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكُوفَرِ ۚ وَاسْأَلُوا مَا أَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنْفَقُوا ۚ ذَٰلِكُمْ حُكْمُ اللَّهِ ۚ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۚ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں کفرستان سے اپنے گھر چھوڑ کر آئیں تو ان کا امتحان کرو اللہ ان کے ایمان کا حال بہتر جانتا ہے پھر اگر تمہیں ایمان والیاں معلوم ہوں تو انہیں کافروں کو واپس نہ دو نہ یہ انہیں حلال نہ وہ انہیں حلال اور ان کے کافر شوہروں کو دے دو جو ان کا خرچ ہوا اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان سے نکاح کر لو جب ان کے مہر

انہیں دو اور کافر نیوں کے نکاح پر جسے نہ رہو اور مانگ لو جو تمہارا خرچ ہو اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا یہ اللہ کا حکم ہے وہ تم میں فیصلہ فرماتا ہے اور اللہ علم و حکمت والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہو سکتا، کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ۔

یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انہیں واپس دینا حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳۳۱/۵)

سورۃ الصف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) اِنَّ اللّٰهَ یُعِیْبُ الَّذِیْنَ یَقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہِ صَفًّا کَانَہُمْ

بَنَیَانٌ مَّرْصُوعٌ۔ ☆

بیشک اللہ دوست رکھتا ہے انہیں جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں پر اباندہ کر گویا وہ عمارت

ہیں رانگا پلائی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تراص یعنی خوب ملکر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چھلے، اللہ عزوجل جیسا کہ اس آیت میں

فرماتا ہے۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب درزیں بھر جاتی ہیں کہیں رخنہ فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی

صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔

در بارہ صفوف شرعاً تین باتیں بتا کیدا کیدا مامور بہ ہیں اور تینوں آج کل معاذ اللہ

کالمتروک ہو رہی ہیں۔ یہی باعث ہے کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔

اول تسویہ کہ صف برابر ہو خم نہ ہو مقتدی آگے پیچھے نہ ہوں سب کی گردنیں شانے شکنے

آپس میں محاذی ایک خط مستقیم پر واقع ہوں جو اس خط پر کہ ہمارے سینوں سے نکل کر قبلہ معظمہ

پر گزرا ہے عمود ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عباد اللہ لتسوفن صفوفکم اولیٰ مخالفن اللہ بین وجوہکم۔

اللہ کے بند و ضرورت تم اپنی صفیں سیدھی کرو گے یا اللہ تمہارے آپس میں اختلاف ڈال

دے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صف میں ایک شخص کا سینہ اوروں سے آگے نکلا

ملاحظہ کیا اس پر یہ ارشاد فرمایا۔

رواہ مسلم عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

اس کو مسلم نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

راصوا اصفو فکم وقاربوا بینہما و حاذوا بالاعناق فوالذی نفس محمد

بیدہ انی لازى الشیاطین تدخل من خلل الصف کما نہا الحذف۔

رواہ النسائی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اپنی صفیں خوب گھنی اور پاس پاس کرو اور گردنیں ایک سیدھ میں رکھو کہ قسم اس کی جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے میں شیاطین کو دیکھتا ہوں کہ زحزحہ صف سے داخل ہوتے ہیں جیسے

بھیڑ کے بچے۔ اس کو نسائی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث صحیح میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقیموا الصفوف فانما تصفون بصف الملائکة و حاذوا بین المناکب۔

رواہ احمد و ابوداؤد و الطبرانی فی الکبیر و ابن خزیمہ و الحاکم

وصحاحہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صفیں سیدھی کرو کہ تمہیں تو ملائکہ کی سی صف بندی چاہئے اور شانے ایک دوسرے کے

مقابل رکھو۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، طبرانی نے المعجم الکبیر میں ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت

عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے اسے صحیح قرار دیا۔

دوم اتمام کہ جب تک ایک صف پوری نہ ہو دوسری نہ کریں اس کا شرع مطہرہ کو وہ

اہتمام ہے کہ کوئی صف ناقص چھوڑے مثلاً ایک آدمی کی جگہ اس میں کہیں باقی تھی اسے بغیر

پورا کئے پیچھے اور صفیں باندھ لیں بعد کو ایک شخص آیا اس نے اگلی صف میں نقصان پایا تو اسے حکم

ہے کہ ان صفوں کو چیرتا ہوا جا کر وہاں کھڑا ہو اور اس نقصان کو پورا کرے کہ انہوں نے مخالفت

حکم شرع کر کے خود اپنی حرمت ساقط کی جو اس طرح صف پوری کریگا اللہ تعالیٰ اس کے لئے

مغفرت فرمائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تصفون کما تصف الملائکة عند ربہا۔

ایسی صف کیوں نہیں باندھتے جیسی ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ملائکہ کیسی صف باندھتے ہیں؟ فرمایا:

یتمون الصف الاول و یتراصون فی الصف - (۳)
 رواہ مسلم و ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ عن جابر بن سمرہ ر
 ضی اللہ تعالیٰ عنہ -

اگلی صف پوری کرتے اور صف میں خوب مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔
 اس کو مسلم، ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
 روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اتموا الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف
 المؤخر -

رواہ الاثمة احمد و ابو داؤد و النسائی و ابن حبان و خزیمہ و الضیاء
 باسانید صحیحہ عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ -
 پہلی صف پوری کرو پھر جو اس کے قریب ہے کہ جو کمی ہو تو سب سے پچھلی صف میں
 ہو اسے امام احمد، ابو داؤد، نسائی، ابن حبان، ابن خزیمہ اور ضیاء مقدسی نے اسانید صحیحہ کے
 ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔
 اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من وصل صفا وصلہ اللہ و من قطع صفا قطعہ اللہ -

رواہ النسائی و الحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما و هو من تمة حدیثہ الصحیح المذکور سابقا عند احمد و ابی داؤد و
 الثلثة الذین معہما -

جو کسی صف کو وصل کرے اللہ سے وصل کرے اور جو کسی صف کو قطع کرے اللہ سے قطع
 کرے۔

اسے نسائی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
 کیا ہے، یہ عبداللہ ابن عمر کی حدیث اس حدیث صحیح مذکور سابقہ کا تمثیل ہے جسے امام احمد اور ابو داؤد
 اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من نظر الی فرجة فی صف فلیسدھا بنفسه فان لم یفعل فمر مار فلیطأ
علی رقبته فانه لا حرمة له۔

رواہ فی مسند الفردوس عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
جو کسی صف میں خلل دیکھے وہ خود اسے بند کر دے اور اگر اس نے بند نہ کیا اور دوسرا آیا
تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر اس خلل کی بندش کو جائے کہ اس کے لئے کوئی
حرمت نہیں۔

اسے مسند فردوس میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔
اور فرماتے ہیں:

ان اللہ و ملئکتہ یصلون علی الذین یصلون الصفوف و من سد فرجة ر
فعہ اللہ بہا درجة۔

رواہ احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و الحاکم و صححہ و اقروہ عن ام
المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

پیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں ان لوگوں پر جو صفوں کو وصل کرتے
ہیں اور جو صف کافر جہ بند کرے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت میں اس کا درجہ بلند فرمائے گا۔
اسے امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا اور صحیح کہا اور ان تمام نے
اسے حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے۔
سوم، تراص یعنی خوب مل کر کھڑا ہونا کہ شانہ سے شانہ چلے۔

اللذغزو جل فرماتا ہے:

صف کا نہم بنیان مرصو ص۔ (۳)

ایسی صف کہ گویا وہ دیوار ہے رانگا پلائی ہوئی۔ رانگ پگھلا کر ڈال دیں تو سب دوزخیں
بھر جاتی ہیں کہیں رخنے فرجہ نہیں رہتا۔ ایسی صف باندھنے والوں کو مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ دوست رکھتا
ہے اس کے حکم کی خدیشیں اوپر گزریں۔
اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اقموا صفوفکم و تراصوا فانى از کم من وراء ظهرى - (۴)
 رواه البخارى و النسائى عن انس رضى الله تعالى عنه -
 اپنی صفیں سیدھی اور خوب کھنی کرو کہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔
 اسے بخاری اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔
 (فتاویٰ رضویہ جدید ۷/۲۱۹ تا ۲۲۲)

سورۃ الجمعۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ. ☆

وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتے ہیں اور انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتے ہیں اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

(۳) وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ط وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ. ☆

اور ان میں سے اوروں کو پاک کرتے اور علم عطا فرماتے ہیں جو ان اگلوں سے نہ ملے اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(۴) ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ

الْعَظِيمِ. ☆

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

الحمد لله ، اس آیت کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک تمام امت مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محظوظ اور حضور کی نظر رحمت سے ملحوظ ہے۔
والحمد لله رب العالمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

هم الذين جاءء و بعد الصحابة الى يوم الدين۔

یہ دوسرے جنہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دے تے اور خرابیوں سے پاک کرتے

ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیام قیامت تک ہوں گے۔
معالم شریف میں ہے:

”قال ابن زید ہم جميع من دخل الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم الی یوم القیمة وھی روایۃ ابن ابی نجیح عن مجاہد“۔

امام ابن زید نے فرمایا یہ دوسرے تمام لوگ اہل اسلام ہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ
بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کیے۔

الحمد لله قرآن عظیم کو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا
اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے دو جگہ سورہ بقرہ تیسرے آل عمران چوتھے
سورہ جمعہ اور اس آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگادی
بیارولوں پر بجلی گرا دی۔ والحمد لله رب العالمین۔

(الامن والعلی ص ۸۲-۸۳)

(۹) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۗ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ
تَعْلَمُونَ ☆

اے ایمان والو جب نماز کی اذان ہو جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید
و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر خازن میں ہے:

اس سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی تھی۔ اس لئے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے علاوہ اور اذان نہیں تھی۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے دن جب منبر پر

بیٹھتے تو ان کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دیا جاتی تھی۔

تفسیر کبیر میں ہے

اللہ تعالیٰ کا قول (جمعہ کے دن جب نماز کے لئے اذان دیجائے) یعنی نداء جو جمعہ کے دن امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دی جاتی ہے یہی مقاتل کا قول ہے۔ اور ایسا ہی بیان کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس اذان کے علاوہ کوئی اور اذان نہیں دیجاتی تھی۔ جمعہ کے دن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر بیٹھتے تو بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتے۔ ایسا ہی ابو بکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کے زمانہ میں بھی تھا۔

تفسیر کشاف میں ہے:

(سورۃ جمعہ کی آیت میں) نداء سے مراد اذان ہے، کہتے ہیں کہ اس اذان کی طرف اشارہ ہے جو امام کے منبر پر بیٹھتے وقت دیجاتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک ہی موزن آپ کے منبر پر بیٹھتے ہی مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا۔ خطبہ کے بعد آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے اور لوگوں کی تعداد میں بڑا اضافہ ہوا۔ اور دور دور تک مکانات ہو گئے تو آپ نے ایک موزن کا اور اضافہ فرمایا۔ اور اسے پہلی اذان کا حکم دیا جو آپ کے گھر موسوم بہ زوراء پر دیجاتی (یہ مکان مسجد سے دور بازار میں تھا) اور آپ جب منبر پر بیٹھتے تو دوسرے موزن اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

در شفاف لعمر بن الہادی میں ہے:

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک موزن تھے جو آپ کے منبر پر بیٹھنے کے وقت دروازہ مسجد پر اذان دیتے پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔

البحر المحیط لابن حیان میں ہے:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں ایسا ہی ہوتا تھا کہ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو مسجد کے دروازہ پر اذان ہوتی اور جب خطبہ کے بعد آپ اترتے تو نماز قائم ہوتی۔ ایسے ہی صاحبین کے عہد تا ابتداء عہد عثمان رضی اللہ عنہم جمعین ہوتا رہا۔ پھر آپ ہی کے زمانہ میں مدینہ شریف کی آبادی بڑھ گئی لوگ زیادہ ہو گئے مکانات دور دور تک پھیل گئے تو آپ نے ایک موزن کا اضافہ فرمایا، اور انہیں حکم فرمایا کہ پہلی اذان آپ کے مکان زوراء پر دیں۔ پھر جب آپ منبر پر بیٹھتے تو موزن دوسری اذان دیتا۔ پھر آپ منبر سے اتر کر نماز قائم فرماتے۔ اس

اضافہ پر کسی نے آپ پر اعتراض نہیں کیا۔

تقریب کشاف لابی الفتح محمد بن مسعود میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے بعد شیخین رضی اللہ عنہما کے عہد میں ایک ہی موزن تھا جو امام کے منبر پر بیٹھنے کے وقت مسجد کے دروازے پر اذان دیتا تھا۔

تجربہ کشاف لابی الحسن علی بن القاسم میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موزن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا اور آپ جب منبر سے اترتے تو نماز قائم فرماتے۔

تفسیر نیشاپوری میں ہے: نداء اول وقت ظہر میں اذان ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک موزن تھا جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ مسجد کے دروازہ پر اذان دیتا تھا۔ (الخ موافق تفصیل کشاف) تفسیر خطیب و فتوحات الہیہ میں ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ”جمعہ کے دن جب نماز کے لئے ندا دی جائے، اس ندا سے وہ اذان مراد ہے جو امام کے منبر پر بیٹھنے پر دی جاتی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں اس اذان کے علاوہ تھی ہی نہیں۔ ایک ہی موزن تھا۔ جب آپ منبر پر بیٹھتے تو وہ دروازہ پر اذان دیتا۔ اور جب آپ منبر سے اترتے تو نماز قائم ہوتی پھر ابو بکر و عمر اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کوفہ میں اسی پر عامل رہے۔ مدینہ میں عہد عثمان غنی رضی اللہ عنہم میں آبادی بڑھی۔ اور مکانات دور دور تک پھیل گئے۔ تو انہوں نے ایک اذان اور زائد کی۔

کشف الغمہ للامام شعرانی میں ہے: اذان اول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں جب خطیب منبر پر بیٹھتا۔ اور اذان مسجد کے دروازہ پر ہوتی۔

(شائم العنبر ۲۲۲ تا ۲۲۳)

سورة المنافقون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ☆

جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جو ذریعہ الشیطان، کتاب و سنت کا منکر، حنفیہ کرام خصم اللہ تعالیٰ باللطف و الا کرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وہ گمراہ خود کا ہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ تقیہ شیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اس کے افعال و اقوال مذکورہ سوال اس کی صریح تکذیب پر دل، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے ان کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۹۸)

(۵) وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَسَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ لَوَّوْا

رُءُوسَهُمْ وَرَأَيْتَهُمْ يَصُدُّونَ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ☆

اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ تمہارے لئے معافی چاہیں تو اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت میں منافقوں کا حال بد حال ارشاد ہوا کہ وہ حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے شفاعت نہیں چاہتے۔ پھر جو آج نہیں چاہتے وہ کل نہ پائیں گے، اور جو کل نہ

پائیں گے وہ ”کل“ نہ پائیں گے۔ اللہ دنیا و آخرت میں ان کی شفاعت سے ہمیں بہرہ مند فرمائے۔

حشر میں ہم بھی سیر دیکھیں گے

منکر آج ان سے التجانہ کرے

وصلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین والہ وصحبہ و حزبہ اجمعین۔

(۸) یَقُولُونَ لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنَّا

الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ

لَا يَعْلَمُونَ ☆

کہتے ہیں ہم مدینہ پھر کر گئے تو ضرور جو بڑی عزت والا ہے وہ اس میں سے نکال دے گا اسے جو نہایت ذلت والا ہے اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن ابی شیبہ ملعون نے جب وہ کلمہ ملعونہ کہا ”لئن رجعنا الی المدینة لیخرجنا الی

عز منہا الا ذل“ اگر ہم مدینہ لوٹ کر گئے تو ضرور نکال باہر کرے گا، عزت والا ذلیل کو۔

حق جل وعلا نے فرمایا:

”ولله العزة و لرسوله و للمؤمنین و لكن المنافقین لا یعلمون“

عزت تو ساری خدا و رسول و مؤمنین ہی کے لئے ہے پر منافقوں کو خبر نہیں۔

(تجلی الیقین۔ ۵۰)

سورة التغابن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۶) فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاَسْمَعُوا وَاَطِيعُوا وَاَنْفِقُوا خَيْرًا

لَا نَفْسِكُمْ ط وَاَمِنْ يُّوْق شَحِّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - ☆

تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور فرمان سنو اور حکم مانو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرو

اپنے بھلے کو اور جو اپنی جان کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

طاعت حسب استطاعت ہوتی ہے اور موجودہ حالت دیکھی جاتی ہے۔ اسل سے میں

نے پانی کی امید رکھنے والے کیلئے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اسی سے

وہ مسئلہ بھی ہے کہ کوئی برہنہ بدن ہے جن سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا، اس کیلئے برہنہ نماز ادا کرنا

اور انتظار نہ کرنا جائز ہے۔ یہ ہی امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے

غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور

تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو

سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۴/۸۸)

سورۃ الطلاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعَدَّتِهِنَّ
وَاحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تَخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ
وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ
يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ
ذَلِكَ أَمْرًا ☆

اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو اور
عدت کا شمار رکھو اور اپنے رب اللہ سے ڈرو عدت میں انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ
آپ نکلیں مگر یہ کہ کوئی صریح بے حیائی کی بات لائیں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو اللہ کی حدوں
سے آگے بڑھائیں اس نے اپنی جان پر ظلم کیا تمہیں نہیں معلوم شاید اللہ اس کے بعد کوئی نیا حکم
بھیجے۔

(۱) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مسند احمد و سنن ابی داؤد و ابن ماجہ و صحیح و ابن حبان و مستدرک حاکم میں عبد اللہ بن مغفل
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انه سيكون في هذه الامة قوم يعندون في الطهور و الدعاء -

بیشک عنقریب اس امت میں وہ لوگ ہوں گے کہ طہارت و دعاء میں حد سے بڑھیں

گے۔ (فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۲۳۲)

شی واحد میں حل و خطر دو جہت سے مجتمع ہونا کچھ بعید نہیں۔ طلاق فی نفسہ حلال ہے اور

از آنجا کہ شرع کو اتفاق محبوب و افتراق مبغوض ہے۔ حدیث میں ان دونوں جہتوں کے اجتماع

کی طرف صاف اشارہ فرمایا۔

عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: أَبْغَضُ الْحَلَالَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

عن أبي موسى الأشعري رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: تَزَوَّجُوا وَلَا تُطَلِّقُوا! فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى لَا يُحِبُّ الذَّوْاقِينَ وَالذَّوْاقَاتِ

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نکاح کرو، اور جب تک عورت کی طرف سے کوئی شک پیدا نہ ہو طلاق نہ دو! کہ اللہ تعالیٰ بہت چکھنے والے مردوں اور بہت چکھنے والی عورتوں کو دوست نہیں رکھتا۔

جد الممتار ۲/۲۶۴

نیز فرمایا:

ان المختلعات هن المنافات۔

خلع کرانے والیاں منافقات ہیں۔ تو آیت کا وہ حکم اور احادیث کے یہ ارشادات انہیں وجہیں حل و بغض پر ہیں، اگر عورت پر کوئی شبہ ہو یا وہ عاصیہ ہو یا نماز نہ پڑھتی ہو یا بوڑھی ہو گئی ہو اور اسے اس قسم بین النساء سے بچنا ہو تو ان صورتوں میں طلاق بلا کراہت جائز و مباح بلکہ بعض صورتوں میں مستحب۔ علماء فرماتے ہیں کہ اگر عورت نماز نہ پڑھے اور یہ ادائے مہر پر قاصر نہ بھی ہو جب بھی طلاق دیدینی چاہئے کہ ”لان يلقى الله و مهرها في عنقه خير له من ان يعاشر امرأة لا تصلى كما في الخانية و الغنية و غيرهما“ بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہوتی ہے۔ جیسے اس کو اس کے ماں باپ عورت کو طلاق دینے کا حکم دیں اور نہ دینے میں ان کی ایذا ناراضی ہو واجب ہے کہ طلاق دیدے۔ اگرچہ عورت کا کچھ قصور نہ ہو۔ ”لان العقوق حرام و الاجتناب عن الحرام واجب“

حدیث میں فرمایا:

”وان امرأك ان تخرج من اهلك و ممالكك فاجرح“ ہاں بے حاجت بلا وجہ

شرعی طلاق دینا مکروہ و ممنوع ہے مگر دیگا تو تو ضرور پڑ جائے گی کہ وہ اس کی زبان پر رکھی گئی ”
بیدہ عقدہ النکاح“ اس کا مرتکب مکروہ بلکہ گناہ گار ہونا بھی اس کے وقوع کو نہیں روکتا جیسے
حالت حیض میں طلاق دینا حرام ہے کہ حکم الہی ”فطلقوہن لعدتہن“ کی نافرمانی ہے مگر دیگا
تو ضرور ہو جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۶۰۳/۵-۶۰۴)

(۶) اَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِنْ وَجْدِكُمْ وَلَا تَضَارُوهُنَّ
لِتَضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ط إِنْ كُنَّ أَوْلَاتٍ حَمَلْنَ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّى
يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۚ وَاتَّمِرُوا
بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ ۚ وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمْ فِى الضَّرْعِ لَكُمْ آخِرَى ۚ ☆

عورتوں کو وہاں رکھو جہاں خود رہتے ہو اپنی طاقت بھرا نہیں ضرور نہ دو کہ ان پر تنگی کرو
اور اگر حمل والیاں ہوں تو انہیں نان نفقہ دو یہاں تک کہ انکے بچہ پیدا ہو پھر اگر وہ تمہارے لئے
بچہ کو دودھ پلائیں تو انہیں اس کی اجرت دو اور آپس میں معقول طور پر مشورہ کرو پھر اگر باہم
مضائقہ کرو تو قریب ہے کہ اسے اور دودھ پلانے والی مل جائے گی۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں عورتوں کو ضرر رسانی کی حرمت کا بیان ہے، حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی)

عن عبادة بن الصامت رضى الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار فى الإسلام۔ فتاویٰ رضویہ ۱۳۰/۹

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔ ۱۲م

سورة التحريم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَیَّ اللّٰهُ فَقَدْ صَنَعْتَ قُلُوْبِكُمْ ۚ وَاِنْ تَطَهَّرَا
عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ
ذٰلِكَ ظٰهِیْرٌ ۚ

نبی کی دونوں بیویاں اگر اللہ کی طرف تم رجوع کرو تو ضرور تمہارے دل راہ سے کچھ ہٹ گئے ہیں اور اگر ان پر زور باندھو تو بیشک اللہ ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک ایمان والے اور اس کے بعد فرشتے مدد پر ہیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

”صالح المؤمنین ابو بکر و عمر“

یہ نیک مسلمان ابو بکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رواہ الطبرانی فی الکبیر و ابن مرددویة و الخطیب عن ابن مسعود رضی

اللہ تعالیٰ عنہ

بلکہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں یوں ہی تھا:

”و صالح المؤمنین ابو بکر و عمر و الملئکة بعد ذلك ظہیر“

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اور جبریل اور

(الامن والعلیٰ ۸۷-۸۸)

ابو بکر و عمر مددگار ہیں۔

(۵) عَسَى رَبِّۤهٖ اِنْ طَلَّقَکِنَّ اَنْ یُّبَدِّلَ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکِنَّ

مُسْلِمَتٍ مُّؤْمِنَتٍ قَتَلْتِ قَتَلْتِ عِبَادَتِ سَخَطْتِ ثَبَّتِ وَاَبْكَرَا ۚ

ان کا رب قریب ہے اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں کہ انہیں تم سے بہتر بیویاں بدل

دے اطاعت والیاں ایمان والیاں ادب والیاں توبہ والیاں بندگی والیاں روزہ داریں بیاہیاں اور کنواریاں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

السائح هو الصائم۔ فرضیت روزہ کا ذکر صرف ایک ہی جگہ ہے، ہاں عبارتہ و اشارہ اس کی فضیلت اور مواقع پر بھی ظاہر فرمائی گئی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۳/۳۷۷)

﴿۶﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ☆

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو وہی کرتے ہیں۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(اس آیت میں اپنے اہل و عیال کو ناجائز کاموں سے روکنے کا بیان ہے، انہیں میں یہ بھی ہیں) ران کھولنا حرام ہے، اور آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔

تم سب اپنے متعلقین کے سردار و حاکم ہو اور ہر حاکم سے روز قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

ہاں اگر شوہر منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۲۸۴)

سورة الملک

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيُبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا
وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ ☆

وہ جس نے موت اور زندگی پیدا کی کہ تمہاری جانچ ہو تم میں کس کا کام زیادہ اچھا ہے اور وہی عزت والا بخشش والا ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

موت اور حیات دونوں وجودی ہیں۔ موت ایک مینڈھے کی شکل پر ہے۔ عزرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قبضہ میں، جس کے پاس سے وہ ہو کر نکلتی ہے وہ ہر جاتا ہے۔ اور حیات ایک گھوڑی کی شکل پر ہے جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری میں جس بے جان کے پاس سے نکلتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے (پھر فرمایا) اللہ اکبر یہ موت ایسی چیز ہے کہ سوا ذات باری عز جلالہ کے کوئی اس سے نہ بچے گا جب آیت نازل ہوئی ”کل من علیہا فان، و یبقی وجہ ربک ذو الجلال و الاکرام“ جتنے زمین پر ہیں سب فنا ہونے والے ہیں اور باقی رہے گا وجہ کریم رب العزت جل جلالہ کا۔ فرشتے بولے ہم بچے کہ ہم زمین پر نہیں پھر یہ آیت نازل ہوئی ”کل نفس ذائقة الموت“ ہر جاندار موت کو چکھنے والا ہے۔ فرشتوں نے کہا اب ہم بھی گئے۔ جب آسمان وزمین سب فنا ہو جائیں گے اور صرف ملئکہ مقربین میں جبریل، میکائیل، اسرافیل، عزرائیل، اور چار فرشتے حملہ عرش (عرش کے اٹھانے والے) رہ جائیں گے ارشاد فرمایا گیا اور وہ خوب جاننے والا ہے اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے کہ باقی ہیں تیرے بندے جبریل میکائیل اسرافیل عزرائیل اور چار فرشتے عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہو جائیں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمایا گیا جبریل کی روح قبض کر، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح قبض کریں گے وہ ایک عظیم پہاڑ کی طرح جہدہ میں رب العزیز کی تسبیح و تقدیس کرتے ہوئے گر پڑیں گے، پھر فرمایا گیا عزرائیل، اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہیں

تیرے بندے میکائیل، اسرافیل، عزرائیل اور عرش کے اٹھانے والے اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ کبھی فنا نہ ہوگا۔ فرمایا میکائیل کی روح قبض کر، میکائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی مانند سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑینگے، پھر ارشاد فرمایا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے اسرافیل، عزرائیل اور حماد عرش اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ رہیگا۔ ارشاد فرمایا: اسرافیل کی روح قبض کر اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک عظیم پہاڑ کی طرح سجدہ میں تسبیح و تقدس کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور پھر فرمایا عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے: باقی ہیں تیرے بندے حملہ عرش اور باقی تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوں گے اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور وہ ہمیشہ باقی رہیگا۔ فرمایا حملہ عرش کی روح قبض کروہ سب بھی اسی طرح مرجائیں گے۔ پھر ارشاد فرمایا: عزرائیل اب کون باقی ہے؟ عرض کریں گے باقی ہے تیرا بندہ عزرائیل اور یہ بھی فنا ہوگا اور باقی ہے تیرا وجہ کریم اور کبھی فنا نہ ہوگا۔ ارشاد فرمایا ”مت“ مرجا۔ عزرائیل علیہ الصلاۃ والسلام بھی ایک پہاڑ کے مانند رب العزت کے حضور سجدے میں تسبیح کرتے ہوئے گر پڑیں گے اور روح نکل جائے گی۔ اس وقت سوار رب العزت جل جلالہ کے کوئی نہ ہوگا، اس وقت ارشاد ہوگا ”لمن الملک الیوم“ آج کس کے لیے بادشاہت ہے؟ کوئی ہو تو جواب دے، خود رب العزت جل جلالہ جواب فرمائے گا ”لله الواحد القہار“ اللہ واحد قہار کے لیے ہے، جھک چاہے گا یہی حالت رہے گی، پھر جب چاہے گا اسرافیل علیہ الصلاۃ والسلام کو زندہ فرمایا، صورت پھونکیں گے، قیامت قائم ہوگی، حساب ہوگا، جنتی جنت میں اور ابدی دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے اور گنہگار مسلمان جہنم سے نجات پا جائیں گے، کہ منادی جنت و دوزخ کے درمیان جنت و دوزخ والوں کو ندا کریگا جہنمی نہایت خوشی کے ساتھ جھانکنے لگیں گے کہ شاید نجات کے لیے ہم کو ندا دی گئی ہے، جنت والے نہایت خوف کے ساتھ جھجکتے ڈرتے عرفات جنت سے جھانکیں گے کہ کہیں پھر ہم سے خطا ہوگئی ہے جس سے دوزخ میں بھیج دیے جائیں، پھر موت کا مینڈھالا آیا جائے گا، جنتیوں سے پوچھا جائے گا، تم اس کو پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں یہ موت ہے، پھر جہنمیوں کی طرف مڑ کر پوچھا جائے گا تم اس کو پہچانتے ہو سب کہیں گے یہ موت ہے، پھر جنت و دوزخ کے درمیان بھیجی علیہ الصلاۃ والسلام اپنے ہاتھ سے

اس کو ذبح فرمائیں گے، پھر جہنمیوں سے کہا جائے گا اب تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے کبھی مرنا نہیں، بالکل مایوس ہو کر پلٹیں گے، ایسا رنج ان کو کبھی نہ ہوا ہوگا، پھر جنتیوں سے کہا جائے گا: اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے، اب کبھی مرنا نہیں، وہ خوش ہو کر پلٹیں گے ایسی خوشی ان کو کبھی نہ ہوئی ہوگی۔ (المفلوظ ۱۲ تا ۱۳)

(۱۲) الْأَيُّعَلَمَ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ☆

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر بار کی جانتا خبردار۔

﴿۴﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وجود آسمان پر آسمانی کتابوں سے زیادہ کیا دلیل درکار ہے تمام آسمانی کتابیں اثبات وجود آسمان سے مالا مال ہیں، قرآن عظیم میں تو صدہا آیتیں ہیں جن میں آسمان کا ابتدا میں دھواں ہونا، پھر بستہ چیز پھر رب العزت کا اسے جدا جدا کرنا، پھر پھیلا ناسات پرت بنانا، اسکا چھت ہونا اسکا نہایت مضبوط بنائے مستحکم ہونا، اس کا بے ستون قائم ہونا، اللہ تعالیٰ کا اسے اور زمین کو چھ دن میں بنانا، روز قیامت اسکا شق ہونا، اٹھا کر زمین کیساتھ ایک بار ٹکرا دیا جانا، پھر اسکا اور زمین کا دوبارہ پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ صاف روشن ارشاد ہیں کہ ان کا انکار نہیں کر سکتا مگر وہ جو اللہ ہی کا منکر ہے، نیز قرآن عظیم میں جا بجا یہ بھی تصریح ہے کہ یہ جو ہم کو نظر آ رہا ہے یہی آسمان ہے، تو اس میں گمراہ فلسفیوں کا بھی رد ہے جو آسمانوں کا وجود تو مانتے ہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ نظر نہیں آسکتے، یہ جو ہمیں دکھائی دیتا ہے کرۂ بخار ہے۔

ان نصرانیوں اور ان یونانیوں سب بطلانیوں کے رد میں ایک آئیہ کریمہ کافی ہے ”الایعلم من خلق و هو اللطیف الخبیر“ کیا وہ نہ جانے جس نے بنایا اور وہی ہے پاک خبر دار۔

بنانے والا جو فرما رہا ہے وہ تو نہ مانا جائے اور دل کے اندھے سمجھ کے اوندھے جو انگلیں دوڑاتے ہیں وہ سنی جائیں، اس سے بڑھ کر گدھا پن کیا ہو سکتا ہے۔ یہ بائبل جو اب نصاریٰ کے پاس ہے اسکی پہلی کتاب کا پہلا باب آسمان و زمین کے بیان پیدائش ہی سے شروع ہے۔ یہی دلیل عقلی۔ ذرا انصاف درکار۔ اتنا بڑا جسم جسے کروڑوں آنکھیں دیکھ رہی ہیں اس کا وجود محتاج دلیل ہے، یا جو کہ یہ معدوم محض، یہ سب آنکھوں کی غلطی ہے، یہ نری دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس کے

ذمے ہے کہ دلیل قطعی سے اسکا عدم ثابت کرے، یوں تو ہر چیز پر دلیل عقلی قائم کرنی ہوگی، آفتاب جسے نصاریٰ بھی مانتے ہیں کیا دلیل ہے کہ یہ فی نفسہ کوئی وجود رکھتا ہے اور نگاہ کی غلطی نہیں۔ غرض محسوسات سے بھی امان اٹھ کر دین و دنیا کچھ قائم نہ رہیں گے۔ عناد یہ کا مذہب آجائے گا۔ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۵۰)

(۱۹) اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صَفْتٍ وَيَقْبِضْنَ ط
مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمَنُ ط اِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ ☆

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندے نہ دیکھے پر پھیلاتے اور سمیٹتے انہیں کوئی نہیں روکتا سوارِ رحمن کے بیشک وہ سب کچھ دیکھتا ہے۔

﴿۵﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ (انہ بکل شیء بصیر) تمام موجودات قدیمہ حادثہ سب کو شامل مگر معدومات خارج، یعنی مطلقاً یا جس چیز نے ازل سے اب تک کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ البصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاً ہے ہی نہیں وہ نظر کیا آئے گا، تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل۔

شرح فقہ اکبر میں ہے:

قد افتى ائمة سمرقند و بخارا على انه (يعنى المعدوم) غير مرئى وقد ذكر الامام الزاهد الصفار فى آخر كتاب التلخيص ان المعدوم مستحيل الروية و كذا المفسرون ذكر و ان المعدوم لا يصلح ان يكون مرئى الله تعالى و كذا قول السلف من الاشعرية و الماتريدية ان الوجود علة جواز الروية مع الاتفاق على ان المعدوم الذى يستحيل وجوده لا يتعلق به برؤيته سبحانه و تعالى۔

ائمہ سمرقند و بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رویت محال ہوتی ہے اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں اسلاف اشعریہ اور ماتریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رویت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جسکا وجود محال ہے اس کے ساتھ

رویت باری کا تعلق نہیں ہو سکتا۔

شرح السنوی للجزائریہ میں ہے:

انہما (یعنی سمعہ تعالیٰ و بصرہ) لا يتعلقان الا بالموجود والعلم يتعلق
بالموجود والمعدوم والمطلق والمقيد۔

ان دونوں (اللہ تعالیٰ کے سمع و بصر) کا تعلق موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود و
معدوم اور مطلق و مقید سے ہوتا ہے۔ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التي ما ارادها الله تعالى ولا تعلق القدرة بايجادها في از
منتها المقدره لها ولا كشف عنها العلم موجوده في تلك الازمنة فلا يتعلق بها
السمع والبصر وكذلك المستحيلات بخلاف العلم فانه يتعلق بالموجود
والمعدوم۔

وہ معدومات جنکا اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا اور ازمنہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے
لیے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ زمانہ میں موجود ہو کر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ
تعالیٰ کی سمع و بصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود
اور معدوم دونوں سے ہے

فائدہ۔ اعلم انه ربما يلحق كلام القادري في منح الروض الي تخصيص
بصاره تعالی بلا شكال و الالوان و سمعه بالاصوات و الكلام و قد صرح الغلام
اللاقاني في شرح جوهرية التوحيد بعمومهما كل موجود و تبعه سيدي
عبد الغني في الحديقة و هذا كلام اللاقاني قال ليس سمعه تعالی خاصا با
لاصوات بل يعم سائر الموجودات ذوات كانت او صفات فيسمع ذاته
العلية و جميع صفاته الازلية كما يسمع ذواتنا و ما قام بنا من صفاتنا كعلو منا
و الواننا و هكذا بصره سبحانه و تعالی لا يختص بالالوان و لا بالشكال و
الاكوان في حكمه حكم السمع سواء بسواء فمتعلقهما واحد (۱) انتهى، انما
قال اللاقاني قبل ذلك حيث عرف السمع بانه صفة ازلية قائمة بذاته تعالی

تتعلق بالمسموعات او بالموجودات (٢)

والبصر با نه صفة ازلية تتعلق بالمبصرات او بالموجودات (١) الخ فا
قول لا يجب ان يكون اشارة الى الخلاف بل اتى اولا بالمبصرات معتمدا
على بدهة تصوره ثم اردت بالموجودات فرارا عن صورة الدور ، وليس في
التعبير بين تناف اصلا ، فان المبصر ما يتعلق به الا بصار وليس فيه دلالة على
خصوصية شئى دون شئى فاذا كان الا بصار يتعلق بكل شئى كان المبصر و
الموجود متساويين ، نعم لما كان ابصارنا الدنيوى العادى مختصا باللون
ونحوه ربما يسبق الذهن الى هذا الخصوص فا زال الوهم بقوله او بالموجود
دات آتيا بكلمة او للتخيير في التعبير ، وهذه نكتة اخرى للارداف و انما لم
يكتف به لان ذكر المبصرات ادخل في التمييز -

ثم اقول : تحقيق المقام ان الا بصار لا شك انه ليس كالارادة
والقدرة والتكوين التي لا يجب فعلية جميع العلاقات الممكنة لها بل هو من
الصفات التي يجب ان تتعلق بالفعل بكل ما يصلح لتعلقها كالعلم فعدم ابصار
بعض ما يصح ان يبصره نقص فيجب تنزيهه تعالى عنه كعدم العلم ببعض ما
يصح ان يعلم ، هذا مما لا يجوز ان يتناطح فيه عنزان انما الشأن في تعبير ما
يصح تعلق الا بصار به فان ثبت القصر على الاشكال والالوان والاكوان فذاك ،
وان ثبت عموم الصحة بكل موجود ووجب القول بتحقيق عموم الا بصار ازلا
وابدا لجميع الكائنات القديمة والحادثة الموجودات في ازمنتها المحققة او
المقدرة لما عرف من انه لا يجوز ههنا شئ منتظر ، لكن الاول باطل للاجما
ع على رؤية المؤمنين ربهم تبارك و تعالى في الدار الاخرة فكان اجماعا
على ان صحة الابصار لا تختص بما ذكر و قد صرح اصحابنا في هذا المبحث
ان منصحح الرؤية هو الوجود و قد اجتمعوا كما في المواقف انه تعالى يرى
نفسه فتبين ان الحق هو التعميم و ان قوله تعالى انه بل شئ بصير (٢) جار على
صراحة عمومه من دون تطرق تخصيص اليه اصلا هكذا ينبغي التحقيق والله

ولی التوفیق ومن اتقن هذا تيسر له اجراءه في السمع بدليل كلام الله سبحانه و
تعالیٰ فافهم والله سبحانه و تعالیٰ اعلم - منه رضی اللہ عنہ -

فائدہ:

واضح ہو کہ ”منح الروض“ میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالیٰ کی بصارت کا اشکال
والوں اور اس کی سمع کا اصوات و کلام کے ساتھ اختصاص کا اشارہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ
لاقانی نے ”جوہرۃ التوحید“ کی شرح میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں
عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔ اور
علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں
بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالیٰ اپنی ذات و صفات کا
سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلاً ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے
یونہی سبحانہ و تعالیٰ کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان و اشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا
معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متعلقات بھی ایک جیسے ہیں۔
انتہی۔

(اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع
کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ازلی صفت ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے اور تمام مسبو
عات یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اور اللہ تعالیٰ کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازلی صفت ہے جو تمام مبصرات
یا موجودات سے متعلق ہے، الخ۔

اقول: اس سے متعلق میں کہتا ہوں اویعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف
کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کر کے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجودات کو سا
تھ ذکر کیا تا کہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات و موجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں
ہے، کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے البصار کا تعلق ہو سکے جبکہ کسی شئی سے خصوصیت پر کوئی دلالت
نہیں ہے تو جب البصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے، ہاں ہماری
دنیوی عادی البصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہو سکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو

اپنائے، اس لئے انہوں نے مذکورہ وہم کے ازالہ کے لئے ”او بالمو جودات“ کلمہ ”او“ کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے، تو مبصرات کے بعد موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل ہے۔

پھر میں کہتا ہوں مقام کی تحقیق یہ ہے کہ البصار بیشک، ارادہ، قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں، جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ البصار میں سے ہے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے، تو بعض وہ چیزیں جن کا البصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم البصار نقص ہوگا۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے، جیسے علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک و منزہ ہے، یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ البصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ البصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر ازلہ وابدات تمام کائنات و حادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے البصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے، کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رویت پر اجماع ہے (حالا نکہ اللہ تعالیٰ اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ البصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس بحث میں تصریح کر دی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رویت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے۔ تو البصار میں تعین ہی حق ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد ”انہ بکل شیء بصیر“ کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی کھسیں کا شائبہ نہ ہوگا، یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق کا مالک ہے، جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، پس سمعوا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

منہ رضی اللہ عنہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱۵/۳۱۳ تا ۳۱۹) مع حواشی

سورۃ القلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) اِنَّ الْقَلَمَ وَمَا یَسْطُرُوْنَ۔☆

قلم اور ان کے لکھے کی قسم۔

(۲) مَا اَنْتَ بِمَجْنُوْنٍ۔☆

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

(۳) وَاَنْتَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِیْمٍ۔☆

اور بیشک تمہاری خوبو بڑی شان کی ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم میں جا بجا حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے کفار کی جاہلانہ جدال مذکور جس کے مطالعہ سے ظاہر کہ وہ اشقیاء طرح طرح سے حضرات انبیاء میں سخت کلامی اور بیہودہ گوئی کرتے۔ اور حضرات رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے حلم عظیم و فضل کریم کے لائق جواب دیتے۔

حق جل و علا نے فرمایا:

”اِنَّ الْقَلَمَ وَمَا یَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِمَجْنُوْنٍ“

قسم قلم اور نوشتہ ہائے ملائکہ کی تو اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں ”اِنَّ لَكَ لَاحِرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ“ اور بے شک تیرے لئے اجر بے پایاں ہے کہ تو ان دیوانوں کی بدزبانی پر صبر کرتا اور حلم و کرم سے پیش آتا ہے، مجنون تو چلتی ہو اسے الجھا کرتے ہیں تیرا سا حلم و صبر کوئی تمام عالم کے عقلا میں تو بتا دے ”وَاَنْتَ لَعَلٰی خَلْقٍ عَظِیْمٍ“ اور بے شک تو بڑے عظمت والے ادب تہذیب پر ہے (کہ ایک حلم و صبر کیا تیری جو خصلت ہے اس درجہ با شوکت ہے کہ اخلاق عاقلان جہاں مجتمع ہو کر اس ایک شتمہ کو نہیں پہنچتے پھر اس سے بڑھکر اندھا کون جو تجھے

ایسے لفظ سے یاد کرے مگر یہ انکا اندھا پن بھی چند روز کا ہے ”فستبصرو ویصرون بایکم المفتون“ عنقریب تو بھی دیکھے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کسے جنون ہے آج اپنی بے خودی و دیوانگی و کور باطنی سے جو چاہیں کہہ لیں آنکھیں کھلنے کا دن قریب آتا ہے اور دوست و دشمن سب پر کھلا چاہتا ہے کہ مجنون کون تھا۔

(تجلی الیقین ۴۴ تا ۴۷)

سورة المعارج

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳۴) وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ. ☆

اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

(۳۵) أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ. ☆

یہ ہیں جن کا باغوں میں اعزاز ہوگا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جلالین شریف امام جلال الملمۃ والدین شافعی میں ہے

یحافظون بادائها فی اوقاتھا۔

محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔

نسفی شریف میں ہے:

المحافظة عليها ان لا تضيع عن مواقيتها۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۷۲/۵)

سورۃ نوح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲۳) وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا

يَعُوقَ وَيَعْقُوبَ وَنَسْرًا. ☆

اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا ودا اور سواع اور یعوق اور

یعوق اور نسر کو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ بن عباس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قال كانوا اسماء رجال صالحين من قوم نوح لما هلكوا اوحى

الشیطان الی قومهم ان انصبوا الی مجالسهم الی كانوا یجلسون انصابا و سموها

باسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئك وتسخ العلم عبت

عبد ابن حمید اپنی تفسیر میں ابو جعفر بن مہلب سے راوی:

قال كان ودرجلا مسلما و كان محببا فی قومہ فلما مات عسکر و احول

قبرہ فی بابل و جزعوا علیہ فلما رأى ابليس جزعهم علیہ تشبہ فی صورة انسان ثم

قال اری جزعکم علی هذا فهل لکم ان اصور لك مثله فیکون فی نادیکم

فتذکرونہ بہ قالوا نعم فصور لهم مثله فوضعوه فی نادیہم و جعلوا یدکرونہ فلما

زأى من الهم من ذکرہ قال هل لکم ان اجعل لکم فی منزل کل رجل منکم تمثالا

مثله فیکون فی بیتہ فتذکرونہ قالوا نعم فصور لکل اهل بیت تمثالا مثله فاقبلوا

فجعلوا یدکرونہ بہ قال و ادرك ابنائهم فجعلوا یرون ما یصنعون بہ و تناسلوا و درس

امر ذکریہم ایاہ حتی اتخذوا الہا یعبدونہ من دون اللہ قال و كان اول ما عبد غیر

اللہ فی الارض الصنم الی سموہ بورد۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۲۹/۲۷)

سورۃ الجن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا

قِرَاءَنَا عَجَبًا. ☆

تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔

(۲) يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ۚ وَكُنْ نَشْرُكَ بِرَبِّنَا أَحْدًا. ☆

کہ بھلائی کی راہ بتاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کا شریک نہ کریں گے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وقد كانوا سمعوه صلى الله تعالى عليه وسلم في صلاة الفجر ، كما قدم ؛ و مر حديث ابن اسحاق في اسلام امير المؤمنين عمر رضی الله تعالى عنه و روى ابن اسحاق في مسنده عنه رضی الله تعالى عنه خرجت اتعرض رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ان اسلم فوجدته قد سبقني الى المسجد فقامت خلفه فاستفتح سورة الحاقة فجعلت اتعجب من تاليف القرآن فقلت هو شاعر كما قالت قريش فقرا انه لقول رسول كريم وما هو بقول شاعر قليلا ما تؤمنون فقلت كاهن علم ما في نفسي فقراء ولا بقول كاهن قليلا ما تذكرون الى آخر السورة فوقع الاسلام في قلبي كل موقع (۱) اقول لكن ذكر ابن عباس رضی الله تعالى عنهما في حديث المذكور نزول الحاقة بعد بنى اسرائيل سبع وعشرين سورة و جعلها من اواخر ما نزل بمكة ولا يظهر الجمع بان بعضها نزل به بما فسمعه عمر قبل ان يسلم و تاخر نزول الباقي و اعتبر ابن عباس الاكثر فان امير المو

سنین يقول في هذا الحديث ان صح فاستفتح سورة الحاقة و يذكر الآيات من
اواخرها ثم يقول الى اخر السورة فالله تعالى اعلم -

بل قال مجاهد في قوله تعالى فاصدع بما تؤمر هو الجهر بلقرآن حكاہ
فی المواہب من المقصد الاول قال قالوا فكان ذلك بعد ثلث سنين من النبوة قال
الزرقانی تبرئامنہ لحزم الحافظ فی سيرته بان نزول الآية كان فی السنة الثالثة۔ (۲)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے
کان لگا کر سنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اور
جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔
اور ابن اسحاق کی روایت گزر چکی ہے جو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام
لانے کے بارے میں ہے۔

اور ابن اسحاق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں:
اسلام لانے سے پہلے ایک دن میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لئے گھر سے نکلا تو
آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے، میں جا کر ان کے پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورة الحاقہ
شروع کی تو میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر
ہے، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم ایمان لاتے ہو،
میں نے سوچا کہ یہ کاہن ہے کہ اس کو میری بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی، نہ
یہ کسی کاہن کا قول ہے تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو سورة کے آخر تک۔
چنانچہ اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔

اقول لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت میں بیان کیا ہے کہ سورة الحاقہ کا نزول
اس وقت ہوا جب سورة بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں نازل ہو چکیں تھیں اور ابن عباس
نے الحاقہ کو ان سورتوں میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں۔ پھر حضرت عمر
نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے کس طرح سن لی تھیں جبکہ وہ نبوت کے چھٹے سال میں
ایمان لائے تھے اور اس وقت یہ سورت نازل ہی نہیں ہوئی تھی اور یہ تطبیق کرنا غیر ظاہر ہے کہ
ہو سکتا ہے اس کا کچھ حصہ پہلے نازل ہوا ہو اور حضرت عمر نے اس کو سن لیا ہو اور باقی ماندہ زیادہ

تر حصہ بعد میں نازل ہوا ہوا اور حضرت عباس نے اکثر باقی ماندہ حصے کے نزول کو ملحوظ رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عمر والی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں ”سورت کے آخر تک“ یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورت شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟ پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے، بلکہ پ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا (اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو۔ اس سے مراد قرآن کو جہرا پڑھنا ہے۔ یہ بات مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے۔

صاحب مواہب نے کہا:

کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے بعد نازل ہوئی۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (کہتے ہیں: کہہ کر ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۸ تا ۹۰)

(۲۶) **عِلْمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰی غَيْبِهِ أَحَدًا** ☆

غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

لفی علم غیب میں وہابیہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

عن ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت : جاء رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فدخل علي صبيحة بنى بي فجلس علي فراشني كمنجسك منى ، فجعلت جو يريات يضربن الدف لهن ويندين من قتل من آبائي يوم بدرالى ان قالت احداهن وفينا نبى يعلم ما فى غد، فقال : دعنى هذا و قولى الذى كنت تقولين -

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے، چھوکر یاں دف بجا کر میرے باپ پچا جو بدر

میں شہید ہوئے تھے ان کے اوصاف گاتی تھیں کہ اس میں کوئی بولی: ہم میں وہ نبی ہیں جنہیں آئندہ کا حال معلوم ہے، (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اس پر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے رہنے دو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

اقول وباللہ التوفیق: امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا اس فصل میں ان آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی برائی ثابت ہوتی ہے، تو وہ اس حدیث سے یہ بات ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف آئندہ جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگرچہ بعتائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح مشرک ہے، اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یوں بتایا کہ چھو کر یاں کچھ گانے لگیں اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ باتیں جانتے ہیں، بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی اصلا بونہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں پیغمبر خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھو کر یوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ غافل مرد اس کو کہے یا سن کر پسند کرے۔ (تفویہ)

اللہ اللہ، اللہ کے دیئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اس کے دھرم میں اس کا مجبود کو وہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں، کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا، یونہی یہ امر بھی اسے مضرت نہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو بعتائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملتا صریح مخالف قرآن عظیم ہے۔

قال اللہ تعالیٰ:-

وما کان اللہ لیطلعکم علی العیب و لکن اللہ یحب من یرسلہ من یشاء۔
اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے جنہیں لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال اللہ تعالیٰ:-

عالم الغیب فلا ینظہر علی غیبہ احدًا۔ الا من ارتضیٰ من رسول۔
غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب و مسلط نہیں کرتا مگر وہ اپنے پسندیدہ
رسولوں کو۔

یہاں ”لا ینظہر غیبہ علی احدًا“ نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں
فرماتا کہ اظہار غیب تو اولیائے کرم قدست اسرارہم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء
علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی بلکہ فرمایا ”لا ینظہر علی غیبہ احدًا“ اپنے غیب خاص پر کسی کو
ظاہر و غالب و مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ
مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اسے کیا مضر کہ جب
اس کے نزدیک اللہ کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ میکروزی سے ظاہر اور فقیر کے رسالہ
”سبحان السیوح عن عیب کذب المقبوح“ میں اس کا رد ظاہر و باہر تو قرآن کی مخالفت اس پر
کیا موثر، واللہ المستعان علی کل غوی فاجر، اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا
پوچھئے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا
عقیدہ نہ رکھے، وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری کتاب کی وضع ہے
کہاں سے نکالا؟ کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اس کا قدیم حراب ہے کہ دعویٰ کرتے
وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثریٰ میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے
تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، جا بجا ایسی ہی نا تمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا
چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم اقول: اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے! تو بجد اللہ تعالیٰ حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا
نہ رکھا، او شرک پسند! او شرک کی حقیقت و شاعت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے
کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو
شرک بکتے کفر بولتے سنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی ایسی بات
کہے جاؤ۔

اب یاد کرو حدیث ابی داؤد و یحییٰ انہ لا ینستشفع باللہ علی احد کے متعلق اپنی
بدگامی کی تقریر کو۔

عرب میں قحط پڑا تھا، ایک گنوار نے پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا کہ تمہاری سفارش اللہ کے پاس ہم چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہو گئے، پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء اولیاء اس کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے۔

سبحان اللہ اشرف المخلوقات محمد رسول کی اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول: انبیاء اولیاء کو ذرہ ناچیز سے کم تر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افتراء ہے، حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بیدینی کا ادنیٰ کرشمہ اور افتراء ہے، حدیث میں اس کا بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفت پاک اس کی ذات اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں۔

تیرے جائے انبیاء انداز

طعن در حضرت الہی کن

بے ادب باش و آنچہ دانی گو

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

مگر آنکھوں کی پٹی اتروا کر ذرا یہ سوچ کہ جو بات عظمت شان الہی کے خلاف ہو اسے سن کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی۔ ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابہ اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم با آنکہ اہل زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک و کفر کے کلمے سنیں اور اصلاً کوئی اثر غضب و جلال چہرہ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سخن اللہ سبحان اللہ کہیں، نہ اہل مجلس کی حالت بدلے، نہ

ان کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری تم کفر بک رہی ہو، اری تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرک ہو گئیں، تمہارا دین جاتا رہا، تم مرتد ہو گئیں، از سر نو ایمان لاؤ، کلمہ پڑھو، نکاح ہو گیا ہے تو تجدید نکاح کرو، غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہل مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقت حاجت بیان حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں، رہا ممانعت فرمانا وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام و خود سید الانام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہ باطل ہے، یہ منہ دھور کھئے، منع لفظ بطلان معنی ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل و نقل کا قاعدہ مسلمہ ہے کہ "اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"۔

اولاً ممکن کہ لہو و لعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنا نے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہذا ارشاد ہوا: اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔

ارشاد الساری لمعات و مرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً قول: ممکن کہ مجلس عورتوں کینروں کی کم فہم لوگوں کی تھی ان میں منع فرمایا کہ تو ہم ذاتیت کا سد باب جو شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی، جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں برے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھو کر یوں کو منع کی جائے، دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجہ اولیٰ جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے، ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں و دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔

(الاسن والعلی ۲۰۱ تا ۲۰۴)

سورة المزمل

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ ☆

اے جھرمٹ مارنے والے۔

(۲) قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ☆

رات میں قیام فرما سوا کچھ رات کے۔

(۳) نِصْفَةَ أَوْ تَقْصُ مِنْهُ قَلِيلًا ☆

آدھی رات یا اس سے کچھ کم کرو۔

(۴) أَوْزِدْ عَلَيْهِ وَرَتِلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ☆

یا اس پر کچھ بڑھاؤ اور قرآن خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

(۵) إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ☆

بیشک عنقریب ہم تم پر ایک بھاری بات ڈالیں گے۔

(۶) إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيْلًا ☆

بیشک رات کا اٹھنا وہ زیادہ دواؤ ڈالتا ہے اور بات خوب سیدھی نکلتی ہے۔

(۷) إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ☆

بیشک دن میں تو تم کو بہت سے کام ہیں۔

(۸) وَإِذْ كَرِهَ اللَّهُ مُبَاهَاً وَكَرِهَ لَكُمْ وَكَرِهَ لَكُمْ وَكَرِهَ لَكُمْ وَكَرِهَ لَكُمْ وَكَرِهَ لَكُمْ ☆

اور اپنے رب نام یاد کرو اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو۔

(۹) رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ☆

وہ پورب کارب اور کچھیم کارب اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم اسی کو اپنا کار ساز بناؤ۔

(۱۰) وَأَصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ☆

اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو۔

(۱۱) **وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولَى النَّعْمَةِ وَمَهَلْهُمْ قَلِيلًا** ☆

اور مجھ پر چھوڑ وان جھٹلانے والے مالداروں کو انہیں تھوڑی مہلت دو۔

(۱۲) **إِنَّ لَدَيْنَا أَنْكَالًا وَجَحِيمًا** ☆

پیشک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ۔

(۱۳) **وَوَطَعَامًا ذَاغُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا** ☆

اور گلے میں پھنتا ہوا کھانا اور دردناک عذاب۔

(۱۴) **يَوْمَ تَرْجَفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا**

مَهِيلًا ☆

جس دن تھرا تھرائیں گے زمین اور پہاڑ اور پہاڑ ہو جائیں گے ریتے کا ٹیلہ بہتا ہوا۔

(۱۵) **إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا لَا شَاهِدَ عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا**

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ☆

پیشک ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجے کہ تم پر حاضر ناظر ہیں جیسے ہم نے فرعون کی

طرف رسول بھیجے۔

(۱۶) **فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا** ☆

تو فرعون نے اس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔

(۱۷) **فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا** ☆

پھر کیسے بچو گے اگر کفر کرو اس دن جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

(۱۸) **السَّمَاءُ مُنْقَطِرَةٌ بِهِ ط كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا** ☆

آسمان اس کے صدمہ سے پھٹ جائے گا اللہ کا وعدہ ہو کر رہنا۔

(۱۹) **إِنَّ هَذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا** ☆

پیشک یہ نصیحت ہے تو جو چاہے اپنے رب کی طرف راہ لے۔

(۲۰) **إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِن ثُلُثِي النَّيْلِ وَنِصْفَهُ**

وثلثه وطائفة من الذين معك ط والله يقدر الليل والنهار ط علم

أَنْ لَنْ تَجُصَّوَهُ فَتَأَبَّ عَلَيْكُمْ فَاقْرَأُوا مَا تَيْسَّرُ مِنَ الْقُرْآنِ ط عِلْمٌ أَنْ
سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرُضَىٰ لَا وَآخِرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ
مِنْ فَضْلِ اللَّهِ لَا وَآخِرُونَ يَكْفُلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ صَلَّى فَاقْرَأُوا
مَا تَيْسَّرَ مِنْهُ لَا وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا
حَسَنًا ط وَمَا تَقَدَّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا
وَأَعْظَمَ أَجْرًا ط وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆

بیشک تمہارا رب جانتا ہے کہ تم قیام کرتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب کبھی آدھی
رات کبھی تہائی اور ایک جماعت تمہارے ساتھ والی اور اللہ رات اور دن کا اندازہ فرماتا ہے۔
اسے معلوم ہے کہ اے مسلمانو تم سے رات کا شمار نہ ہو سکے گا تو اس نے اپنی مہر سے تم پر رجوع
فرمائی، اب قرآن میں سے جتنا تم کو آسان ہوا اتنا پڑھو اسے معلوم ہے کہ عنقریب کچھ تم میں سے
بیمار ہوں گے اور زمین میں سفر کریں گے اللہ کا فضل تلاش کرنے اور کچھ اللہ کی راہ میں لڑتے
ہوں گے تو جتنا قرآن میسر ہو پڑھو اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے
لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کی پاؤ گے اور اللہ سے بخشش
مانگو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
اس سورہ مبارکہ میں قیام اور قرأت نماز کا ثبوت نماز کی فرضیت سے پہلے واضح طور پر
موجود ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۸۶/۵)

(۲۰) نماز قبل معراج میں جماعت بھی تھی۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

فقد اخرج احمد و ابن ماجہ و الحارث فی مسنده و غیرہم عن اسامة
بن زید عن ابيه رضى الله تعالى عنهم ان جبريل اتى النبي صلى الله تعالى عليه و
سلم في اول ما اوحى اليه، فراه الوضوء و الصلاة، فلما فرغ من الوضوء اخذ
عرقه من ماء فنضح بها فرجه، وفي سيرة ابن اسحق و سيرة ابن هشام و المواهب
الجلدية من المقصد الاول و كتاب الخميس و افضل القرى لقراء ام القرى للامام
ابن حجر المكي ثم حاشية الكنز للعلامة السيداني السبعود الازهرى ثم حاشية

الدر للعلامة السيد احمد الطحطاوى هذا لفظ القسطلانى مزيد امن الزرقانى (قدورى) مرضه لان له طرفا لا تحلو من مقال لكنها متعددة يحصل باجتماعها القوة (ان جبريل بدا له صلى الله تعالى عليه وسلم) وهو باعلى مكة كما عند ابن اسحق اى بجبل الحراء كما فى الخميس (فى احسن صورة واطيب رائحة فقال يا محمد: ان الله يقرئك السلام و يقول لك: انت رسولى الى الجن والانس فادعهم الى قول لا اله الا الله ثم ضرب برجله الارض فنبعت عين ماء فتوضأ منها جبريل ذاد ابن اسحق ورسول الله ينظر اليه ليريه كيف الطهور الى الصلاة (ثم امره ان يتوضأ، وقام جبريل يصلى و امره ان يصلى معه) زاد فى رواية ابى نعيم عن عائشة رضى الله تعالى عنها، فضلى ركعتين نحو الكعبة (فعلمه الوضوء والصلاة، ثم عرج الى السماء ورجع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، لا يمر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو يقول: السلام عليك يا رسول الله! حتى اتى خديجة، فاخبرها، فغشى عليها من الفرح، ثم امرها فتوضأت، وصلى بها كما صلى به جبرئيل) زاد فى رواية، وكانت اول من صلى (فكان ذلك اول فرضها) اى تقديرها (ركعتين) اه

وله تمام سياى و اخرج الطبرانى عن ابى رافع رضى الله تعالى عنه، قال ل: صلى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم اول يوم الاثنين، و صليت خديجة اخره، و صلى على يوم الثلاثاء.

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور جارت نے اپنی مسند میں اور محدثین نے اسامہ ابن زید سے وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضوء سے فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنی فرج پر چھڑکا۔

سیرت ابن اسحاق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب لدنیہ کے کتاب الخمیس میں، ابن حجر مکی کی افضل القرى لقراء ام القرى میں سید ابوالسعود دازہری کے حاشیہ کنز میں، سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے۔

اور الفاظ قسطلانی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے اضافہ کیا گیا ہے۔ (روایت کی گئی ہے) بصیغہ مجہول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعتراض سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجتماع سے قوت حاصل ہو جاتی ہے (کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آئے) جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے۔ جیسا کہ سیرت ابن اسحاق میں ہے۔ یعنی کوہ حرا پر تھے۔ جیسا کہ خمیس میں ہے۔ (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں۔ پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحاق نے اضافہ کیا ہے کہ۔ اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لئے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر، ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گذرتے وہ کہتا، السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضوء کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے آپ کو پڑھائی تھی) ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ خدیجہ سب سے پہلے نماز پڑھنے والی ہیں (تو یہ نماز کی پہلی فرضیت تھی) یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ

اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سوموار کے ابتدائی حصہ میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوموار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے منگل کے دن۔
(فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۳ تا ۸۵)

واللفظہ عن ابن اسحاق، ثم قام به جبرئیل فصلی به، و صلی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بصلاته ، (الی ان قال فی حدیجۃ) صلی بہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما صلی بہ جبرئیل فصلت بصلاته (۱) اھ
وقد قال تعالیٰ و طائفة من الذین معک (۲) و اخرج الشیخان عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث مجئی الجن الیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول البعث ، انہم اتوہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و هو یصلی با صبحا بہ صلاة الفجر ، قال الزرقانی المراد بالفجر الر کعتان اللتان کان یصلیہا قبل طلوع الشمس الخ۔

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحاق کے ہاں اس طرح ہیں، پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ اھ
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے۔ بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتدائے وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اور اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔
زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دور کعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۵/۸۸)

(۲۰) فرض قرأت صرف ایک آیت کی تلاوت ہے، سورة فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔ سورة فاتحہ اور فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث احاد قولیہ سے ثابت ہوا۔ یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۳۳)

سورة المدثر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ☆

اے بالاپوش اوڑھنے والے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں قرآن کریم کا عام محاورہ ہے کہ تمام انبیائے کرام کو نام لے کر پکارتا ہے، مگر جہاں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے حضور کے اوصاف جلیلہ اور القاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ جیسے

يا ايها النبي انا ارسلتك۔

اے نبی! ہم نے تجھے رسول کیا۔

يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك۔

اے رسول! پہنچا جو تیری طرف اترا۔

يا ايها المرسل قم الليل۔

اے کپڑے اوڑھ لیٹنے والے! رات میں قیام فرما۔

يا ايها المدثر قم فانذر۔

اے جھرمٹ مارنے والے! کھڑا ہو، لوگوں کو ڈرنا۔

يس والقرآن الحكيم انك لمن المرسلين۔

اے یس! یا اے سردار! مجھے قسم ہے حکمت والے قرآن کی، بیشک تو مرسلوں میں سے

طه ، ما انزلنا عليك القرآن المشفقا۔

اے طہ یا اے پاکیزہ رہنما! ہم نے تجھ پر قرآن اس لئے نہیں اتارا، کہ تو مشقت میں

پڑے۔

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ جو ان نداؤں اور ان خطابوں کو سنے گا بالبداہت حضور سید المرسلین و انبیائے سابقین کا فرق جان لے گا۔

یا آدم ست با پدر انبیا خطاب

یا ایہا النبی خطاب محمد است صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

امام عزالدین بن عبدالسلام وغیرہ علمائے کرام فرماتے ہیں بادشاہ جب اپنے تمام امراء کو نام لے کر پکارے۔ اور ان میں خاص ایک مقرب کو یوں ندا فرمایا کرے۔ اے مقرب حضرت! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سردار مملکت! تو کیا کسی طرح محل ریب و شک باقی رہے گا کہ یہ بندہ بارگاہ سلطانی میں سب سے زیادہ عزت و وجاہت والا اور سرکار سلطانی کو تمام عمائد و اراکین سے بڑھ کر پیارا ہے۔

فقیر کہتا ہے غفر اللہ تعالیٰ لہ خصوصاً۔ یا ایہا المزمحل۔ و یا ایہا المدثر۔ تو وہ پیارے خطاب ہیں جن کا مزہ اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ ان آیتوں کے نزول کے وقت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالا پوش اوڑھے۔ جھر مٹ مارے لیٹے ٹھے۔ اسی وضع حالت سے حضور کو یاد فرما کر ندا کی گئی۔ بلا تشبیہ جس طرح سچا چاہنے والا اپنے پیارے محبوب کو پکارے او با نکی ٹوپی والے، او دھانی ڈو پٹے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے، او دامن اٹھا کے جانے والے

!فسبحن اللہ و الحمد لله و الصلوۃ الزہراء علی الحبيب ذی الجاہ۔

تم اقول: نہایت یہ ہے کہ اشقیائے یہود مدینہ و مشرکین مکہ جو حضور سے جاہلانہ

گفتگوئیں کرتے۔ ان مقالات خبیثہ کو بغرض رد و ابطال و مژدہ رسانی عذاب و نکال بارہا نقل فرمایا گیا۔ مگر ان گستاخوں کی اس بے ادبانہ مذاکا کہ نام لے کر حضور کو پکارتے محل نقل میں بھی ذکر نہ آیا ہاں جہاں انھوں نے وصف کریم سے ندا کی تھی۔ اگرچہ ان کے زعم میں بطور استہزا تھی۔

اسے قرآن مجید نقل کر لایا کہ۔ قالوا یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر۔ بولے اے وہ جس پر قرآن اترا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخلاف حضرات انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ

ان سے کفار کے مخاطبے ویسے ہی منقول ہیں۔ ینوح قد جاد لتناء انت فعلت هذا بالہتنا

یا براہیم یموسیٰ ادع لنا ربک بما عهد عندک یصلح ائتنا بما تعدنا ، یا شعیب ما نفعہ کثیراً مما تقول ۔ بلکہ اس زمانہ کے مطیعین بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یونہی خطاب کرتے ہیں اور قرآن عظیم نے اسی طرح ان سے نقل فرمائی۔

اسباط نے کہا:

یموسیٰ لن نصبر علی طعام واحد ۔

حواریوں نے کہا:

یعیسیٰ ابن مریم هل یتطیع ربک ۔

یہاں اس کا بندوبست فرمایا کہ اس امت مرحومہ پر اس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کا نام پاک لے کر خطاب کرنا ہی حرام ٹھہرایا۔

قال اللہ تعالیٰ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً ۔ رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرا جو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو کہ اے زید! اے عمر! بلکہ یوں عرض کرو۔ یا رسول اللہ ، یا نبی اللہ یا سید المرسلین ، یا خاتم النبیین ، یا شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم وعلیٰ الٰہ اجمعین ۔

ابونعیم حضرت عبدالہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی۔ قال کنا نوا یقولون یا محمد یا ابا القاسم فنہم اللہ عن ذلک اعظما ما لنبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ فقالوا یا نبی اللہ یا رسول اللہ !۔

یعنی پہلے حضور کو یا محمد یا ابا القاسم! کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کی تعظیم کو اس سے نہیں فرمائی۔ جب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! کہا کرتے۔

بیہقی امام علقمہ و امام اسود اور ابونعیم امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی۔ لا تقولوا یا محمد و لکن قولوا یا رسول اللہ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، یا محمد نہ کہو بلکہ یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔ اسی طرح امام قتادہ تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ ولہذا علما تصریح فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ کرنا حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے جسے اس کا مالک، مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارتے، غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے بلکہ امام زین الدین مرغی وغیرہ

محققین نے فرمایا۔ اگر یہ لفظ کسی دعاء میں وارد ہو جو خود نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی جیسے دعائے۔ یا محمد انی توجہت بک الی ربی۔ تاہم اس کی جگہ یا رسول اللہ! یا نبی اللہ کہنا چاہئے حالانکہ الفاظ دعاء میں حتی الوسع تغیر نہیں کی جاتی۔ کما یدل علیہ حدیث نبیک الذی ارسلت ورسولک الذی ارسلت۔ یہ مسئلہ مہتممہ جس سے اکثر اہل زمانہ غافل ہیں۔ نہایت واجب الحفظ فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر اپنے مجموعہ فتاویٰ مسمی بہ العطا یا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ۔ میں ذکر کی وباللہ التوفیق خیر یہ تو خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معاملہ تھا حضور کے صدقہ میں اس امت مرحومہ کا خطاب بھی خطاب امم سابقہ سے ممتاز ٹھہرا۔

اگلی امتوں کو اللہ تعالیٰ یا ایہا المساکین۔ فرمایا کرتا تو ریت مقدس میں جا بجا یہی لفظ ارشاد ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی خاتم واوردہ السیوطی فی الخصائص الکبریٰ اور اس امت مرحومہ کو جب ندا فرمائی ہے۔ یا ایہا الذین امنوا۔ فرمایا گیا ہے یعنی اے ایمان والو! امتی کے لئے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہوگی۔ سچ ہے پیارے کے علاقہ والے بھی پیارے آخر نہ سنا کہ فرماتا ہے۔ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ میری پیروی کرو محبوب ہو جاؤ گے۔

(تجلی الیقین ۳۵ تا ۴۰)

(۳) **وَرَبِّكَ فَكْبِرْ** ☆

اور اپنے رب ہی کی بڑائی بولو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے تکبیر تحریر کی فرضیت ثابت۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۸۶)

(۴) **وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ** ☆

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

﴿۳﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس آیت سے نماز میں طہارت ثوب کی فرضیت ثابت۔ (جدیدہ ۵/۸۵)

سورة الانسان

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۲) اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ مَلَّةٍ نَبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنَاهُ

سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔ ☆

بے شک ہم نے آدمی کو پیدا کیا مٹی ہوئی مٹی سے کہ وہ اسے جانچیں تو اسے سنتا دیکھتا

کر دیا۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

عقلًا ونقلًا بدہیات سے ہے کہ انسان کی آنکھ کان انسان نہیں۔ تو یقیناً ثابت کہ یہ جسے سمیع و بصیر فرمایا چشم و گوش نہیں۔ اور باقی اعضا کا سمع و بصر سے بے علاقہ ہونا واضح تر تو وہ نہیں مگر روح۔

(۳) اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُوْرًا۔ ☆

بیشک ہم نے اسے راہ بتائی یا حق مانتا یا ناشکری کرنا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

(آیت میں فرمایا کہ انسان یا تو شاکر یعنی مسلمان ہوگا یا کفور یعنی کافر ہوگا، تو آج کل بعض گمراہ فرقوں کا اہل سنت کو بات بات پر کافر و مشرک کہنا آیت کے خلاف یا تو ایمان و کفر کے درمیان کوئی واسطہ نکالنا ہے، یا پھر خود کافر و مشرک بننا ہے، یہاں اسی کا بیان ہے)

باجملہ اصلاً محل شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو مشرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء اولیاء و صلحاء و اصفیاء بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علی مولہا و علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا۔

وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طا کفہ تالفہ کے

سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر احادیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعویٰ ہے۔

امام مالک و احمد و بخاری و مسلم و ابو داؤد و ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی۔ واللفظ لمسلم۔ الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لا خبیہ کافر فقد بآء بہا احد ہما ان کان کما قال والا

رجعت علیہ۔

یعنی جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقتاً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لا خبیہ یا کافر فقد بآء بہ احد ہما۔

جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو یا کافر کہے تو ان دونوں میں ایک کا رجوع اس

طرف پیشک ہو۔

امام احمد و بخاری و مسلم حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعار جلا بالكفر او قال عد و اللہ و لیس كذلك الا حار علیہ

و لا یرمی رجل رجلا بالفسق و لا یرمیہ بالكفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صا

حبہ كذلك هذا مختصرا۔

جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کلمہ اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی

کو فسق یا کفر کا طعن کرے مگر وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر طعن کیا تھا ایسا نہ ہو۔ یہ اختصاراً

ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسخی بالتفاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابو سعید خدری رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکفر رجلا قط الا باء بها احد هما ان كان کافر او الا کفر

بتکفیرہ

یعنی جو کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پا جائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بیچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یونہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا۔

علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

من دعار جلا بالکفر باللہ تعالیٰ او الشکر بہ و كذلك بالزندقة والا

لحاد و النفاق الکفری اہ ملخصا۔

کسی شخص کے بارے میں یہ کہنا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کر کے پکارا (تو خود کافر ہو جائے گا) اہ تلخیصاً۔

کذلك یا مشرک و نحوہ۔

اسی طرح اسے مشرک کہا تو مشرک ہو جائے گا۔

اقول و باللہ التوفیق: یہ معنی خود انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدو اللہ ہے اور عدو اللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اجنبی اقسام کفر سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے۔ والعیا ذی اللہ سبخنہ و تعالیٰ۔

وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے۔ ع

ترک و ہندی درمن آں بیند کہ اوست

(ترک اور ہندی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

النور و یقیس علی نفسہ۔ (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقتاً اوصاف ذمیہ اسی کہنے

والے میں تھے جن کا عکس اس آئینہ الہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریمہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوٹ و غبار سے صاف و منزہ ہے۔

یہ تو حدیث تھی جو بحکم یقولون من خیر قول البریة۔ (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں۔ ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا:

لا یجاوز تراقیہم۔

(ان کے حلق سے اسلام تجاوز نہیں کریگا۔)

اب فقہ کی طرف چلے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابو بکر اعلمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یونہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں۔

سید اسمعیل نابلسی شرح درر وغررمولی خسرو میں فرماتے ہیں:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابو بکر الاعلمش یقول کفر و قال غیرہ من مشایخ بلخ لا یکفر و اتفقت ہذہ المسئلة ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه یکفر فرجع الجواب الی بلخ انه یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیہ ابی بکر رجع الی قوله الخ (۱) ملخصا۔

اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعلمش اسے کافر قرار دیتے، اور مشایخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارانے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائے گا) تو جس جس فقیہ نے ابو بکر اعلمش کے خلاف فتویٰ دیا تھا انہوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کر لیا اہ ملخصا۔

رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الكل الی فتاوی ابی بکر البلخی و قالوا کفر الشاتم۔
تمام علماء نے ابو بکر بلخی کے اس فتویٰ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا۔

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے۔

و ینبغی ان لا یکفر علی قول ابی اللیث و بعض ائمة بخارا۔

ابولیت اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔

اور مذہب صحیح معتمدہ و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خر بے لجام و سگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاویٰ ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ بر جندی و شرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق و شرح و ہبانیہ علامہ عبدالبر و در مختار و حدیقہ ندیہ و جواہر خلاطی و فتاویٰ عالمگیری و ردالمحتار و غیر ہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتویٰ و مفتی بہ ہے۔

علماء فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول: و بالله التوفیق، توضیح اس دلیل کی علی حسب مرآئیم (ان کے مقاصد کے مطابق) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں۔ نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔

فان الکفر والا سلام علی طرفی النقیض بالنسبة الی الانسان لا یجتمعان ابدا و لا یرتفعان قال تعالیٰ اما شا کرا و اما کفورا، و قال تعالیٰ ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفه۔

کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شا کر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔

اب جو یہ شخص مثلاً زید مومن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین اسلام کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید تصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورت اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔

اب عبارات علماء سنی، ہمدانیہ میں ہے

المختار للفتویٰ فی جنس ہذہ المسائل ان القائل بمثل ہذہ المقالات

ان کان اراد الشتم و لا يعتقدہ کافر الا یکفر و ان کا يعتقدہ کافر ا فخطبه
بهذا بناءً علی اعتقاده انه کافر یکفر کذا فی الذخیرة (۱) انتھی۔ زاد الشا
می عن النهر عن الذخیرة لانه لما اعتقد المسلم کافر فقد اعتقد دین الاسلام
کفراً۔

اس قسم کے مسائل میں فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا
ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے کافر
کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا۔ کذا فی الذخیرة انتھی۔

شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ کیونکہ وہ ایک مسلمان
کو کافر مان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔
در مختار میں ہے:

عزر الشاتم بيا کافر و هل یکفر ان اعتقد المسلم کافر انعم و الا لا به
یفتی۔

یا کافر کے ساتھ گالی دینے والے پر تعذیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو
مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا۔ اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتویٰ ہے
علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتویٰ فی جنس هذه المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لا
یکفر و اذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافر فقد اعتقد
ان دین الاسلام کفر و من اعتقد هذا فهو کافر۔

ان مسائل میں مختار اور مفتی یہ بھی ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مراد لی تو کافر نہیں
ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر
جانا تو گویا اس نے دین اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔
علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قد اختلف فی کفر من ينسب من لسانه الى الکفر ففی الفصول العمدية
اذا قال لغيره يا کافر کان الفقيه ابو بکر الاعمش يقول یکفر القائل و قال

غيره لا يكفر والمختار للفتوى في جنس هذه المسائل الخ (۱) ذكر مثل ما مر
عن الذخيرة بنقل الهندية و النهر معاً سواء بسواء -

اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف
نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو یا کافر کہا تو فقیہ ابو بکر اعمش ایسے شخص کو کافر
جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے، اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ۔

گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انه لو اعتقد هذا الخطاب شتاً لم يكفر و لو اعتقد المخاطب
كافراً كفر لا نه اعتقد الا سلام كفا في العمادى و ما فى المواقف انه لم
يكفر بنا لا جماع اريد به اجماع المتكلمين -

مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر
جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے۔ جیسا کہ عمادی میں ہے
۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔

مجمع الانہر شرح منشی الابحر میں ہے:

قذف مسلماً بيا كافر و اراد الشتم و لا يعتقد كفا فانه يعزرو لا
يكفر و لو اعتقد المخاطب كافر لا نه اعتقد الا سلام كفا (۳)
اگر کسی نے کسی مسلمان کو یا کافر کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو
ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا۔ اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو
جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔

علامہ عبد الغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوى (قد ذكر عين ما مر عن البر جندی و زاد) و من اعتقد
ان دين الاسلام كفر كفر -

مختار للفتوى یہ ہے (پھر بعینہ وہی ذکر کیا جو بر جندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور
جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہو گیا۔

اس مذہب مفتی بہ پر بھی اس طائفہ کٹا لہ کو سخت دقت کہ یہ قطعاً اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر و مشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو با تفاق ہر دو مذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ و مذاہب ائمہ کرام و فقہائے عظام پر خود انھیں کے ایمان کے لالے پڑ گئے۔

دیدیں کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں ندا کہ شب را سحر کند

ما ذا اخطا ضک یا مغرور فی الخطر حتی هلکت فلیت النمل لم تطر
(تو نے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں سی کہ وہ رات کو سحر کر دے) اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتیٰ کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ آڑتی مگر خاشا اللہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں ہم زہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا اور رسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیبت کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بد راہ نہیں اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں۔

ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفو اعن اهل لا اله الا الله لا تکفر و هم بذنب فمن اکفر اهل لا اله الا الله فهم الی الکفر اقرب (۱) اخرجہ الطبرانی فی الکبیر یسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یعنی لا اله الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لا اله الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کفر سے نزدیک تر ہے۔

اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ثلث من اصل الايمان الکفر عن قال لا اله الا الله ولا تکفراه بدت

و لا تخرجه من الاسلام بعمل الحديث۔ اخرجه ابو داؤد عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرہ اسلام سے خارج نہ بتائیں۔ الحدیث اسے ابو داؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ۔ اخرجه الدارقطنی و البیہقی والضیاء عن عائذ بن عمرو المرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمرو المرینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لا تکفروا احدا من اهل القبلة۔ اخرجه العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو۔ اسے عقیلی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد:

و لا تکفروا احدا من اهل القبلة۔

اہل قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا:

لا یخرج الانسان من الاسلام الا بحود ما اذخله فیہ۔

انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی مگر اس شے کا انکار جس نے اسے اسلام میں داخل کیا تھا۔

یاد ہے اور جب تک تاویل و توجیہ کی سبب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہو جائیں

مدعی اسلام کی تکفیر سے گریز چاہئے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح و دیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انہیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوئے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں، ہذا۔

و اقول يظهر للبعد الضعيف غفر الله تعالى له ان ههنا في كلمات العلماء اطلاقا في موضع التقييد كما هو دأب كثير من المصنفين في غير ما مقام و انما محل الا كفار بالكفار المسلم اذا كان ذلك لا عن شبهة او تاويل و الا فلا فانه مسلم بظاهره و لم نؤمر بشق القلوب و التطلع الي اما كن الغيوب و لم نعثر منه على انكار شئ من ضروريات الدين فكيف يهجم على نظير ما هجم عليه ذلك السفیه هذا هو التحقيق عند الفقهاء الكرام ايضا يذعن بذلك من احاط بكلامهم و اطلع على مرامهم رحمة الله تعالى عليهم اجمعين الا ترى ان الخوارج خذلهم الله تعالى قد اكفروا امير المؤمنين و مولى المسلمين عليا رضی الله تعالى عنه ثم هم عندنا لا يكفرون كما نص عليه في الدر المختار و البحر الرائق و رد المحتار و غيرها من معتبرات الاسفار و اما ما مر من تقرير الدليل على التكفير فانت تعلم ان لازم المذهب ليس بمذهب و امام الاحادیث فمؤولة عند المحققين كما ذكره الشراح الكرام۔

اقول و من ادل دليل عليه قوله صلى الله تعالى عليه وسلم في الحديث المار فهو الى الكفر اقرب فلم يسم كافرا و انما قربه الى الكفر لان الاجتراء على الله تعالى او بمثل ذلك قد يكون يزيد الكفر و العياذ بالله رب العلمين و لا حول و لا قوة الا بالله العلي العظيم۔

میں کہتا ہوں عبد ضعیف، اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقام تقييد میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ کسی مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل و شبہ نہ ہو ورنہ اگر ایک وہاں شبہ ہو سکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس

کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہو سکتے جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہ تحقیق ہے نیز ہر اس شخص کو بھی اس بات کا اذعان حاصل ہو جائے گا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کا احاطہ کیا اور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج نے (اللہ انہیں رسوا کرے) امیر المؤمنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر قرار دیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر در مختار، بحر الرائق، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے، آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہا معا ملہ احادیث کا تو وہ محققین کے ہاں مودول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالیٰ کے سامنے جرأت و دلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے۔ رب العلمین اپنی پناہ عطا فرمائے۔

خیر تا ہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین و سائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر و مشرک ٹھہرا کر ہزار ہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہو گئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے۔ والعیاذ باللہ سبحنہ و تعالیٰ۔

علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انه بصیر مرتد اعلیٰ قول جماعہ و کفی بهذا خسار او تفریطا،
ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہو گیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے۔
تو بحکم شرع ان ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم۔ اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المنحدر عن شرح الوهبانية للعلامة حسن الشرنبلالی ما یکون
کفرا اتصافا بطل العمل و النکاح فاولاده او لادزنی و ما فیہ خلاف یومر بالا
ستغفار و التوبة و تجدید النکاح۔

در مختار میں علامہ حسن شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اسکی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اسکی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہل سنت کو چاہئے ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انھیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالفت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بد مذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل المجلس الصالح و جلس السوء كحامل المسك و نافع الكير
فحامل المسك اما ان يحذيك و اما ان يتباع منه و اما ان تجد منه ريح طيبة و نا
فخ الكير اما ان يحرق ثيابك و اما ان تجد منه ريحا خبيثة۔ (۳) رواه الشيخان عن
ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

نیک ہم نشین اور بد جلسی کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونک رہا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کرے گا یا تو اس سے گریز کرے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بد بو پائے گا۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے

ہیں:

مثل جلس السوء كمثل صاحب الكير ان لم يصبك من سواده اصابتك من
دخانہ۔ (۱) رواه عنه ابو داود و النسائی۔

یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹی کہ کپڑے کا لے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابو داود اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ شرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ والعباد باللہ

تعالیٰ - اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

انما سمي القلب من قلبه انما مثل القلب مثل ريشة بالفلاة تعلق في اصل شجرة قلبها الرياح ظهر البطن - رواه الطبراني في الكبير بسند حسن عن ابي موسى الاشعري رضي الله تعالى عنه ولفظه عند ابن ماجه مثل القلب مثل الريشة قلبها الرياح بفلاة اسناده جيد -

دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پر لپٹا ہے کہ ہوائیں اسے لپٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا۔ اسے طبرانی نے معجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی روایت کیا۔

اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں:

دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹ دے رہی ہوں۔ اس کی سند جيد ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اعتبروا الارض بما سماؤها و اعتبروا بالصاحب بالصاحب (۴) اخرجه ابن عدي عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه مرفوعاً و البيهقي في الشعب عنه موقوفاً و له شواهد بها يرتقى الى درجة الحسن -
زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہم نشین پر۔ اسے ابن عدی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً اور بیہقی نے انہی سے موقوفاً روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے حسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

اياك و قبرين السوء فانك تعرف (۱) رواه ابن عساكر عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه -

برے مصاحب سے بچ کہ تو اسی سے پہچانا جائے گا۔ اسے عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست و برخاست ہوتی ہے لوگ اسے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بد مذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیث کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ ”المقالة المسفرة عن احکام بدعة المكفرة“ میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دوری مناسب، خصوصاً ان کے پیچھے نماز سے تواضع واجب، اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔

امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سر کم ان تقبل صلا تکم فلیؤ مکم خیار کم۔

اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرشد بن ابی مرشد غنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سر کم ان تقبل صلا تکم فلیؤ مکم خیار کم فانہم و فد کم فیما

بینکم و بین ربکم۔

اگر تمہیں اپنی نماز کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہئے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیار کم فانہم و فد کم فیما بینکم و بین ربکم۔

اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے وساطت ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب

عزوجل کے۔

اقول : والا حدیث و ان ضعفت فقد تائدت اذ عن ثلثة من الصحا

بہ و ردت علیہم جمیعاً رضوان المولیٰ جل و علا و تقدس و تعالیٰ۔

میں کہتا ہوں: یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کر رہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی ہیں جن پر اللہ جل و علاؤ تقدس تعالیٰ کی رضا وارد ہے۔

الحمد لله کہ یہ موجب تحریر ذی القعدة میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افرو
زدوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسینہ علی صاحبہا الف الف صلاة و تحية کو بدرسمائے اختتام ہوئی
و صلی اللہ تعالیٰ علی خاتم النبیین بدرسماء المرسلین محمد و آلہ و الائمة
المجتہدین و المقلدین لهم باحسان الی یوم الدین والحمد لله رب العلمین و
اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۹۷ تا ۷۲۱)

سورة النبا

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳۸) یَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ

أُذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَقَالَ صَوَابًا ☆

جس دن جبریل کھڑا ہوگا اور سب فرشتے پر اباندھے کوئی نہ بول سکے گا مگر جسے رحمن

نے اذن دیا اور اس نے ٹھیک بات کہی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ابن جریر اس آیت کی تفسیر میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی:

الروح ملك في السماء السابعة واعظم من السموات و من الجبال و

من الملائكة يسبح كل يوم اثني عشر الف تسبيحة يخلق الله من كل تسبيحة ملكا

من الملائكة يجئى يوم القيمة صفا و حده۔

یہ روح فرشتہ آسمان ہفتیم میں ہے وہ آسمانوں اور پہاڑوں اور سب فرشتوں سے اعظم

ہے، وہ روزانہ بارہ ہزار تسبیحیں کرتا ہے۔ اللہ عزوجل ہر تسبیح سے ایک فرشتہ بناتا ہے یہ روح (فر

شتہ) آروز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا۔

معالم التنزیل میں بروایت عطاء ابن ابی رباح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں ہے: الروح ملك من الملائكة ما خلق الله تعالى مخلو

قنا اعظم منه فاذا كان يوم القيمة قام و حده صفا و قامت الملائكة كلهم صفا

واحدافیکون اعظم خلقه مثلهم۔ روح ایک فرشتہ ہے اللہ تعالیٰ نے کوئی مخلوق جسم میں

اس سے بڑی نہ بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا وہ اکیلا ایک صف، تو اس کی جسامت ان سب

کے برابر ہوگی۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲۰۳/۹)

سورة النازعات

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۵) **فَالْمُدَبِّرِ الْأَمْرِ** ☆

پھر کام کی تدبیر کریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ صفت بھی بالذات ذات الہی جل و علا کی ہے۔ قال تعالیٰ: يدبر الأمر۔

حالانکہ حدیث میں فرمایا:

عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: في قوله تعالى: فالمدبرات أمرا

هم الملائكة وكلوا بأمور عرفهم الله تعالى العمل فيها، قال عبد الرحمن بن سابط:

يدبر الأمر في الدنيا أربعين جبريل، وميكائيل، وملاك الموت، وإسرافيل، عليهم

السلام، إنا جبرئيل فمؤكل الجبال، وحجى والبصق، وهبوزم الجيوش، وأما ميكائيل فمؤكل

بالمطر والنبات والأرزاق، وأما ملك الموت فمؤكل بقبض الأنفس، وأما إسرافيل

فهو صاحب الصور ولا ينزل إلا لأمر عظيم۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مدبرات امر ملائکہ ہیں

کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے ہیں جنہی کاروائی اللہ عزوجل نے انہیں تعلیم فرمائی، عبد الرحمن بن

سابط نے فرمایا دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں، جبرئیل، میکائیل، عزرائیل

، اور اسرافیل علیہم السلام۔ جبرئیل تو وحی الہی، ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں، کہ ہوائیں چلانا

لشکروں کو فتح شکست دینا ان سے متعلق ہے۔ میکائیل باران اور روئیدگی پر مقرر ہیں، کہ مینہ

برساتے اور درخت دکھائیں اور کھیتی اگاتے ہیں۔ عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل

صور پھونکنے کیلئے مقرر ہیں اور زمین پر کوئی عظیم حکم لیکر اترتے ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام

(الامین والعلیٰ ۱۵)

اللہ اکبر، قرآن عظیم وہابیہ پر ایک سے ایک سخت آفت ڈالتا ہے۔
حدیث میں فرمایا: القرآن ذو وجوہ۔
قرآن متعدد معانی رکھتا ہے۔

رواہ ابو نعیم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنی پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمة یحتجون بہ علی وجوہہ و ذلك من اعظم وجوہ
اعجازہ و قد حققنا هذا المرام فی رسالتنا الزلال لانقی من بحر سبقة الاتقی۔

اولیائے کرام بعد انتقال تمام عالم میں تصرف کرتے

اور کاروبار جہاں کی تدبیر فرماتے ہیں

اب اسی آیت کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

او صفات النفوس الفاضلة حال المفارقة فانها تنزع الا بدأ ان عرفنا
ای نزعا شديدا من اغراق النازع فی القوس فتشط الی عالم الملكوت و
تسبح فيه فتسبق الی حظائير القدس فتصير لشرفها و قوتها من المدبرات۔

یعنی یا ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواح اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے
پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہو کر عالم بالا کی طرف
سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیر ہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں
اب وہ اپنی بزرگی و طاقت کے باعث کاروبار عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہو جاتی ہیں۔ تو
بحمد اللہ تعالیٰ اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے
ہیں۔ فله الحجة البالغة

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی و کفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد
غزالی قدس سرہ العالی و امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل
کر کے فرماتے ہیں:

ولذا قبل اذات تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا

انہ لیس بحدیث کما توہم و لذا اتفق الناس علی زیارۃ مشاہدۃ السلف والتوسل بہم الی اللہ تعالیٰ و ان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکی الیہ ہو اللہ۔

یعنی اس لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزارات اولیاء سے مدد مانگو مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا، اور اسی لئے مزارات سلف صالحین کی زیارت اور انہیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بیدین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

ہاں میں نے کہا تھا یہ صفت حضرت عزت کی ہے نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من فی السماء والارض و من یملک السمع والا بصر و من یمسح الخبث من المیت و یمسح الخبث من المیت و من یدبر الامر فسیقون اللہ فقل افلا تتقون۔

اے نبی ان کافروں سے فرما دو وہ کون ہے جو تمہیں آسمانوں وزمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردے سے اور نکالتا ہے مردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی اب کہہ دیں کہ اللہ تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافروں مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں ان سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے تو اللہ ہی کو بتائیں گے دوسرے کا نام نہ لیں گے اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کے لئے ثابت فرماتا ہے، قسم ان محبوبان خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں ایمان سے کہنا وہا بیت کے دھرم پر قرآن عظیم مشرک سے کیوں کر بچا۔

سوسوالوں کا ایک جواب

اے نبی ایک طائفے کی سنگت والو جب تک ذاتی و عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمہاری شرکیات

کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلاء و حاجت روا و مشکل کشا و علم و غیب و ندا و غیر ہا سب کا فور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

الا ان حزب اللہ ہم الغالبون۔

(الامن والعلیٰ ۸۷ تا ۸۵)

(۴۰) **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ - ☆**

اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرما دیا ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے۔

حدیث میں ہے۔ جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا:

رجعنا من الجهاد الا صغرا الى الجهاد الا کبر۔

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا اس کے بعد خواب میں

زیارت حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں:

ان لنفس عليك حقا۔

تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔

صبح اٹھے انار کھایا۔ اب نفس نے دودھ کی خواہش کی، فرمایا تیس برس خواہش کر پھر

شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر فوراً خلش دور ہوگئی۔

اس وقت کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی یا شیطانی۔ جس کے دو امتیاز سہل ہیں: ایک یہ

کہ شیطانی خواہش میں جلدی کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کر لو اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔ دو

سری یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمار ہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں۔ اسے واقعی اسی

شئی کی خواہش ہے اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی وہ نہ ملی دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی

تیسری کی ہوگئی۔ اس واسطے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

ایک صاحب کسی بزرگ کے یہاں آئے، یلکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے،

انہوں نے کہا کہ پانی دھوپ میں رکھا رہا گرم ہو گیا ہوگا، فرمایا: صبح تو ساری ہی تھا پھر دھوپ آگئی

میں نے اللہ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا، طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے آب خورہ میں رکھ دیا تھا، عصر کے مراقبہ میں تھے، حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا، جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے، وہ ایک بندہ خدا کا نام لیتی، ایک آئی اس سے پوچھا اس نے کہا میں اسکے لئے ہوں جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے، فرمایا: اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کو زہ کو گرا دے، اس نے گرا دیا۔ اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہ آب خورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

دو فرشتے آپس میں ملے، ایک نے پوچھا کہاں جاتے ہو دوسرے نے کہا فلاں عابد کے ہاتھ میں دودھ کا بیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پرماروں اور گرا دوں اور تم کہاں جاتے ہو کہا ایک فاسق دیر سے دریا میں چھٹی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنتیں، مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔

(اسی تذکرہ میں ارشاد فرمایا) اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت یا قلت یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔ حدیث میں ہے جب کوئی مقبول بندہ رب عزوجل کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑ گڑاتا ہے، جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام تسلیم کو ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑ گڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ اے جبرئیل اس کی حاجت جلد روا کر دے کہ مجھے اپنی طرف اس کا منہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

اس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حاجت روا ہیں۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا و مشکل کشا و دفع البلاء ماننے میں کسی مسلمان کو تامل ہو سکتا ہے؟ وہ تو جبرئیل کے بھی حاجت روا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(المملوٰظ ۱۰۰ تا ۱۰۲)

سورۃ التکویر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۵) فَلَا اُقْسِمُ بِالْخُنُفِیْنِ - ☆

تو قسم ہے ان کی جوائے پھریں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ ان کے وقوف، استقامت اور رجعت کا بیان ہے کہ سیدھے چلتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں، پھر پیچھے ہٹتے ہیں پھر ٹھہر جاتے ہیں پھر سیدھے ہو جاتے ہیں، اسی لئے ان کو متخیرہ کہتے ہیں۔

ابن ابی حاتم تفسیر میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے ”فلا اقسام بالخنفس“ کی تفسیر میں روای۔

قال خمسة النجم زحل و عطارد و المشترى و المريخ و زهرة لیس فی الكواكب شئی یقطع المجرة غیرها۔

یعنی ثوابت میں جو کہکشاں پر ہیں وہ وہیں ہیں جو اس کے ادھر ادھر ہیں وہ وہیں ہیں ان کی حرکت طبعیہ خفیفہ خفیفہ ایسی نہیں کہ ابھی کہکشاں سے ادھر تھے چند ہی مدت میں اس پار چلے گئے یہ شان انہیں پانچ نجوم کی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۷۰)

(۲۳) وَمَا هُوَ عَلٰی الْغِیْبِ بِضَنّٰیْنِ - ☆

اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تفسیر معالم و خازن میں اس آیت کے تحت ہے:

يقول انه صلى الله تعالى عليه وسلم ياتيه علم الغيب فلا ينجل به عليكم بل يعلمكم -

یعنی اللہ عزوجل فرماتا ہے: میرے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کا علم آتا ہے، وہ تمہیں بتانے میں بخل نہیں فرماتے، تم کو بھی اس کا علم دیتے ہیں۔
(خالص الاعتقاد - ۱۲)

سورة الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۸) وَالْقَمَرَ إِذَا انشَقَّ - ☆

اور چاند کی جب پورا ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر عزیز می میں اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے
ہیں:

بعض از خواص اولیاء اللہ را کہ آله جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف درد نیادادہ و استغراق آنها بجهت کمال وسعت مدارک آنها مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل کمالات باطنی از انہامی نما نید و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند و می یابند۔

نیز تفسیر عزیز می میں ہے: سو ختن گویا روح را بے مکان ساختن است و دفن کردن گویا مسکن برائے روح ساختن است بنا بر این از اولیائے مدفونین و دیگر مومنین انشقاع و استفادہ جاری است و آتہارا افادہ و اعانت نیز متصور۔

نیز اسی میں تفسیر سورة مطففین میں ہے:

مقام علیین بالائے رفعت آسمان است و پائین آن متصل بسدرۃ المنتہی و بالائے آن متصل بہ پائے عرش مجید و ارواح نیکان بعد از قبض در آنجا میرسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء در آن مستقر می مانند و عوام صلحار ابر حسب مراتب در آسمان دنیا و یا در میان آسمان و زمین یا در جاہ زم زم قرار می دهند و تعلق قبر نیز، این ارواح را باشد کہ بحضور زیادت کنندگان و اقرب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و مستانس می گردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع اس در یافت نمی شود و

مثال آں در وجود انسانی روح بصری است کہ ستارہاے بہفت آسمان دروں چاہ را می تو اند دید۔
 حیات شہدا قرآن عظیم سے ثابت ہے اور شہدا سے علماء افضل۔ حدیث میں ہے روز
 قیامت شہدا کا خون اور علماء کی دوات کی سیاہی تولے جائیں گے، تو علماء کی دوات کی سیاہی شہدا
 کے خون پر غالب آئے گی۔ اور علماء سے اولیاء افضل ہیں تو جب شہدا زندہ ہیں اور فرمایا کہ انہیں
 مردہ نہ کہو تو اولیاء بدر جہا ان سے افضل ہیں ضرور ان سے بہتر جی ابدی ہیں۔

قرآن عظیم کے ایجازات میں یہ بھی ہے کہ امر ارشاد فرماتے ہیں: اور اس سے اسکے
 امثال اور اس سے امثال پر دلالت فرمادیتے ہیں جیسے۔ لا تقل لهما اف و لا تنہر ہما۔
 ماں باپ کو ہوں کہنے سے ممانعت فرمائی جو کچھ اس سے زیادہ ہو وہ خود ہی منع ہو گیا
 ۔ اور یہیں دیکھئے حیات شہداء کی تصریح فرمائی اور حیات انبیاء کا ذکر نہیں کہ اعلیٰ خود ہی مفہوم ہو جا
 ئے گا۔ اس دلالت النص میں اولیاء بلاشبہ داخل۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۲۲-۲۳)

سورة الاعلیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) ثُمَّ لَا یَمُوتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی. ☆

پھر نہ اس میں مرے اور نہ جیے۔

﴿!﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

قرآن عظیم محاورہ عرب پر اترا ہے۔

قال تعالیٰ:

فرب السماء والارض انه لحق مثل ما انکم ان تقول۔

اور عرب بلکہ تمام عرب و عجم کا محاورہ ہے کہ ایسی کرب شدید اور مصیبت مدید کی زندگی کو

یونہی کہتے ہیں کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے نہ مردوں میں نہ زندوں میں۔

لا حی فیر حی و لا میت فیر می۔

اس کا بیان دوسری آیت کریمہ میں ہے:

یا تہ الموت من کل مکان وما ہو بمیت۔

اسے ہر طرف سے موت آئے گی اور مرے گا نہیں۔

تویہ یا تہ الموت من کل مکان بہ ولا یحییٰ ہوا اور ما ہو بمیت یہ لا

یموت فیہا ہوا۔ اور موت و حیات تقیضین نہیں کہ انسان نہ موت ہے نہ حیات بلکہ ان میں تقا

بل تضاد ہے اگر موت وجودی ہے اور عدم و ملکہ اگر عدمی۔

والاول هو الصحیح عندی لظاہر قولہ تعالیٰ خلق الموت والحیات

ولحدیث ذبح الكبش یوم القیمة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۱۸۶)

(۱۵) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّى. ☆

اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔
 ﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
 اس آیت سے ثابت کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہی پھر نماز پڑھی۔
 (فتاویٰ رضویہ جدید ۸۶/۵)

سورة الغاشية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۶) لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ إِلَّا مِنْ ضَرِيعٍ . ☆

ان کے لئے کچھ کھانا نہیں مگر آگ کے کانٹے

(۷) لَا يَسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ . ☆

کہ نہ فریبی لائیں اور نہ بھوک میں کام دیں۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معجم کبیر میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم نے فرمایا: جو رکابی اور اپنی انگلیاں چاٹے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا پیٹ بھرے

یعنی دنیا میں فقر و فاقہ سے بچے اور قیامت کی بھوک سے محفوظ رہے، دوزخ سے پناہ دیا جائے

کہ دوزخ میں کسی کا پیٹ نہ بھرے گا، اس میں وہ کھانہ ہے کہ

لا یسمن ولا یغنی من جوع نہ فریبی لائے نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

والعیاذ باللہ۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۲/۵۷)

سورة البلد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) لَا اَقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ☆

مجھے اس شہر کی قسم۔

(۲) وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ☆

کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

مگر اس قسم میں اس قسم (یعنی حضور کی حیات مقدس کی قسم) سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا، کہ عرض کرتے ہیں، میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ عزوجل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی۔ نسیم کی دلکشا عبارت یہ ہے:

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضى الله تعالى عنه بقوله يا ابي انت و امي يا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسام بتراب قد منك فقال لا اقسام بهذا البلد - (۱)

(۱) نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۱
مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے شہر کی قسم، آپ کی ذات اور عمر کی قسم سے زیادہ تعظیم پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ فرمایا یا رسول اللہ میرے والدین آپ پر فدا ہوں آپ اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنے عظیم المرتبت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے مبارک قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

لا اقسام بهذا البلد۔ (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں)

مواہب میں ہے:

علی کل حال فهذا متضمن للقسام ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لا يخفي ما فيه من زيادة التعظيم و قد روى ان عمر ابن الخطاب رضی الله تعالى عنه قال للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم بابي انت و امي يا رسول الله لقد بلغ من فضيلتك عند الله ان اقسام بحياتك دون سائر الانبياء و لقد بلغ من فضيلتك عنده ان اقسام بتراب قد ميك فقال لا اقسام بهذا البلد۔

ہر حال میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت و مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے یہاں اتنی بلند ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے نہ کہ دوسرے انبیاء کی، اور آپ کی عظمت و مرتبت اس کے یہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے لا اقسام بهذا البلد کے ذریعہ آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا:

یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است کہ از زمینہ کہ پے سیری کند آنرا پائی آن حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوگند بخاک پائے خوردن است، و این لفظ در ظاہر نظر سخت می در آید، نسبت بجناب عزت چوں گویند کہ سوگندی خوردن بخاک پائے رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر حقیقت معنی صاف و پاک است کہ عبار برابرانہ، و تحقیق این سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آن چیزے ست نزو مردم و نسبت بایشاں تا بداند کہ آن امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است نسبت بوئے تعالیٰ۔ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے خاک پا کی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ الفاظ سخت معلوم ہوتے

ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے خاک پا کی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لئے نہیں ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم ہو اور لوگ محسوس کریں کہ یہ شے بہ نسبت دوسری چیزوں کے نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۵۵۷-۵۵۸)

عن امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: بابی انت و امی یا رسول اللہ! قد بلغ من فضلك عند اللہ ان اقسام بحیاتك دون سائر الانبیاء، و لقد بلغ من فضلك عنده ان اقسام بتراب قدميك فقال: لا اقسام بهذا البلد و انت حل بهذا البلد۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، بے شک حضور کی بزرگی خدائے تعالیٰ سے نزدیک اس حد کو پہنچی کہ حضور کی زندگی کی قسم یاد فرمائی، نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی، اور تحقیق حضور کی فضیلت خدا کے یہاں اس نہایت کو ٹھہری کہ حضور کے خاک پا کی قسم یاد فرمائی کہ ارشاد فرمایا: مجھے قسم اس شہر کی جس میں اے محبوب! تم قیام پذیر ہو۔

سورة الشمس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱۳) فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا. ☆

تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اگر اس لفظ (قال رسول الله) سے اس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا

قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اس نے کہا: قال رسول الله اور معاً

نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا۔ یا ابتداء کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعل ممنوع

کرتے دیکھا اسے حدیث ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول

الله پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہو جائے گی۔

كما نصوا عليه فيما هو ذكر و ثناء محض كالا اله الا الله و لا حول و لا

قوة الا بالله و انا لله و انا اليه راجعون و غير ذلك اذا قصد به الجواب او

الخطاب فكيف ما ليس كذلك۔

جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلاً

لا اله الا الله، لا حول و لا قوة الا بالله اور انا لله و انا اليه راجعون اور دیگر کلمات

جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثناء نہیں

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلام علمائے کرام

سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اس عادت کے مطابق زبان سے قال رسول

الله نکلا تو نماز فاسد ہوگئی۔

لانه من كلامه و ليس ثناء او دعاء بل اخبار۔

کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔
اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیہ کریمہ کا ٹکڑا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: فقال لهم رسول اللہ ناقة اللہ و سقیہا۔ (۱)
اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ناقة اور
اس کی پینے کی پاری سے بچو۔

بحر الرائق و در مختار و غیر ہما میں ہے:

لو جرى على لسانه نعم ان كان هذا الرجل يعتاد في كلامه نعم
تفسد صلواته و ان لم يكن عادة له لا تفسد لان هذه الكلمة في القرآن فتجعل
منه۔

اگر کسی کی زبان پر لفظ نعم جاری ہو گیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو
اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی
کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے۔ لہذا اسے کلام کو بجائے قرآن عظیم کا حصہ ہی سمجھا
جائے گا۔

اور سجدہ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں
جواز نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہو سکتے تو
اس سکوت کے باعث سجدہ سہو لازم آئے گا۔ کما فی التتویر۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۳۲۶-۳۲۷)

سورۃ الضحیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) وَالضُّحٰی۔ ☆

چاشت کی قسم۔

(۲) وَاللَّیْلُ اِذَا سَجٰی۔ ☆

اور رات کی جب پردہ ڈالے۔

(۳) مَا وَدَّعٰکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی۔ ☆

کہ تمہیں تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور نہ مکر وہ جانا۔

(۴) وَلِاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّکَ مِنَ الْاَوَّلٰی۔ ☆

اور بیشک پچھلی تمہارے لئے پہلی سے بہتر ہے۔

(۵) وَكَسُوْفٌ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ ☆

اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے۔

(۶) اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاوٰی۔ ☆

کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

وحی اترنے میں جو کچھ دنوں دیر لگی کافر بولے۔

ان محمد او دعہ ربہ و قلاہ۔

بے شک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

حق جل و علا نے فرمایا:

والضحیٰ و اللیل اذا سجی۔

قسم ہے دن چڑھے کی اور قسم ہے رات کی جب اندھیری ڈالے، یا قسم اے محبوب

تیرے روئے روشن کی اور قسم تیری زلف کی جب چمکتے رخساروں پر بکھر آئے۔

ماود عك ربك و ما قلیٰ -

نہ تجھے تیرے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔ اور یہ اشقیاء بھی دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ خدا کی تجھ پر کیسی مہر ہے۔ اس مہر ہی کو دیکھ دیکھ کر جلے جاتے ہیں۔ اور حسد و عناد سے یہ طوفان جوڑتے ہیں اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑتے ہیں۔ مگر یہ خبر نہیں کہ۔

وللاخرة خیر لك من الاولى -

پیشک آخرت تیرے لئے دنیا سے بہتر ہے۔ وہاں جو نعمتیں تجھ کو ملیں گی نہ ان آنکھوں نے دیکھیں نہ کانوں نے سنیں نہ کسی بشر یا ملائک کے خطرے میں آئیں جن کا اجمال یہ ہے۔

ولسوف یعطیک ربك فتر ضیٰ -

قریب ہے تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہو جائے گا اس دن دوست دشمن سب پر کھل جائے گا کہ تیرے برابر کوئی محبوب نہ تھا۔ خیر اگر آج یہ اندھے آخرت کا یقین نہیں رکھتے تو تجھ پر خدا کی عظیم جلیل کثیر جزیل نعمتیں رحمتیں آج کی تو نہیں قدیم ہی سے ہیں کیا تیرے پہلے احوال انھوں نے نہ دکھے اور ان سے یقین حاصل نہ کیا کہ جو نظر عنایت تجھ پر ہے ایسی نہیں کہ کبھی بدل جائے۔ الم یجدك یتیمًا فاوی۔ (الی آخر السورۃ)

(تجلی الیقین ۲۷-۲۸)

(۴) پیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات و صفات و فضائل و کمالات کبھی

زوال پذیر نہیں بلکہ مترقی ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ : وللاخرة خیر لك من الاولى -

یہاں کسی عاقل مسلم کی یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ حرکت و انتقال منتہی ہے نہ کوئی مسلمان اس کی نفی کریگا کہ تصدیق و وعدہ الہیہ کیلئے جو ایک آن کیلئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو طریاں موت ہو کر معاحیات حقیقی ابدی روحانی جسمانی بخشی جاتی ہے یہ حضور کیلئے نہ ہوئی بلکہ اس سے حضور کی برزخ میں حیات ابدی اور فضائل اقدس میں ترقی دوامی مراد ہوگی بلاشبہ اس تصدیق و وعدہ کے بعد سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیلئے ابدیت ذات حاصل ہے۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الانبياء احياء في قبورهم يصلون -

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء فنبى الله حتى يرزق
باوظف قرب معنی صحیح مسلمان کے کلام کو معنی قبیح بلکہ کفر صریح پر حمل کرنا مسلمان کا کام

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۵۱)

نہیں۔

(۵) دیکھی مسند الفردوس میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی

جب یہ آیت اتری حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذن لا ارضى وواحد من امتى فى النار -

یعنی جب اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی کر دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو میں راضی نہ ہوں گا اگر

میرا ایک امتی بھی دوزخ میں رہا اللهم صل وسلم وبارك عليه -

طبرانی اوسط اور بزار مسند میں اس جناب مولیٰ المسلمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

حضور شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اشفع لامتى حتى ينادىنى ربى ارضيت يا محمد فاقول اى رب ر

ضيت -

میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا یہاں تک کہ میرا رب پکارے گا اے محمد تو راضی ہو

جا۔ میں عرض کروں گا اے رب میرے میں راضی ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۱۳۲)

(۱۱) وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ☆

اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ولادت اقدس حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام نعمتوں کی اصل ہے، تو

اس کے خوب بیان و اظہار کا نص قطعی قرآن سے ہمیں حکم ہوا اور بیان و اظہار مجمع میں بخوبی ہوگا

تو ضرور چاہئے کہ جس قدر ہو سکے لوگ جمع کئے جائیں اور انہیں ذکر ولادت باسعادت سنایا جا

ئے اس کا نام مجلس مسلا دہے علی ہذا القیاس نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر مسلمان کا

ایمان ہے اور اس کی خوبی قرآن عظیم سے مطلقاً ثابت۔

قال تعالیٰ: انا ارسلناک شہد و مبشرا و نذیرا۔ لتؤمنوا باللہ و رسو
لہ و تعزروه و توقروه۔

ترجمہ: اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرسانانے والا تاکہ
اے لوگو تم خدا اور رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم کرو۔
قال تعالیٰ:

و من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔

ترجمہ: جو خدا کے شعاروں کی تعظیم کرے تو وہ بیشک دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

قال و من یعظم حرمت اللہ فذلک خیر عند ربہ۔

ترجمہ: جو تعظیم کرے خدا کی حرمتوں کی تو یہ بہتر ہے اس کے لئے اس کے رب کے
یہاں، پس بوجہ اطلاق آیات حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم جس طریقے سے کی
جائے حسن و محمود ہے گی اور خاص خاص طریقوں کے لئے ثبوت جداگانہ درکار نہ ہوگا۔

ہاں اگر کسی خاص طریقے کی برائی بالتحصیص شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ بیشک
ممنوع ہوگا جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانوروں کو ذبح کرتے وقت
بجائے تکبیر حضور کا نام لینا اسی لئے علامہ ابن حجر کی جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی لیس

فیہا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوہیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارہم۔

یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسام کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ

الوہیت میں شریک کرنا نہ ہو ہر طرح امر مستحسن ہے ان کے نزدیک جن کی آنکھوں کو اللہ نے نور

بخشا ہے، پس یہ قیام کہ وقت ذکر ولادت شریفہ اہل اسلام محض بنظر تعظیم و اکرام حضور سید الانام

افضل الصلاة والسلام بجالاتے ہیں بیشک حسن و محمود ٹھہرے گا تا وقتیکہ ما نعنین خاص اس صورت

کی برائی کا قرآن و حدیث سے ثبوت نہ دیں۔ وانی لہم ذلک

تنبیہ: یہاں سے ثابت ہوا کہ تابعین و تبع تابعین تو درکنار خود قرآن عظیم سے مجلس و

قیام کی خوبی ثابت ہے۔ الحمد للہ رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/۷۷-۷۸)

(۱۲) اگر وہابیہ ثبوت دے دیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت نعمت نہیں، یا مجلس میلاد مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو ۴۰ روپے انعام۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۱/۷۸)

سورۃ الم نشرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ☆

اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ذکر حضور سیدنا محبوب بن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ایمان و سرور جان ہے ان کا ذکر بعینہ

ذکر رحمن ہے۔

قال تعالیٰ:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

حدیث میں ہے اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد سیدنا جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم حاضر بارگاہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے اور عرض کی حضور کا رب فرمایا ہے:

اتدری کیف رفعت لك ذكرك

کیا تم جانتے ہو میں نے کیسے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض کی اللہ اعلم۔

ارشاد ہوا:

جعلتك ذكرا من ذكري فمن ذكرك فقد ذكرني

اے محبوب میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا کہ جس نے تمہارا ذکر کیا بیشک

اس نے میرا ذکر کیا۔ (فتاویٰ رضویہ قدیم ۹-۲/۱۳۵)

(۷) فَلَاذَا فَرَعْتَ فَانصَبْ ☆

تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعائیں محنت کرو۔

(۸) وَاللّٰهُ رَبُّكَ فَارْغَبْ ☆

اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں
قول اصح در تفسیر آیت کریمہ قول سلطان المفسرین ابن عم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہماست۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زاد حضرت عبد
اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب و رد عاست یعنی جب
تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری کے ساتھ
رغبت کرو۔

جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر
ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر طویل جو مختار
نہ ہوں اہ تلخیصاً۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا:

یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح قول کے
ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔

پہلی حدیث: مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد، دارمی، بزار، طبرانی،
اور ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خادم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نماز سے رخ
انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے اور یہ دعا کرتے:

اللهم انت السلام و منک السلام تبارکت یا ذا الجلال و اکرام۔

اے اللہ! تو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں
پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری
قدرت ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت و عظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحب بزر
گی اور بزرگی عطا فرمانے والے یارب۔

کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں۔ و العیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔

حدیث دوسری، تیسری اور چوٹی: بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابوبکر ابن السنی، اور ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بزار و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے، یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی ہو، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے:

لا اله الا الله و حده لا شريك له له الملك و له الحمد و هو على كل شئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت و لا معطي لما منعت و لا ينفع ذا الجند منك الجند۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے۔ اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، کسی کا بخت و دولت تیرے قہر و غضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا۔

اللهم لا مانع لما اعطيت الخ۔ یہ کلمات دعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخر میں بطور صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل ذکر لا اله الا الله ہے اور سب سے افضل دعا الحمد لله کہنا ہے، یا بچو میں حدیث: سنن نسائی میں عطاء بن ابی مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرات کعب احبار نے ابومروان کے سامنے قسم اٹھائی، اس اللہ کی قسم

جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقیناً ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پایا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

اللهم اصلح لی دینی الذی جعلته لی عصمة و اصلح لی دنیاى التی جعلت فیها معاشی اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ بعفوك من نقمك و اعوذ بك منك لا مانع لما اعطیت و لا معطى لما منعت و لا ینفع ذالجد منك الجد۔

اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تو نے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بخت اور کو اس کا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا۔

اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کہ کعب نے مجھے حدیث بیان کی کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

پھٹی حدیث: صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے بعد چہرہ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا:

رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك۔
اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اٹھائے گا یا جمع کرے گا۔

ساتویں حدیث: بزار نے مسند، طبرانی نے معجم اوسط، ابن السنی نے کتاب عمل

الیوم وللیلیۃ اور خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز ادا کر کے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے۔

بسم اللہ الذی لا الہ الا هو الرحمن الرحیم اللہم اذہب عنی الهم

والحزن۔

اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمن و رحیم ہے۔ اے اللہ! مجھ سے غم و حزن دور فرما دے۔

اور طرفہ تریہ کہ ان عقلمندوں کو امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہو سکیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی نے صرف ثبوت دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے پر فتویٰ جاری کیا، ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دین الہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہاء کو گالیاں دیتا ہے) انہوں نے فتویٰ میں مجیب لکھنوی کی حدیث لا کر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے، دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے۔ وہ فتویٰ یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہانے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کروا جر پاؤگے۔

وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے، حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلیۃ میں لکھا ہے۔ مجھے احمد بن حسن نے انہیں ابویعقوب اسحاق ابن خالد یزید البالی نے انہیں عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی نے تصنیف سے انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے معبود! اے جبریل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام)

السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دعا قبول فرما کہ پریشان ہوں، میری دین میں حفا ظت فرما میں ابتلاء میں ہوں، مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنگار ہوں، مجھ سے میری فقر کو دور فرما میں مسکین ہو، تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اس کے ہاتھ خالی نہیں لوٹائے گا۔
واللہ تعالیٰ اعلم
ابوالحسنات محمد عبدالحی

اس حدیث کا (جو کہ آٹھویں حدیث ہے) حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امت کو عملاً دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا:
جو شخص اس طرح ہاتھ اٹھا کر بعد نماز دعا کرے گا اللہ تعالیٰ جل وعلا نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اسے ناامید نہیں لوٹائے گا۔

پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسودعا مری سے انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام کہا، رخ انور پھرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔ (الحدیث)

اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا خود سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماء اذ کیا پر مخفی نہیں۔
سید محمد نذیر حسین

میں کہتا ہوں مگر تمہارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو اہل سنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے، میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کر دیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتویٰ کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آ گیا، اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث ذکر کروں تاکہ اس کے ساتھ "تلك عشرة كاملة" کا عدد مکمل ہو جائے۔ و با اللہ التوفیق

دسویں حدیث: امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبیٰ، ابن حبان نے صحیح میں حارث بن مسلم سے، ابو داؤد نے سنن میں اس کے والد مسلم بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جب تم فجر کی نماز ادا کر لو تو لوگوں سے ہم کلام ہونے سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو۔

اللهم اجرني من النار۔

اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما۔

اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھو:

اللهم اجرني من النار۔

اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے۔

اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالیٰ تجھے جہنم سے آزادی عطا کرے گا۔

اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یا عزیز یا غفار

وصلی اللہ تعالیٰ علی نبیہ المصنوع وآلہ الاطهار وبارک وسلم۔ واللہ سبحانہ

و تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۶/۲۲۲ تا ۲۳۳)

سورۃ العلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۹) اَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ

بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے۔

(۱۰) عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ

بندے کو جب وہ نماز پڑھے۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ تحقیق مسئلہ ہے (جمعہ کے باب میں) اور محمد اللہ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے

کہ حق اس سے متجاوز نہیں۔ ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں، نہ زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر

دوسری بات پر فتویٰ دے سکتے ہیں۔ مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداء خود انہیں منع

نہیں کرتا نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا تھا، ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس

ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکے تو وہ

وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔

سیدنا ابودراری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شئی خیر من لا شئی -

کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے۔

رواہ عن عبد الرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مر برجل لا ینم

رکوعاً ولا تسجوا اذا فقال شئى خیر من لا شئى - (۱)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نماز میں نہ رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا: کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین آپ منع نہیں کرتے۔ فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الو عید قال تعالیٰ ارأیت الذی ینہی عبد اذا

صلی - ذکرہ فی الدر المختار -

میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے۔ اسے در مختار میں ذکر کیا گیا۔

اسی سے بحر الرائق میں ہے:

(هذا للخواص) اما العوام فلا یمنعون من تکبیر و لا تنفل اصلا لقلۃ ر

عجتہم فی الخیرات -

یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انہیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔

اس کتاب انجیس والمزید پھر بحر الرائق پھر در المختار میں ہے:

اسئل شمس الاثمة الجلوانی ان کسالی العوام یصلون الفجر عند

طلوع الشمس افسر جرہم عن ذلك قال لا لانہم اذا منعوا عن ذلك ترکوا

اصلا و اذا نوافلھا مع تجویز اهل الحدیث لھا اولی من ترکھا اصلا -

شمس الاثمة جلوانی سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز

فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انہیں زبردستی منع کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو

گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز

سمجھتے ہیں۔

در مختار میں ہے

لا يجوز صلوة مطلقاً مع شروق الا العوام فلا يمنعون من فعلها لا نهى
يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك كما فى القنية وغيرها -
ملخصاً

طلوع آفتاب کے بعد کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہانے روکا نہیں اور
نہ بالکل ترک کر دیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے
بہتر ہوتا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔
ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا يمنعون افا دان المستثنى المنع لا الحكم بعد الصحة عند ناقو
له كما فى القنية و عزاه صاحب المصطفى الى الامام حميد الدين عن شيخه
الامام المحبوب بنى و التى شمس الائمة الخلوانى و النسفى - (۲) ملخصاً
قولہ: فقہاء منع نہیں کرتے ”بتلارہا ہے کہ استثناء نہ روکنے کا“ ہے نہ یہ کہ ہمارے
زردیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے۔

قولہ جیسا کہ قنیہ میں ہے۔ صاحب مصنفی نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی
طرف کی ہے اور انہوں نے اپنے شیخ امام مجوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الائمہ
خلوانی کی طرف سے بیان کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت خلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی
ہے۔

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے واللہ الحمد یہ
عوام کا لانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کہلانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو
پس پشت ڈالتے صحیحات جماہیر ائمہ ترجیح و فتویٰ کو پیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوحہ
مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کو کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت
مذہب کے مرتکب اور ان جہلا کے گناہ کے ذمہ دار ہیں۔ نسأل اللہ العفو و العافیة۔ (ہم
اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۸/۳۷۳ تا ۳۷۶)

سورة الماعون

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۴) فَوَيْلٌ لِلْمُصَلِّينَ ☆

تو ان نمازیوں کی خرابی ہے۔

(۵) الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ☆

جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں ”ویل“ کہیں نہ فرمایا۔ ”ساہون“ کیلئے ویل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں۔

حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابویعلیٰ و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حاتم اور طبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن وحی السنہ بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ الذین ہم عن صلواتہم ساہون ، قال ہم الذین یؤخرون الصلاة عن وقتہا۔ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بغوی کی روایت یوں ہے

عن مصعب عن ابنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما انه قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الذین ہم فی صلواتہم ساہون ، قال : اضاعة الو

قت۔

مصعب بن سعد سے ان کے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس سے مراد وقت کھونا ہے۔

بغینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابن المنذر نے بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے۔ روایت اخیر یوں ہے۔ کہ ابو العالیہ نے کہا سا ہون وہ لوگ ہیں جنہیں یہ یاد نہ رہے کہ رکعتیں دو پڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا:

هم الذين يسهون عن ميقاتها حتى تفوت
 ساہون وہ ہیں جو اس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔
 فقیر کے یہاں بجز اللہ نماز تک وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے ہیں مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اس حد تک کہ وقت کراہت نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر بے تکلف نگاہ چمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے جو نماز عصر اس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ بجے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت آدھی رات کے بعد ہے۔ یہ حالتیں بجز اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی۔

دارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریح، زیاد بن عبد اللہ نخعی

سے راوی:

قال: كنا جلوسا مع علي رضي الله تعالى عنه في المسجد الأعظم فجاء
 المؤذن فقال: يا أمير المؤمنين! فقال: اجلس، فجلس ثم عاد فقال له ذلك

فقال رضى الله تعالى عنه هذا الكلب يعلمنا السنة ، فقام على فصولي بنا العصر ،
ثم انصرفنا ، فرجعنا الى المكان الذي كنا فيه جلوسا ، فجثونا للركب لنزول
الشمس للغروب فتراها -

ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے پاس بیٹھے تھے، مؤذن آ
یا اور عرض کی: یا امیر المؤمنین (یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلے) امیر المؤمنین نے فرمایا: بیٹھ۔ وہ
بیٹھ گیا۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور وہی عرض کی مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے فرمایا: یہ کتا
ہمیں سنت سکھاتا ہے۔ بعدہ مولیٰ علی کھڑے ہوئے اور ہمیں عصر پڑھائی پھر ہم نماز کا سلام پھیر
کر مسجد میں جہاں بیٹھے تھے وہیں آئے تو گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے اس
لئے کہ وہ ڈوبنے کو اتر گیا تھا۔

حاکم نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

اما ان زياد الم يرو عنه غير العباس (۲) قاله الدارقطني -

فاقول: عباس ثقة، وغايته جهالة عين، فلا تضر عندنا لاسيما في
اكابر التابعين، قال في المسلم، لاجرح بان له راويا فقط وهو مجهول العين
باصطلاح (۳) قال في الفواتح وقيل لا يقبل عند المحدثين وهو تحکم (۴)
رہی یہ بات کہ زیاد سے سوائے عباس کے کسی نے روایت نہیں کی، جیسا کہ دارقطنی
نے کہا ہے، تو میں کہتا ہوں: عباس ثقہ ہے، زیادہ سے زیادہ اس میں جہالت عین، پائی جاتی ہے
اور ہمارے نزدیک یہ مضرب نہیں ہے خصوصاً اکابر و تابعین میں۔

مسلم میں ہے کہ یہ کوئی حرج نہیں ہے کہ فلاں سے ایک ہی راوی ہے اور وہ اصطلاحی
طور پر مجهول العين ہے۔

فواتح میں ہے کہ بعض نے کہا کہ ایسا راوی قابل قبول نہیں ہے لیکن یہ بے دلیل بات
ہے۔

اگر یہ مولیٰ علی کا صرف اپنا فعل ہوتا جب بھی حجت شرعی تھانہ کہ وہ اسے صراحتہ سنت بنا
رہے ہیں اور مؤذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں۔

اسی کے مثل امیر المؤمنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے نماز صبح میں مروی اور امام طحاوی

داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں:

قال كان علي ابن ابي طالب رضي الله تعالى عنه يصلي بنا الفجر ونحن نترأى الشمس مخافة ان تكون قد طلعت -

مہولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہمیں نماز صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ للامام حافظ الدین الکردری میں ہے:

ذكر الامام الديلمي عن زهير بن كيسان قال صليت مع الرضا في العصر ثم انطلقت الى مسجد سفين فاذا هو لم يصل العصر فقلت رحم الله ابا حنيفة ما اخرها مثل ما اخر سفين -

دیکھو کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے کہا اللہ ابوحنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفین نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن ہے اذان عصر ہوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز ہوتی ہے اور پون گھنٹہ دن رہے سے پہلے ہو چکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۵/۱۳۸ تا ۱۵۱)

سورۃ الکوثر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) اِنَّا اَعْطٰیْنٰکَ الْکُوْثَرَ۔ ☆

اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں۔

(۲) امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

علماء کو اس اجماع اعمیٰ قول متیقن ناصح نزاع کے بعد سب پانیوں میں افضل وہ پانی ہے جو اس بحر بے پایاں کرم و نعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی انگشتان مبارک سے بارہا نکلا اور ہزاروں کو سیراب و طاہر کیا، زمزم افضل ہے یا کوثر؟ شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی شافعی نے فرمایا کہ زمزم افضل ہے کہ شب اسراء ملائکہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل مبارک اس سے دھویا حالانکہ وہ آب کوثر لاسکتے تھے اور اللہ عزوجل نے ایسے مقام پر اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے اختیار نہ فرمایا مگر افضل۔ شمس نے اس میں سراج کا اتباع کیا، فتاویٰ علامہ شمس الدین محمد علی شافعی میں ہے:

افضل المیاء ما نبع من بین اصابعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قد قال بلقینی ان ماء زمزم افضل من الکوثر لان بہ غسل صدر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولم یکن یغسل الا بافضل المیاء۔ اہ

افضل ترین پانی وہ ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگلیوں سے نکلا۔ اور بلقینی نے فرمایا کہ زمزم کا پانی کوثر سے افضل ہے کیونکہ اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سینہ مبارک دھویا گیا ہے اور اس کا دھونا افضل پانی سے ہی ہو سکتا تھا۔

اس پر اعتراض ہوا کہ زمزم تو سیدنا اسمعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوا اور کوثر ہمارے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو، تو لازم ہوا کہ کوثر ہی افضل ہو۔ امام ابن حجر کی نے جواب دیا کہ کلام دنیا میں ہے آخرت میں بیشک کوثر افضل ہے۔

اقول: تویہ قول ثالث یادوں قولوں کی توفیق ہوا۔

فتاویٰ فقہیہ کی عبارت یہ ہے:

(سئل) ایما افضل ماء زمزم او الكوثر (فاجاب) قال شیخ الاسلام البلقینی ماء زمزم افضل لان الملائكة غسلوا به قلبه صلى الله تعالى عليه وسلم حين شقوه ليلة الاسراء مع قدرتهم على ماء الكوثر فاختره في هذا المقام د ليل على افضليته ولا يعارضه انه عطية الله تعالى لاسماعيل عليه الصلوٰۃ والسلام و الكوثر عطية الله تعالى لنبينا صلى الله تعالى عليه وسلم لان الكلام في عالم الدنيا لا الآخرة ولا مريه ان الكوثر في الآخرة من اعظم مزايا نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ومن ثم قال تعالى انا اعطيتك الكوثر بنون العظمة الدالة على ذلك و بما قررتہ علم الجواب عما اعترض به على البلقینی اه۔ (۱)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آب زمزم افضل ہے یا کوثر؟ تو اس کے جواب میں فرمایا: شیخ الاسلام بلقینی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ آب زمزم افضل ہے، کیونکہ معراج کی رات اس سے فرشتوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو کھول کر غسل دیا، تو کوثر کے استعمال پر قدرت کے باوجود زمزم کو ترجیح دینا اس کی افضلیت کی دلیل ہے، زمزم کا حضرت اسمعیل علیہ السلام کو اور کوثر کا ہمارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ ہونا اس کے معارض نہیں کیونکہ کلام دنیاوی فضیلت میں ہے اور آخرت کے لحاظ سے بلاشبہ کوثر کو بہت بڑا اعزاز ہے جو ہمارے نبی پاک کو ملے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انا اعطيتك الكوثر کو اپنے لیے منسوب فرمایا جس پر نون متکلم دلالت کرتا ہے اور یہ بڑی عظمت ہے۔ اور میری تقریر سے بلقینی پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب بھی معلوم ہو گیا۔

اس وقت اس مسئلہ پر کلام اپنے علمائے نظر فقیر میں نہیں اور وہ کہ فقیر کو ظاہر ہوا تفضیل کوثر ہے۔

فا قول وباللہ التوفیق: الا فضل معنی ان لا کثر ثوابان وهو فی
المکلفین من یتاب اکثر و فی الاعمال ما الثوب علیہ اکبر و لا مدخل لہذین
فی زمزم والنکوثر و ان اول بالتعاطی ای ما تعاطیہ اکثر ثوابان فالکوثر غیر
مقدور لنا فلا یتاتی التفاضل من ہذا الوجه ایضا و لا معنی لان یقال ان ثوابہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اکثر فی غسل الملائکة قلبہ الکریم با حد ہما

پس میں کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے ہی توفیق حاصل ہے: افضل کے دو معنی ہیں، ایک
ثواب کے لحاظ سے کثرت ہے، یہ معنی انسانوں میں جس کو ثواب حاصل ہو۔ اور اعمال میں عمل
جس پر ثواب زیادہ مرتب ہو، اس معنی کی دونوں مذکورہ صورتیں زمزم اور کوثر میں نہیں پائی
جاسکتیں۔ اور اگر اس معنی کی یہاں تاویل کی جائے کہ ان کے لین دین میں زیادہ ثواب ہے تو
پھر کوثر میں یہ معنی نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ہماری قدرت سے باہر ہے۔ اس لیے دونوں میں
افضیلت کا تقابل نہیں پایا جاسکتا اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان دونوں میں سے ایک کے ساتھ
فرشتوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے
زیادہ ثواب ہے۔

فادن لا کلام فیہ الا بمعنی الاعظم شانا و الارفع مکانا عند اللہ تعالیٰ
لنی و حیث لا یتسم اشتداد الایمان بالنقین رحمہ اللہ تعالیٰ الا اذا احطنا با
لحکم الالہیہ فی غسل قلبہ الکریم انہما کان سوا فی تحصیلہا ثم اللہ سبحنہ
اختار ہذا مکان افضل اما یكون شئی اوفق و اصلح العمل من غیرہ فلا یستلزم
کونہ احل قدر او اعظم فخر امنہ بالفضل الکلی علی انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم لا یشرف بعیرہ بل کل انما یشرفون بہ و اللہ تعالیٰ یصیب برحمته
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما یشاء من خلقہ لہ رزقہ فضلا کما اختار لو لادتہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہر ربیع الاول دون شہر رمضان و یوم الاثنين
دون الجمعة و مکان مولدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دون الکعبۃ و الفضل
بید اللہ یوتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم

(۱) اما جواب الامام ابن حجر فغاية ما يظهر في توجيهه ان زمزم افضل في الدنيا لانه مقدور لنا فثاب عليه فيترتب عليه الفضل لنا بخلاف الكوثر ان رزق الله تعالى منه احدنا في الدنيا فلفضل فيه او لتفضل من المولى سبحانه فهو يترتب على الفضل و ما يورث الفضل افضل اما الاخرة فليست دار عمل فيذهب هنالك هذا الوجه و يظهر فضل الكوثر لانه من اعظم ما من الله تعالى به على نبيه صلى الله تعالى عليه وسلم -

اب صرف افضل کے دوسرے معنی میں بات ہو سکتی ہے اور وہ عند اللہ عظمت شان اور رفعت مقام ہے اور اس معنی پر امام ^{بلقینی} کا استدلال تب ہی صحیح ہو سکتا ہے جب ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک کو دھونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کو پیش نظر رکھیں اور یہ معلوم کر لیں کہ ان کے حاصل کرنے میں دونوں پانی زمزم اور کوثر مساوی ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زمزم کو پسند فرمایا لہذا افضل ہوا۔ اس لئے کہ یہ اس کارروائی کے لئے زیادہ موافق اور زیادہ صلاحیت والا تھا، اس لحاظ سے زمزم کا قدر و منزلت کے اعتبار سے کلی طور پر اعظم ہونا لازم نہیں آتا۔ علاوہ ازیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسی دوسرے سے شرف حاصل نہیں ہوا بلکہ دوسروں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شرف پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت سے نوازتا ہے تاکہ اس کی فضیلت دے جیسا کہ آپ کی ولادت پاک کے لئے رمضان کے بجائے ربیع الاول کو اور جمعہ کے بجائے سوموار کے دن کو اور کعبہ کے بجائے آپ کی جائے ولادت کو مشرف فرمایا۔ فضیلت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔ لیکن امام حجر کا جواب فضیلت کی توجیہ میں بہت واضح ہے کہ زمزم دنیا میں افضل ہے کیونکہ وہ ہمارے زیر تصرف ہے اور ہمیں اس پر ثواب ملتا ہے جس سے ہمیں فضیلت میسر ہوتی ہے، اور کوثر کا معاملہ اس کے خلاف ہے اگر دنیا میں کسی کو وہ نصیب ہو جائے تو وہ پانے والے کی فضیلت ہوگی، یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوگا، لامحالہ کوثر کسی فضیلت پر مرتب ہوگا، اور فضیلت دینے والا (زمزم) افضل ہوتا ہے، اور آخرت دار العمل نہیں ہے تاکہ وہاں یہ وجہ پائی جائے اور وہاں کوثر کی فضیلت ظاہر ہوگی کیونکہ وہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انعامات سے یہ بڑا انعام ہوگا۔

اقول لو تم هذا لكان كل ماء في الدنيا افضل من الكوثر بعين الدليل
 وهو كما ترى بل الكلام كما علمت في الارتفاع قدر او الاعظم فخرا وهذا لا
 يختلف باختلاف الدار حتى يكون شئ اجل قدرا عند الله تعالى من آخر في
 الدنيا فاذا جاءت الاخرة انعكس الامر كلا بل لا يظهر في الاخرة الا ما هو
 نده تعالى ههنا فما كان افضل في الاخرة كان افضل في نفسه وما كان افضل
 في نفسه كان افضل حيث كان وقد اعترفت ان الكوثر افضل في الاخرة
 فوجب ان يكون له الفضل دنيا و اخرى كيف و زمزم من مياه الدنيا وهو من
 مياه الاخرة وللآخرة اكبر درجات و اكبر تفضيلا (۱) و ايضا ماؤه من الجنة
 قال صلى الله تعالى عليه وسلم: يغث فيه ميزا بان يمد انه من الجنة احد هما من
 ذهب و الاخر من و زق رواه مسلم عن ثوبان رضي الله تعالى عنه و قال صلى
 الله تعالى عليه وسلم: الا ان سلعة الله غالية الا ان سلعة الله الجنة (۲) -

تم هو انفع لامته صلى الله تعالى عليه وسلم من شرب منه لم يظما

ابدا و لم يسود و وجهه ابدا -

وقد امتن الله سبحانه به على افضل رزقنا المولى سبحانه و تعالى الورد
 عليه، و الشرب منه بيد احد حبيب اليه، صلى الله تعالى عليه وسلم و مجد و
 شرف و عظم و كرم و على اله الكرام، و صحبه العظام، و ابنه الكريم و امته
 الكريمة خير الامم، و علينا يا رساله و انعم و الحمد لله رب العلمين حمدا
 يدوم به و امه الا دوم، و الله سبحانه و تعالى اعلم - و علمه جل مجدده اتم
 و حكمه عز شأنه احكم -

میں کہتا ہوں کہ اگر امام ابن حجر کی دلیل درست ہو تو اس سے لازم آئے گا کہ دنیا کے
 تمام پانی کوثر سے افضل ہو جائیں کیونکہ وہی دلیل یہاں پائی جاتی ہے حالانکہ یہ درست نہیں
 ہے بلکہ یہاں فضیلت قدر و فخر کی عظمت و بلندی مراد ہے اور فضیلت کا یہ معنی دنیا یا آخرت کے
 لحاظ سے نہیں بدلتا تا کہ دنیا میں ایک چیز دوسری چیز کے مقابلہ میں عند اللہ بری قدر والی ہو اور
 جب آخرت برپا ہو تو معاملہ الٹ جائے ایسا ہرگز نہیں ہے، بلکہ آخرت میں عند اللہ وہی چیز قدر و

منزلت والی ظاہر ہوگی جو یہاں دنیا میں بھی ایسی ہوگی۔ اور جو چیز آخرت میں افضل ہوگی وہ ذاتی طور پر افضل ہوگی اور جو چیز ذاتی طور پر افضل ہوگی وہ ہر جگہ افضل ہوگی اور جب آپ نے آخرت میں کوثر کے افضل ہونے کا اعتراف کر لیا تو ضروری ہے کہ دنیا و آخرت دونوں میں افضل ہو۔ اور کیوں نہ ہو کہ زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا پانی ہے اور آخرت کا درجہ اور فضیلت بڑی ہے، نیز کوثر کا پانی جنت سے نکلتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کوثر میں دو میزاب (نالے) گرتے ہیں۔ دونوں جنت سے آ کر گرتے ہیں ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا ہے۔

اس حدیث کو حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا غور کرو اللہ تعالیٰ کا سامان گراں قیمت والا ہے

اور اللہ تعالیٰ کا سامان جنت ہے۔

پھر کوثر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے لئے وہاں زیادہ نفع مند ہے جو بھی اسے نوش کرے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور نہ ہی اس کا چہرہ کبھی سیاہ ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے کوثر حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر احسان فرمایا ہے۔ لہذا کوثر ہی سب سے افضل ہے۔ دعا ہے ہمیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک سے پلائے اور اس کوثر پروروں ہمیں نصیب فرمایا۔ حضور پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں سلامتی، بزرگی، شرف و کرم نازل ہو اور آپ کی برگزیدہ آل پر اور بزرگوار صحابہ پر اور آپ کے سخی صاحبزادے اور آپ کی بہترین امت پر اور ان کی معیت اور صدقے اور سبب سے ہم پر بھی، اے ہم پر ان کو بھیج کر احسان فرمانے والے،

الحمد لله رب العالمین۔

(فتاویٰ رضویہ جدید ۳/۲۳۵ تا ۲۳۹)

عاص ابن وائل شقی نے جو صاحبزادہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال پر حضور کو ابتر یعنی نسل بریدہ کہا۔ حق جل و علا نے فرمایا: انبا اعطینک الکوثر۔ نبی شک ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔ کہ اولاد سے نام چلنے کو تمہاری رفعت ذکر سے کیا نسبت کروڑوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا۔ اور تمہاری ثناء کا اور ان کا تو قیام قیامت تک اکناف عالم و اطراف جہان میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ

طباق فلک و آفاق زمین پر پڑھا جائے گا۔ پھر اولاد بھی تمہیں وہ نفیس و طیب عطا ہوگی جن کی بقا سے بقائے عالم مربوط رہے گی اس کے سوا تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں۔ اور تم سامہر بان ان کے لئے کوئی نہیں۔ بلکہ حقیقت کار کو نظر کیجئے تو تمام عالم تمہاری اولاد معنوی ہے کہ تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا اور تمہارے ہے نور سے سب کی آفرینش ہوئی۔ اسی لئے جب ابوالبشر آدم تمہیں یاد کرتے یوں کہتے:

یا نبی صوره و ابی معنی۔ اے طاہر میں میرے بیٹے اور حقیقت میں میرے باپ پھر آخرت میں جو تمہیں ملنا ہے اس کا حال تو خدا ہی جانے جب اس کی یہ عنایت بے غایت تم پر مبذول ہو تو تم ان اشقیاء کی زبان درازی پر کیوں ملول ہو بلکہ۔ فصل لربك و انحر۔ رب کے شکرانہ میں اسکے لئے نماز پڑھو۔ اور قربانی کرو۔ ان شانك هو الا بتر۔ جو تمہارا دشمن ہے وہی نسل بریدہ ہے کہ جن بیٹوں پر اسے ناز ہے یعنی عمر و ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہما وہی اسکے دشمن ہو جائیں گے اور تمہارے دین حق میں آکر بوجہ اختلاف دین اس کی نسل سے جدا ہو کر تمہارے دینی بیٹوں میں شمار کئے جائیں گے پھر آدمی بے نسل ہوتا ہے تو یہی سہی کہ نام نہ چلتا اس سے نام بد کا باقی رہنا ہزار درجہ بدتر ہے تمہارے دشمن کا ناپاک نام ہمیشہ بدی و نفرین کے ساتھ لیا جائے گا اور روز قیامت ان گستاخیوں کی پوری سزا پائے گا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

(تجلی الیقین ۵۰-۵۱)

سورة المسد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَتَبَّ. ☆

تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

(۲) مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهُ وَمَا کَسَبَ. ☆

اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔

(۳) سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ. ☆

اب دھنتا ہے لپٹ مارتی آگ میں وہ۔

(۴) وَاَمْرَاتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ. ☆

اور اس کی جو روکڑیوں کا گٹھاسر پراٹھاتی۔

(۵) فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ. ☆

اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔

﴿۲﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے قریب رشتہ داروں کو جمع فرما کر وعظ و

نصیحت اور اسلام و اطاعت کی طرف دعوت کی۔ ابولہب شقی نے کہا:

تبا لك سائر الیوم الھذا جمعتنا۔

ٹوٹنا اور ہلاک ہونا ہوتا ہمارے لئے ہمیشہ کو کیا ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔

حق جل و علا نے فرمایا: تبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَتَبَّ۔

ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ خود ہلاک و برباد ہوا۔

ما اغنیٰ عنہ مالہ و ما کسب۔

اس کے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور جو کچھ کمایا۔

سیصلیٰ ناراذات لہب۔

اب پلٹنا چاہتا ہے بھڑکتی آگ میں۔

انہو امراتہ حمالة الحطب۔

اور اس کی جورو لکڑیوں کا گٹھا سر پر لئے۔

فی جیدہا جبل من مسد۔

اس کے گلے میں مونجھ کی رسی۔

بالجمہ اس روش کی آیتیں قرآن عظیم میں صد ہا نکلیں گی۔ اسی طرح حضرت یوسف، بتول مریم۔ اور ادھرام المؤمنین صدیقہ علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصے اس مضمون پر شاہد عدل ہیں۔

حضرت والد قدس سرہ الماجد سرور القلوب فی ذکر المحبوب میں فرماتے ہیں:

حضرت یوسف کو دودھ پیتے بچے اور حضرت مریم کو حضرت عیسیٰ کی گواہی سے لوگوں کی بد

گمانی سے نجات بخشی۔ اور جب حضرت عائشہ پر بہتان اٹھا خود ان کی پاکدامنی کی گواہی دی۔

اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں اگر چاہتا ایک ایک درخت اور پتھر سے گواہی دلواتا مگر منظور یہ ہوا

کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکدامنی پر خود گواہی دیں اور عزت و امتیاز ان کا بڑھائیں۔ انتھی

محل غور ہے۔ جب اراکین دولت و مقربان حضرت سے باغبان سرکش بگستاخی و بے

ادبی پیش آئیں اور بادشاہ ان کے جوابوں کو انہیں پر چھوڑ دے۔ مگر ایک سردار بلند وقار کے

ساتھ یہ برتاؤ ہو کہ مخالفین جو زبان درازی اس کی جناب میں کریں حضرت سلطان اس مقرب

ذی شان کو کچھ نہ کہنے دے۔ بلکہ بے نفس نفیس اس کی طرف سے تکفل کے جواب کرے کیا ہر ذی

عقل اس معاملہ کو دیکھ کر یقین قطعی نہ کرے گا کہ سرکار سلطانی میں جو اعزاز و امتیاز اس مقرب

جلیل کا ہے دوسرے کا نہیں اور جو خاص نظر اس کے حال پر ہے اوروں کا حصہ اس میں نہیں

والحمد لله رب العالمین۔ (تجلی الیقین ۵۲-۵۳)

سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ☆

تم فرما دو وہ اللہ ہے وہ ایک ہے۔

(۲) اللَّهُ الصَّمَدُ ☆

اللہ بے نیاز ہے

(۳) لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ☆

نہ اس کی کوئی اولاد اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا

(۴) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ☆

اور نہ اس کے جوڑ کا کوئی۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله صلى

الله تعالى عليه وسلم : قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن ۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قل هو الله احد آخر تک پڑھنا تہائی قرآن کے مساوی ہے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

یہ حدیث پندرہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مروی ہے اور متواتر ہے

(فتاویٰ رضویہ ۳/۳۲۶)

سورۃ الفلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۳) وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ . ☆

اور اندھیری ڈالنے والے کے شر سے جب وہ ڈوبے۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

حدیث میں ہے: ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا رأى

الہلال صرف و جہہ عنہ۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نیا چاند دیکھتے اپنا منہ مبارک اس کی طرف

سے پھیر لیتے۔ رواہ ابو داؤد عن قتادة مرسلًا ولا شواهد و سندہ ثقافت۔

شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مشرک کی چیز ہے۔ افادہ المناوی فی التفسیر۔

اقول: یا یہ کہ کفار نے اس کی عبادت کی۔ اور شرع میں اسے دیکھ کر اللہ جل جلالہ

سے دعا کرنی آئی، تو پسندیدہ ہوا کہ منہ پھیر کر کی جائے تاکہ کفار سے مشابہت نہ لازم آئے۔

واللہ ورسولہ اعلم جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها قالت: قال لي رسول الله

صلي الله تعالى عليه وسلم: يا عائشة! استعيزي بالله من شر هذا، فان هذا هو

الغاسق اذا وقت۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عائشہ! اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ اس کے شر سے، کہ

یہ ہی ہے وہ اندھیری ڈالنے والا جب ڈوبے یا کہنائے۔

یعنی قرآن کریم میں جس غاسق کا ذکر فرمایا، ومن شر غاسق، اور اسکے شر سے پناہ

فناوی رضویہ ۵۷۴/۴

مانگنے کا حکم آیا، اس سے یہ چاند ہی مراد ہے۔

سورة الناس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

(۱) (۱) قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ - ☆

تم کہو میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب۔

(۲) مَلِكِ النَّاسِ - ☆

سب لوگوں کا بادشاہ۔

(۳) اِلٰهِ النَّاسِ - ☆

سب لوگوں کا خدا۔

(۴) مِنْ سَيِّرِ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ - ☆

اس کے شر سے جو دل میں برے خطرے ڈالے اور دبا رکھے۔

(۵) الَّذِي يُّوسُّوْسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ - ☆

وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔

(۶) مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ - ☆

جن اور آدمی۔

﴿۱﴾ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

اس سورۃ کی قرأت سے فوراً وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جدیدہ ۱: ۷۷)

بخاری، مسلم، ابوداؤد، مثل امام احمد حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مثل

ابن ماجہ حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں:

ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم -

بیشک شیطان انسان (آدمی) کی رگ رگ میں خون کی طرح ساری جاری ہے۔

صحیحین وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

جب اذان ہوتی ہے شیطان گوز زناں بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز نہ سنے۔

جب اذان ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔ جب تکبیر ہوتی ہے پھر بھاگ جاتا ہے جب تکبیر ہو چکتی ہے پھر آتا ہے۔

حتى یخطو بین المرء و نفسه یقول اذ کر کذا اذ کر کذا لئلا یمکن

یذکرہ حتی یظل الرجل ما یدری کم صلی -

یہاں تک کہ آدمی اور اس کے دل کے اندر حائل ہو کر خطرے ڈالتا ہے کہتا ہے کہ یہ

بات یاد کر، یہ بات یاد کر، ان باتوں کے لئے جو آدمی کے خیال میں بھی نہ تھیں یہاں تک کہ انسان کو یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ کتنی پڑھی۔

امام ابو بکر بن ابی الدنیا کتاب مکائد الشیطان اور امام اجل ترمذی نوادیر الاصول میں

بسنہ حسن۔ اور ابو یعلیٰ مسند اور ابن شراہین کتاب الترنیب اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان واضع خطنہ علی قلب ابن آدم فان ذکر اللہ عنس و ان

نسی التقم قلبہ فذلک الوسر من الجناس -

بے شک شیطان اپنی چونچ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے ہے جب آدمی خدا تعالیٰ کو یاد

کرتا ہے شیطان دبک جاتا ہے اور جب آدمی (ذکر سے) غفلت کرتا ہے (بھول جاتا ہے) تو

شیطان اس کا دل اپنے منہ میں لے لیتا ہے تو یہ ہے (شیطان جناس) وسوسہ ڈالنے والا، دبک

جانے والا۔ (شہنشاہ کون ۲۸ تا ۲۹)

فہرست آیات جلد نہم

نمبر شمار نمبر آیات آیات جلد و صفحہ

سورۃ الشعراء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۳/۹	_____	(۱۲۵) اتینون بكل ریح ایه تعبثون۔☆	۳۴۹
۳/۹	_____	(۱۲۹) وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔☆	۳۵۰
۵/۹	_____	(۲۱۸) الذی یراک حین تقوم۔☆	۳۵۱
۷/۹	_____	(۲۱۹) وتقلبک فی السجدين۔☆	۳۵۲
۷/۹	_____	(۲۲۰) انه هو السميع العليم۔☆	۳۵۳

سورۃ النمل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۸/۹	_____	(۲۳) انی وجدت امراة تملکهم واورتیت من کل شیء ولها عرش عظیم۔☆	۳۵۴
۸/۹	_____	(۳۳) قالت ان الملوک اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعززة اهلها اذلة۔☆	۳۵۵

۲۵۶ (۲۵) قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ ط وما
 یشعرون ایاں یبعثون ☆ _____ ۸/۹

۲۵۷ (۸۰) انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعآ اذا ولوا
 مدبرین ☆ _____ ۹/۹

سورۃ القصص

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۵۸ (۲۵) فجاءتہ احدہما تمشی علی استحيآء ز قالت ان ابی
 یدغوک لیجزیک اجرہما سقیت لنا طفلاً جاءہ وقص علیہ القصص
 لا قال لا تخف من نجوت من القوم الظلمین ☆ _____ ۱۲/۹

۲۵۹ (۵۲) انک لاتہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء ج وهو
 اعلم بالمہتدین ☆ _____ ۱۳/۹

سورۃ العنکبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۲۰ (۲۹) والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبیلنا ط وان اللہ لمع
 المحسنین ☆ _____ ۱۵/۹

سورۃ الروم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۲۱ (۲) غلبت الروم ☆ _____ ۱۶/۹

۳۲۲ (۲۱) ومن آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا
 وجعل بینکم مودۃ ورحمۃ ط ان فی ذلک لآیت لقوم یتفکرون ☆ _____ ۱۶/۹

۳۲۳ (۳۱) منیبین الیہ واتقوا واقیموا الصلوۃ ولا تكونوا من المشرکین
 ☆ _____ ۱۷/۹

۳۲۴ (۳۹) وما اتیتکم من رب بالیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ ج

وما اتیتکم من زکوٰۃ تریدون وجہ اللہ فاولئک ہم المضعفون۔ ☆۔ ۱۸/۹۔ ۳۶۵
 (۴۷) ولقد ارسلنا من قبلك رسلا الی قومہم فجاءوہم بالبینت
 فانتقمنا من الذین اجرموا وکان حقاعلینا نصر المؤمنین۔ ☆۔ ۱۹/۹۔ ۳۶۵
 (۵۱) ولئن ارسلنا ریحاً فراوہ مصفراً لظلوا من بعدہ
 یکفرون۔ ☆۔ ۲۲/۹۔

۳۶۶ (۵۲) فانک لاتسمع الموتی ولاتسمع الصم الدعاء اذا ولوا
 مدبرین۔ ☆۔ ۲۲/۹۔
 ۳۶۷ (۵۳) وما آنت بهذا العمی عن ضللتہم ان تسمع الامن یؤمن
 بأیتنا فہم مسلمون۔ ☆۔ ۲۲/۹۔

سورۃ لقمان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۳۶۸ (۱۰) خلق السموات بغير عند ترونها والقی فی الارض رواسی ان
 تمید بکم وبت فیہا من کل دآبۃ ما وانزلنا من السماء ماء فانبتنا فیہا من
 کل زوج کریم۔ ☆۔ ۲۸/۹۔

۳۶۹ (۲۲) ان اللہ عنده علم الساعة ج وینزل الغیث ج ویعلم ما فی
 الارحام ج وما تدری نفس ما اذا تکسب غذا ج وما تدری نفس بای ارض
 تموت ج ان اللہ علیم خبیر۔ ☆۔ ۳۱/۹۔

سورۃ السجدۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۳۷۰ (۱۱) انزل یتوفکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم
 ترجعون۔ ☆۔ ۲۸/۹۔

سورة الاحزاب

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۴۱ (۳) ما جعل الله لرجل من قلبين في جوفه ج وما جعل ازواجكم
التي تظهرون منهن امهتكم ج وما جعل ادعياءكم ابناكم ج ذلكم قولكم
بافواهكم ء والله يقول الحق وهو يهدي السبيل ☆ _____ ۳۹/۹

۳۴۲ (۲) النبي اولى بالمؤمنين من انفسهم وازواجه امهتهم ط واولو
الارحام بعضهم اولى ببعض في كتب الله من المؤمنين والمهجرين الا
ان تغفلوا الي اوليئكم معروفًا ط كان ذلك في الكتب مسطورًا ☆ ۵۰/۹

۳۴۳ (۱۳) واذ قالت طائفة منهم يا اهل يثرب لا مقام لكم فارجعوا ج و
يستأذن فريق منهم النبي يقولون ان بيوتنا عورة ط وما هي بعورة ج ان
يريدون الافرازًا ☆ _____ ۵۵/۹

۳۴۴ (۲۱) لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله
واليوم الآخر وذكرا لله كثيرا ☆ _____ ۵۶/۹

۳۴۵ (۳۳) وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى واقمن
الصلوة واتين الزكوة واطعن الله ورسوله ء انما يريد الله ليذهب عنكم
الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا ☆ _____ ۵۸/۹

۳۴۶ (۳۲) وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان
يكون لهم الخيرة من امرهم ط ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً
مبيناً ☆ _____ ۵۹/۹

۳۴۷ (۳۷) واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك
زوجك واتق الله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشي الناس ج
والله احق ان تخشيه ط فلما قضى زيد منها وطرا زوجنكها لكي لا يكون
على المؤمنين حرج في ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا ط وكان
امر الله مفعولاً ☆ _____ ۶۱/۹

- ٣٤٨ (٣٠) ما كان محمد اباً احدٍ من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ط وكان الله بكل شيء عليماً ☆ _____ ٢٣/٩
- ٣٤٩ (٣١) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا ☆ _____ ٢٩/٩
- ٣٨٠ (٥٦) ان الله وملائكته يصلون على النبي ط يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صلوا عليه وسلموا تسليماً ☆ _____ ٤٢/٩
- ٣٨١ (٥٤) ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة واعد لهم عذاباً مهيناً ☆ _____ ٤٣/٩
- ٣٨٢ (٥٨) والذين يؤذون المؤمنين والمؤمنات بغير ما اكتسبوا فقد احتملوا بهتاناً وإثماً مبيناً ☆ _____ ٤٣/٩

سورة سبأ

بسم الله الرحمن الرحيم

- ٣٨٣ (١٣) يعملون له ما يشاء من محاريب وتماثيل وجفان كالجواب وقدور رسيّت ط اعملوا ال داؤد شكراً ط وقليل من عبادي الشكور ☆ _____ ٤٥/٩
- ٣٨٤ (١٩) فقالوا ربنا بعد بين اسفارنا وظلموا انفسهم فجعلناهم احاديث ومزقناهم كل ممزق ط ان في ذلك لايت لكل صبار شكور ☆ _____ ٤٥/٩
- ٣٨٥ (٢٨) وما ارسلناك الا كافة للناس بشيراً ونذيراً ولكن اكثر الناس لا يعلمون ☆ _____ ٤٦/٩

سورة فاطر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ٣٨٦ (١٠) من كان يريد العزة فلله العزة جميعاً ط اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه ط والذين يمكرون السيئات لهم عذاب

شديد ط ومكر اولئك هو يبور. ☆ ۸۲/۹

۲۸۷ (۱۶) ان يشا يذهبكم ويات بخلق جديد. ☆ ۸۲/۹

۳۸۸ (۱۷) وما ذلك على الله بعزيز. ☆ ۸۲/۹

۳۸۹ (۱۸) ولا تزر وازرة وزر اخرى ط وان تدع مثقلة الى حملها لا يحمل

منه شيء ولو كان ذا قربي ط انما تنذر الذين يخشون ربهم بالغيب

واقاموا الصلوة ط ومن تزكى فانما يتزكى لنفسه ط والى الله الصير. ☆ ۸۳/۹

۳۹۰ (۳۲) ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا ج فمنهم ظالم

لنفسه ج ومنهم مقتصد ج ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ط ذلك هو

الفضل الكبير. ☆ ۸۳/۹

۳۹۱ (۳۱) ان الله يمسك السموات والارض ان تزولا ج ولئن زالتا ان

امسكهما من احد من بعده ط انه كان حليما غفورا. ☆ ۸۶/۹

سور ديس

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۹۲ (۱۲) انا نحن نحي الموتى ونكتب ما قدموا واثارهم ط وكل شيء

احصينه في امام مبين. ☆ ۱۰۹/۹

۳۹۳ (۱۲) وكل شيء احصينه في امام مبين. ☆ ۱۱۳/۹

۳۹۴ (۶۹) وما علمناه الشعر وما ينبغي له ط ان هو الا ذكر

وقرآن. ☆ ۱۱۳/۹

۳۹۵ (۷۱) اولم يروا انا خلقنا لهم مما عملت ايدينا انعاما فهم لها

مالكون. ☆ ۱۱۳/۹

۳۹۶ (۷۲) وذللتنا لهم فتنهار كوابهم ومنها يا كلون. ☆ ۱۱۶/۹

۳۹۷ (۷۳) ولهم فيها منافع ومشارب ط افلا يشكرون. ☆ ۱۱۶/۹

سورة الصافات

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٩٨ (٩٢) والله خلقكم وما تعملون ☆ _____ ١٢٢/٩

٣٩٩ (١٢٣) وان الياس لمن المرسلين ☆ _____ ١٢٢/٩

سورة ص

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٠٠ (٢٣) قال لقد ظلمك بسؤال نعجتك الى نعاجه ط وان

كثيراً من الخلطاء ليبغي بعضهم على بعض الا الذين امنوا

وعملوا الصالحات وقليل ما هم ط ووطن داؤد انما فتنه

فاستغفر ربه وخر راكعاً وناصباً ☆ _____ ١٢٣/٩

٣٠١ (٣٠) ووهبنا لداؤد سليمان ط نعم العبد ط انه

اواب ☆ _____ ١٢٦/٩

٣٠٢ (٣١) اذ عرض عليه بالاعشى الصفت الجياد ☆ _____ ١٢٦/٩

٣٠٣ (٣٢) فقال انى احببت حب الخير ان ذكر ربي ط حتى

توارت بالخراب ☆ _____ ١٢٤/٩

٣٠٤ (٣٣) وخذ بيدك ضعفاً فاضرب به ولا تحنت ط انا وجدنة

صابراً ط نعم العبد ط انه اواب ☆ _____ ١٢٢/٩

سورة غافر

بسم الله الرحمن الرحيم

٣٠٥ (١) حم

٣٠٦ (٢) تنزيل الكتب من الله العزيز العليم ☆ _____ ١٣٢/٩

٣٠٧ (٣) غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب لا ذى الطول ط

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهِهِ الْمَصِيرُ. ☆ _____ ۱۳۲/۹

۲۰۸ (۲۶) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا ۖ وَيَوْمَ تَقُومُ

السَّاعَةِ تَدْخُلُونَ فِيهَا فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ. ☆ _____ ۱۳۳/۹

۲۰۹ (۵۵) فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ. ☆ _____ ۱۳۵/۹

۲۱۰ (۶۰) وَقَالَ رَبِّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ

عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ. ☆ _____ ۱۳۲/۹

سورة فصلت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۱۱ (۲۱) وَقَالُوا الْجِبُلُ مَدَامُ لَمْ يَشْهَدْتُمْ عَلَيْنَا ۖ قَالَوَا إِنَّا نُنْقِطُ اللَّهُ

الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تَرْجَعُونَ

☆ _____ ۱۳۹/۹

۲۱۲ (۳۳) وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ. ☆ _____ ۱۳۹/۹

۲۱۳ (۴۱) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ

عَزِيزٌ. ☆ _____ ۱۳۹/۹

سورة الشورى

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۱۴ (۲۱) أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ

طَوْلُوا كَلِمَةَ الْفِصْلِ لِقَضَىٰ بَيْنَهُمْ طَوَّانَ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ

الْيَمِ. ☆ _____ ۱۵۲/۹

۲۱۵ (۲۵) وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ

ويعلم ما تفعلون. ☆ _____ ۱۵۹/۹

۴۱۶ (۲) ذلک الذی يبشر اللہ عباده الذین امنوا وعملوا الصلحت ط قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربى ط ومن یقترب حسنة نزدله فیها حسنا ط ان اللہ غفور شکور

☆ _____ ۱۶۰/۹

سورة الزخرف

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۱۷ (۱۸) او من ينشؤا فی الحلیة وهو فی الخصام غیر مبین. ☆ _____ ۱۶۲/۹

۴۱۸ (۳۶) ومن یعش عن ذکر الرحمن یقیض له شیطاناً فهو له قرین. ☆ _____ ۱۶۲/۹

۴۱۹ (۳۷) وانهم لیصدونهم عن السبیل ویحسبون انهم مهتدون. ☆ _____ ۱۶۲/۹

۴۲۰ (۳۸) حتی اذا جاءنا قال یلیت بینی و بینک بعد المشرقین فبئس القرین. ☆ _____ ۱۶۳/۹

۴۲۱ (۳۹) ولن ینفعکم الیوم اذ ظلمتم انکم فی العذاب مشترکون. ☆ _____ ۱۶۳/۹

سورة الاحقاف

بسم الله الرحمن الرحيم

۴۲۲ (۱۵) ووضینا الانسان بوالديه احسنا ط حملته امه کرها ووضعتہ کرها ط وحمله وفضله ثلاثون شهرا ط حتی اذا بلغ اشده وبلغ اربعین سنة لا قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التي

انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحاً ترضه واصلح لی
فی ذریعتی، انی تبت الیک وانی من المسلمین۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۳/۹

سورۃ محمد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۲۳ (۱۳) وکاین من قریۃ ہی اشد قوۃ من قریتک التی
اخرجتک، اهلکنہم فلاناصر لہم۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۶/۹

۲۲۴ (۱۹) فاعلم انه لا الہ الا اللہ واستغفر لذنبک وللمؤمنین
والمؤمنات واللہ یعلم متقلبکم ومثزکم۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۶/۹

۲۲۵ (۳۳) یاایہا الذین امنوا ادئیعوا اللہ واطیعوا الرسول
ولا تبطلوا اعمالکم۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۷/۹

سورۃ الفتح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۲۶ (۲) لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتاخرو یتم نعمتہ
علیک ویہدیک صراطاً مستقیماً۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۸/۹

۲۲۷ (۸) انا ارسلنک شاہداً ومبشراً ونذیراً۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۹/۹

۲۲۸ (۹) لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروه وتوقروه وتسبحوه
بکرة واصیلاً۔☆۔۔۔۔۔ ۱۶۹/۹

۲۲۹ (۲۵) ہم الذین کفروا وصدوکم عن المسجد الحرام
والہدی معکوفان ینبغ محلہ ط ولولا رجال مؤمنون ونساء
مؤمنات لم تعلموہم ان تطوہم تصیبکم منہم معرۃ بنیر علم
لیدخل اللہ فی رحمۃ من یشاء، لو تزیلوا العذبن الذین کفروا
منہم عذاباً الیماناً۔☆۔۔۔۔۔ ۱۷۰/۹

۲۳۰ (۲۹) محمد رسول اللہ ﷺ والذین معہ اشداء علی الکفار
رحمآء بینہم ترہم رکعاً سجداً یتبتغون فضلاً من اللہ
ورضواناً زسیماہم فی وجوہہم من اثر السجود ﷺ ذلك مثلہم
فی التورۃ ، مثلہم فی الانجیل یت کزرع اخرج شطاء فاستغلظ
فاستوی علی سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بہم الکفار ﷺ وعد اللہ
الذین امنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة واجراً
عظیماً ☆ _____ ۱۷۱/۹

سورة الحجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۳۱ (۲) یا ایہا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم
وانتم لا تشعرون ☆ _____ ۱۷۵/۹

۲۳۲ (۳) ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک
الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ ﷺ لہم مغفرة واجر عظیم
☆ _____ ۱۷۶/۹

۲۳۳ (۶) یا ایہا الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنیاً فتبینوا ان
تصیبوا قومًا بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین ☆ _____ ۱۸۳/۹

۲۳۴ (۷) واعلموا ان فیکم رسول اللہ ﷺ لویطیعکم فی کثیر من
الامر لعنتم ولكن اللہ حبیب الیکم الايمان وزینہ فی قلوبکم
وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ﷺ اولئک ہم
الراشدون ☆ _____ ۱۸۵/۹

۲۳۵ (۸) فضلاً من اللہ ونعمة ﷺ واللہ علیم حکیم ☆ _____ ۱۸۵/۹

۲۳۶ (۹) وان طائفتن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما
فان بغت احديہما علی الاخری فقاتلوا التي تبغی حتی تقی والی

امر الله ۚ فان فآءت فاصلحوا بينهما بالعدل واقسطوا ۞ ان الله يحب المقسطين. ☆

١٨٢/٩

٢٣٤ (١٠) انما المؤمنون اخوة فاصلحوا بين اخويكم ۚ واتقوا الله لعلكم ترحمون. ☆

١٩٢/٩

٢٣٨ (١١) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَر قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءِ عَسَىٰ أَنْ يَكُن خَيْرًا مِنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِاللِّقَابِ ۚ بئس الاثم الفسوق بعد الايمان ۚ ومن لم يتب فاولئك هم الظالمون. ☆

١٩٣/٩

٢٣٩ (١٢) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ ۖ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ أَثْمٌ وَإِنَّ بَعْضَ الْأَثْمِ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ. ☆

١٩٥/٩

(١٣) يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. ☆

١٩٥/٩

سورة الذاريات

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٣٠ (٢٢) هل اتك حديث ضيف ابراهيم المكرميين. ☆ ١٩٥/٩

٢٣١ (٢٥) اذ دخلوا عليه فقالوا سلماً ۚ قال سلم ۚ قوم منكرون. ☆

١٩٥/٩

٢٣٢ (٢٦) فراغ الى اهله فجاء بعجل سمين. ☆ ١٩٥/٩

٢٣٣ (٥٥) وذكر فان الذكرى تنفع المؤمنين. ☆ ١٩٨/٩

سورة النجم

بسم الله الرحمن الرحيم

۲۴۳ (۱۱) ما کذب الفؤاد ما رأى. ☆ ۲۰۰/۹

۲۴۵ (۱۳) ولقد راه نزلتا اخرى. ☆ ۲۰۱/۹

۲۴۶ (۱۴) عندسرة المنتهى. ☆ ۲۰۲/۹

۲۴۷ (۳۲) الذين يجتنبون كيآثر الاثم والفواحش الا اللمم ط ان

ربك واسع المغفرة ط هو اعلم بكم اذ انشاءكم من الارض واذا

انتتم اجنة في بطون امهتكم ط فلا تزكوا انفسكم ط هو اعلم بمن

انقضى. ☆ ۲۰۳/۹

سورة القمر

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۲۴۸ (۱) اقتربت الساعة وانشق القمر. ☆ ۲۰۴/۹

۲۴۹ (۲) وان يروا آية يعرضوا ويقولوا سحر مستمر. ☆ ۲۰۵/۹

۲۵۰ (۳) وكذبوا واتبعوا أهواءهم وكل امرئ مستقر. ☆ ۲۰۶/۹

۲۵۱ (۱۷) ولقد يسرنا القرآن للذکر فهل من مدكر. ☆ ۲۰۷/۹

سورة الرحمن

بسم الله الرحمن الرحيم

۲۵۲ (۵) الشمس والقمر بحسبان. ☆ ۲۰۹/۹

سورة الحديد

بسم الله الرحمن الرحيم

۲۵۳ (۴) مسوا الاوان والاعصر والظاهر والباطن وهو بكل شيء

عاليم. ☆ ۲۱۸/۹

۲۵۴ (۱۰) وما لكم الا تنفقوا في سبيل الله ولله بيئات السموات

والارض لا يستوي منكم من انفق وسن قيل الفتح وقاتل ط

أُولَئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ وَقَاتَلُوا ط
 وَكَلَّا وَعَدَّ اللَّهُ الْحُسْنَى ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ☆ _____ ۲۱۷/۹
 ۲۵۵ (۲۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ
 كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ط وَاللَّهُ
 غَفُورٌ رَحِيمٌ ☆ _____ ۲۱۸/۹

۲۵۶ (۲۹) لَيْلًا يَعْلَمُ أَهْلُ الْكِتَابِ إِلَّا تَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ
 اللَّهِ وَإِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ
 الْعَظِيمِ ☆ _____ ۲۱۹/۹

سورة المجادلة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۲۵۷ (۲) الَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ مَا هُنَّ امهتھم ط ان
 امهتھم الا الٹی ولدنھم ط وانھم ليقولون منكرا من القول وزورا ط
 وان الله لعفو غفور ☆ _____ ۳۲۲/۹

۲۵۸ (۳) وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَاءِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا
 فَتَحْرِيرُ رَقِيَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَا ط ذَلِكَ تَوْعظُونَ بِهِ ط وَاللَّهُ بِمَا
 تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ☆ _____ ۳۳۲/۹

۲۵۹ (۴) فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ
 يَتَمَاسَا فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَاطْعَامَ سِتِّينَ مَسْكِينًا ط ذَلِكَ لِقَوْمٍ آمَنُوا
 بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ط وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ط وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ☆ ۳۲۲
 ۲۶۰ (۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ
 فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فانشُرُوا وَايْرِفِ اللَّهُ
 الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ط وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
 خَبِيرٌ ☆ _____ ۲۲۲/۹

۲۶۱ (۱۹) اسْتَجِزْ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانَ فَاغْتَبْهُمْ ذَكَرَ اللَّهُ ط أُولَئِكَ

حزب الشیطن ء الا ان حزب الشیطن هم الخسرون. ☆ ۲۲۳/۹
 ۲۶۲ (۲۲) لاتجد قومًا یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوآدون من
 حاد اللہ ورسولہ ولو كانوا اباہم او ابناءہم او اخوانہم
 او عشیرتہم ط اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وایدہم بروح
 منہ ط ویدخلہم جنت تجری من تحتہا الانہر خلدین فیہا ط
 رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ط اولئک حزب اللہ ط الا ان حزب
 اللہ هم المفلحون. ☆ ۲۲۳/۹

سورۃ الحشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۶۳ (۷) ما آفآ اللہ علی رسولہ من اهل القرۃ فللہ والمرسول
 ولذی القربی والیتیمی والمسکین وابن السبیل لا کی لایکون
 دولۃ بین الاغنیاء منکم ط وما اتکم الرسول فخذوه ء وما نہکم
 عنہ فانتہوا ء واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب. ☆ ۲۲۵/۹
 ۲۶۴ (۹) والذین تبوءوا الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر
 الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویؤثرون علی
 انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ط ومن یوق شح نفسه فاولئک هم
 المفلحون. ☆ ۲۲۶/۹

سورۃ الممتحنۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۲۶۵ (۱) یا ایہا الذین امنوا لاتتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون
 الیہم بالمودۃ وقد کفروا بما جاءکم من الحق ء ینخرجون
 الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم ط ان کنتم خرجتم جہادًا

فی سبیلی وابتغاء مرضاتی ؕ تسرون اليهم بالموودة ؕ وانا اعلم
بما اخفيتم وما اعلنتم ؕ ومن يفعله منكم فقد ضل سواء
السبيل. ☆ _____ ۲۲۷/۹

۲۶۶ (۲) ان يثقفوكم يكونوا لكم اعداء ويبسطوا اليكم ايديهم
والسنتهم بالسوء وودوا لو تكفرون. ☆ _____ ۲۲۸/۹

۲۶۷ (۳) لن تنفعكم ارحامكم ولا اولادكم ؕ يوم القيمة ؕ يفصل
بينكم ؕ واللہ بما تعملون بصير. ☆ _____ ۲۲۹/۹

(۸) لا ينهكم اللہ عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم
من دياركم ان تبروهم وتقسطوا اليهم ؕ ان اللہ يحب
المقسطين. ☆ _____ ۲۲۷/۹

۲۶۸ (۹) انما ينهكم اللہ عن الذين قاتلوكم في الدين
واخرجوكم من دياركم وظاهروا على اخراجكم ان تولوهم ؕ ومن
يتولهم فاولئك هم الظالمون. ☆ _____ ۲۲۸/۹

۲۶۹ (۱۰) آياها الذين امنوا اذا جاءكم المؤمنت مهاجرت
فامتحنوهن ؕ اللہ اعلم بايمانهن ؕ فان علمتموهن مؤمنت
فلا ترجعوهن الى الكفار ؕ لا هن حل لهم ولا هم يحلون لهن ؕ
واتوهم ما انفقوا ؕ ولا جناح عليكم ان تنكحوهن اذا اتيتوهن
اجورهن ؕ ولا تمسكوا بعصم الكوافر واسئلوا ما انفقتم وليسئلوا
ما انفقوا ؕ ذلكم حکم اللہ ؕ يحکم بينکم ؕ واللہ علیم حکیم
☆ _____ ۲۳۵/۹

سورة الصف

بسم اللہ الرحمن الرحيم

۲۷۰ (۴) ان اللہ يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كانهم
بنیان مرصوص. ☆ _____ ۲۳۷/۹

سورة الجمعة

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٤١ (٢) هو الذي بعث في الامين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته
ويزكّيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي
ضلل مبين. ☆

٢٤٢ (٣) واخرين منهم لما يلحقوا بهم ط وهو العزيز الرحيم
☆

٢٤٣ (٤) ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء ط والله ذو الفضل
العظيم. ☆

٢٤٤ (٥) يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة
فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ط ذلكم خير لكم ان كنتم
تعلمون. ☆

سورة المنافقون

بسم الله الرحمن الرحيم

٢٤٥ (١) اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله
والله يعلم انك لرسوله ط والله يشهد ان المنفقين لكذوبون
☆

٢٤٦ (٥) واذا قيل لهم تعالوا يستغفر لكم رسول الله لو اتوسم
ورايتهم يصدون وهم مستكبرون. ☆

٢٤٧ (٨) يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها
الاذل ط والله العززة لرسوله وللمؤمنين ولكن المنفقين
لا يعلمون. ☆

سورة التغابن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۷۸ (۱۶) فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا واطيعوا واتقوا خيرا
لا تفسدكم ط ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون

۲۲۸/۹

☆

سورة الطلاق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۷۹ (۱) ياايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن
واحصوا العدة واتقوا الله ربكم لا تخرجوهن من بيوتهن
ولا يخرجن الا ان ياتين بفاحشة مبينة ط وتلك حدود الله ومن
يتعد حدود الله فقد ظلم نفسه ط لا تدري لعل الله يحدث بعد

۲۲۲/۹

☆ ذلك امرا

۲۸۰ (۲) اسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم ولا تضاروهن
لتضييقا عليهن ط ان كن اولات حمل فانفقوا عليهن حتى
يضعن حملهن فان ارضعن لكم فاتوهن اجورهن واتمروا
بينكم بمعروف وان تعاسرتم فسترضع له اخرى ☆ ۲۵۱/۹

سورة التحريم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۲۸۱ (۳) ان تتوبا الى الله فقد صغت قلوبكما ط وان تطهرا
عليه فان الله هو موله وجبريل وصالح المؤمنين ط والمثكة بعد

۲۵۲/۹

☆ ذلك ظهير

۲۸۲ (۵) عسى ربة ان طلقك ان يبدلها زوجا خيرا منكن
مسلمت مؤمنة فتنتت نبتت عبتت سئحت ثببت

۲۲۵/۹

☆ واكازا

۴۸۳ (۲) یا ایہا الذین امنوا قوا انفسکم واهلیکم نارا وقد ہما
الناس والحجارة علیہا ملئکة غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما
امرہم ویفعلون ما یؤمرون۔☆ _____ ۲۵۳/۹

سورة الملک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۸۴ (۲) الذی خلق الموت والحیوة لیبلوکم ایکم احسن عملا ط
وهو العزیز الغفور۔☆ _____ ۲۵۲/۹

۴۸۵ (۱۳) الا یعلم من خلق ط وهو اللطیف الخبیر۔☆ _____ ۲۵۶/۹

۴۸۶ (۱۹) اولم یروا الی الطیر فوقہم صفت ویقبضن ط
ما یمسکھن الا الرحمن ط انه بكل شیء بصیر۔☆ _____ ۲۵۷/۹

سورة القلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۸۷ (۱) ان والقلم وما یسطرون۔☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۸۸ (۲) ما انت بنعمة ربک بمجنون۔☆ _____ ۲۷۹/۹

۴۸۹ (۳) وانک لعلی خلق عظیم۔☆ _____ ۲۶۲/۹

سورة المعارج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۰ (۳۳) والذین ہم علی صلاتہم یحافظون۔☆ _____ ۲۷۲/۹

۴۹۱ (۳۵) اولئک فی جنت مکرہون۔☆ _____ ۲۶۳/۹

سورۃ نوح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۲ (۲۳) وقالوا لاتذرن الہتکم ولا تذرن ودا ولا سواغاً ولا
یغوث ویعوق ونسراً. ☆ _____ ۲۶۵/۹

سورۃ الجن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۳ (۱) قل اوحی الی انہ استمع نقر من الجن فقالوا انا سمعنا
قرآنا عجبا. ☆ _____ ۲۷۵/۹

۴۹۴ (۲) یرشد الی الرشد فامنابہ ط و لن نشرک بریناً
احداً. ☆ _____ ۲۶۶/۹

۴۹۵ (۲۶) علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احداً. ☆ _____ ۲۶۸/۹

سورۃ المزمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۴۹۶ (۱) یا ایہا المزمل ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۷ (۲) قم الیل الا قلیلاً ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۸ (۳) نصفہ او انقص منه قلیلاً ☆ _____ ۲۶۸/۹

۴۹۹ (۴) اوزد علیہ ورتل القران ترتیلاً ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۰ (۵) انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۱ (۶) ان ناشئۃ الیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلاً ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۲ (۷) ان لک فی النہار سبحاً طویلاً ☆ _____ ۲۷۳/۹

۵۰۳ (۸) واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلاً ☆ _____ ۲۷۳/۹

- ۵۰۴ (۹) رب المشرق والمغرب لا اله الا هو فاتخذه
وكيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۵ (۱۰) واصبر على ما يقولون واهجرهم هجرًا جميلاً
☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۶ (۱۱) وذرني والمكذبين اولي النعمة ومهلهم قليلاً
☆ _____ ۲۷۲/۹
- ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۷ (۱۲) ان لدينا انكالا وجحيماً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۸ (۱۳) وطعاما ذاغصة وعذابا اليماً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۰۹ (۱۴) يوم ترجف الارض والجبال وكانت الجبال كثيباً
مهيباً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۰ (۱۵) انا ارسلنا اليكم رسولا لا شاهدنا عليكم كما ارسلنا
الى فرعون رسولا. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۱ (۱۶) فعصى فرعون الرسول فاخذناه اخذاً
وبيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۲ (۱۷) فكيف تتقون ان كفرتم يوماً يجعل البولدان
شيئاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۳ (۱۸) السماء منقطر به ط كان وعده مفعولاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۴ (۱۹) ان هذه تذكرة فمن شاء اتخذ الى ربه
سبيلاً. ☆ _____ ۲۷۲/۹
- ۵۱۵ (۲۰) ان ربك يعلم انك تقوم ادنى من ثلثي الليل ونصفه
وثلثه وطائفة من الذين معك ط والليل يقدر الليل والنهار ط علم
ان لن تحصوه فتاب عليكم فاقروا ماتيسر من القران ط علم ان
سيكون منكم مرضى لا واخرون يضربون في الارض يبتغون

من فضل الله لا واخرون يقا تلون في سبيل الله صلے فاقروا
 ماتيسر منه لا واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واقرضوا الله قرضًا
 حسنًا ط وما تقدموا لانفسكم من خير تجدوه عند الله هو
 خيرًا واعظم اجراء ط واستغفروا الله ط ان الله غفور
 رحيم. ☆

۲۷۲/۹

سورة المدثر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۱۲ (۱) يا ايها المدثر. ☆ ۲۷۹/۹
 ۵۱۷ (۳) وربك فكبّر. ☆ ۲۸۲/۹
 ۵۱۸ (۴) وثيابك فطهر. ☆ ۲۸۲/۹

سورة الانسان

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۱۹ (۲) انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج صلے نبتليه فجعلناه
 سميعًا بصيرًا. ☆ ۲۸۳/۹
 ۵۲۰ (۳) انا هديناه السبيل اما شاكرا واما كفورا. ☆ ۲۸۳/۹

سورة النبأ

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۱ (۳۸) يوم يقوم الروح والملئكة صفا لا يتكلمون الا من
 اذن له الرحمن وقال صوابا. ☆ ۲۹۸/۹

سورة الفارعات

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۲ (۵) فالمدبرت امرًا ☆ _____ ۲۹۹/۹
- ۵۲۳ (۴۰) وامام من خاف مقام ربه ونهى النفس عن
الهوى. ☆ _____ ۳۰۲/۹

سورة التکویر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۴ (۱۵) فلا اقسم بالخنس. ☆ _____ ۳۰۲/۹
- ۵۲۵ (۲۴) وما هو على الغيب بضنين. ☆ _____ ۳۰۲/۹

سورة الانشقاق

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۶ (۱۸) والقمر اذا تسق. ☆ _____ ۳۰۶/۹

سورة الاعلیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۷ (۱۳) ثم لا يموت فيها ولا يحيى. ☆ _____ ۳۰۸/۹
- ۵۲۸ (۱۵) وذكرا سم ربه فضلى. ☆ _____ ۳۰۹/۹

سورة الغاشية

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۲۹ (۲) ليس لهم طعام الا من ضريع. ☆ _____ ۳۰۹/۹
- ۵۳۰ (۷) لا يسمن ولا يغنى من جوع. ☆ _____ ۳۱۰/۹

سورة البلد

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۳۱ (۱) لا اقسم بهذا البلد. ☆ _____ ۳۱۰/۹

۳۱۱/۹ _____ ۵۳۲ (۲) وانت حل بهذا البلد. ☆

سورة الشمس

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۷۲/۹ _____ ۵۳۳ (۱۳) فقال لهم رسول الله ناقة الله وسقياها. ☆

سورة الضحى

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۴ (۱) والضحى. ☆

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۵ (۲) والليل اذا سجنى. ☆

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۶ (۳) ما ودعك ربك وما قلى. ☆

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۷ (۴) وللآخرة خير لك من الأولى. ☆

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۸ (۵) ولسوف يعطيك ربك فترضى. ☆

۳۱۶/۹ _____ ۵۳۹ (۶) الم يجدك يتيما فآوى. ☆

۳۱۸/۹ _____ ۵۴۰ (۱۱) واما بنعمة ربك فحدث. ☆

سورة الم نشرح

بسم الله الرحمن الرحيم

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

۳۲۱/۹ _____ ۵۴۱ (۴) ورفعنا لك ذكرك. ☆

۳۲۱/۹ _____ ۵۴۲ (۷) فاذا فرغت فانصب. ☆

۳۲۲/۹ _____ ۵۴۳ (۸) والى ربك فارغب. ☆

سورة العلق

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۴ (۹) اراءيت الذي ينهى. ☆ _____ ۳۲۲/۹
- ۵۴۵ (۱۰) عبدا اذا صلى. ☆ _____ ۳۲۸/۹

سورة الماعون

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۶ (۳) فويل للمصلين. ☆ _____ ۳۲۸/۹
- ۵۴۷ (۵) الذين هم عن صلاتهم ساهون. ☆ _____ ۳۳۱/۹

سورة الكوثر

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۸ (۱) انا اعطيتك الكوثر. ☆ _____ ۳۳۵/۹

سورة المسد

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۴۹ (۱) تبت يد آبي لهب وتب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۰ (۲) ما اغنى عنه ماله وما كسب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۱ (۳) سيصلى نارا ذات لهب. ☆ _____ ۳۳۵/۹
- ۵۵۲ (۴) وامراته حمالة الحطب. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۳ (۵) في جيدها حبل من مسد. ☆ _____ ۳۳۲/۹

سورة الاخلاص

بسم الله الرحمن الرحيم

- ۵۵۴ (۱) قل هو الله احد. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۵ (۲) الله الصمد. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۶ (۳) لم يلد ولم يولد. ☆ _____ ۳۳۲/۹
- ۵۵۷ (۳) لم يلد ولم يولد. ☆ _____ ۳۳۲/۹

۳۴۴/۹

۵۵۸ (۲) ولم يكن له كفوا احد ☆

سورة الفلق

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۴۵/۹

۵۵۹ (۳) ومن شر غاسق اذا وقب ☆

سورة الناس

بسم الله الرحمن الرحيم

۳۴۵/۹

۵۶۰ (۱) قل اعوذ برب الناس ☆

۳۴۵/۹

۵۶۱ (۲) ملك الناس ☆

۳۴۵/۹

۵۶۲ (۳) اله الناس ☆

۳۴۶/۹

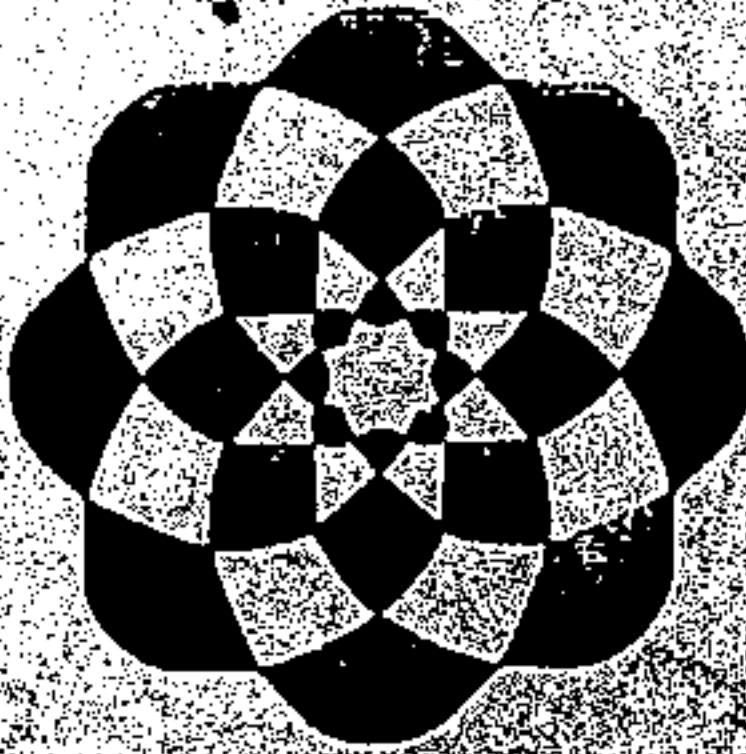
۵۶۳ (۴) من شر الوساوس الخناس ☆

۳۴۶/۹

۵۶۴ (۵) الذي يوسوس في صدور الناس ☆

۳۴۶/۹

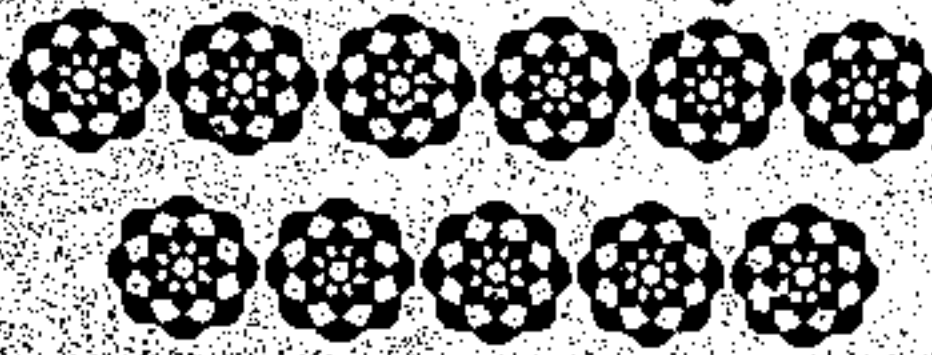
۵۶۵ (۶) من الجنة والناس ☆



جامع الاحادیث مکمل دس جلدوں کا اجمالی خاکہ

- (۱) مقدمہ: تقاریظ مشائخ، تدوین حدیث، تنالآت محدثین و فقہاء۔ اصطلاحات حدیث
- (۲) جلد اول: حدیث (۱) تا (۱۰۱۶) کل احادیث (۱۰۱۶)
- (۳) جلد دوم: حدیث (۱۰۱۷) تا (۱۹۴۹) کل احادیث (۹۳۳)
- (۴) جلد سوم: حدیث (۱۹۵۰) تا (۲۸۰۰) کل احادیث (۸۵۱)
- (۵) جلد چہارم: حدیث (۲۸۰۱) تا (۳۶۶۳) کل احادیث (۸۶۳)
- (۶) جلد پنجم: فہارس۔ فہرست آیات، احادیث، عنوانات، مسائل ضمیمہ، اطراف حدیث، حالات راویان حدیث،
- (۷) جلد ششم: حدیث (۳۶۶۴) تا (۴۱۳۴) کل احادیث (۴۷۱)
- (۸) جلد ہفتم: تفسیر سورہ فاتحہ تا سورہ نساء کل آیات (۱۳۲)
- (۹) جلد ہشتم: تفسیر سورہ مائدہ تا سورہ فرقان کل آیات (۲۱۶)
- (۱۰) جلد نہم: تفسیر سورہ شعراء تا سورہ ناس کل آیات (۲۱۷)

﴿تلك عشرة كاملة﴾



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

سیرتِ محدثہ ترجمہ مواہب لادنہ

تصنیف

شیخ ابو خیرین حضرت ایام احمد بن محمد بن ابی بکر الخطیب القسطلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تدوین جدید

مکرم جناب محمد عبدالستار طاہر سعودی زید مجذہ

تحریک

مولانا محمد منشاہد شیش قصوی
صدر ادارہ ریاض المصنفین لاہور

ناشر

شبیر برادرزہ ۲۰۰۰ راز و بازار لاہور

علماء۔ خطباء۔ واعظین۔ مقررین کے لئے بے مثال تحفہ
پورے سال کے خطبات جمعہ سے بے نیاز کر دینے والی کتاب

لیل آباد

پیر محمد مقبول احمد

(سندھی والے)

مصنف
جانشین امام خطابت
حضرت صاحبزادہ

مقبول

اسرار خطابت

• فضائل اہلبیت از قرآن کریم • فضائل اہلبیت از حدیث پاک • فلسفہ شہادت و خطبات • قافلہ کی واہسی
• شان ولایت • فوز عظیم • اعلیٰ حضرت • حیات اولیاء • ثبوت میلاد • میلاد شریف • ولادت رسول • خلیفۃ اللہ اعظم

اسرار خطابت
جلد اول خطبات

• اچھی نسبت • سرکارِ غوثِ اعظم • وسیلہ • برکات تبرکات • صراطِ مستقیم • توحید کی دلیل باطن
• سراپا معجزہ • شان صحابہ • حضرت بلال • اولیت صدیق اکبر • خلیل الہی • محسن رسول

اسرار خطابت
جلد دوم خطبات

• تفسیر آیت اسری • فلسفہ معراج النبی • مسجد اقصیٰ تک • اقصیٰ سے آگے • محدث اعظم پاکستان • شب برات کی برکات
• حضرت امام اعظم • فضائل ماہِ رمضان • ماہِ صیام کی برکات • فضائل محدثِ مدینہ • غزوہ بدر • مولائے کائنات

اسرار خطابت
جلد سوم خطبات

• عظمت بلدِ الحبیب • فلاح کاراستہ • بے مثل بشر • عظمت مصطفیٰ • حسن بے مثال • حاضر و ناظر رسول
• حدیث جبرائیل • دیگر عالین • عظمت والدین • بنی صدیق • ذبح عظیم • حضرت عثمان غنی • حضرت فاطمہ زہرا

اسرار خطابت
جلد چہارم خطبات

• صورت اہلبیت • محبت رسول • حیات النبی • فضائل درود شریف • روضۃ من ریاض الجنۃ • حق چاریار
• ذائقہ الموت • نور بین • صدیق اکبر سراپا احسان • ایصالِ ثواب • سیدہ عائشہ صدیقہ • لیلۃ القدر

اسرار خطابت
جلد پنجم خطبات

محدودہ کائنات حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کی سوانحِ طیبہ جس سے علماء محققین اور واعظین و مقررین
ایک وقت مستفید ہو سکتے ہیں فصاحت و بلاغت اور مستند حوالہ جات سے مزین خوبصورت تحفہ

اسرار خطابت
جلد ششم

حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی سوانحِ طیبہ
علماء و خطباء کے لیے یکساں مفید و جواب کتاب

اسرار خطابت
جلد ہفتم

شبیر برکات
م. اردو بازار
زبیدہ سنٹر لاہور

ابوالعباس محمد الدین بہانگیری کی تصانیف، ترجمہ، شرح و تخریج کی ہوئی کتب



فتوح بہانگیری شرح صحیح بخاری

المؤلف بہ

جمال السنن

تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی واحد منقوہ شرح

احادیث فریہ آثار صحابہ افعال تابعین اور ائمہ مالک
الموطأ امام مالک
 تألیف: امام دارالسنن
 امام محمد بن اسماعیل بن یوسف بن مالک بن انس

احادیث و آثار کا مستند اور قدیم مجموعہ
سنن دارمی
 2 جلدیں

3 جلدیں مکمل
صحیح مسلم شریف
 تألیف: امام مسلم بن الحجاج قشیری

نصاب کے مطابق
انتخاب احادیث
 2 جلدیں

نصاب کے مطابق
اللؤلؤ والمرجان
 2 جلدیں

نصاب کے مطابق
ریاض الصائین
 2 جلدیں

نصاب کے مطابق
مسند الإمام الشافعی

نصاب کے مطابق
مسند امام زین

نصاب کے مطابق
مسند امام عظیم

وہ کتب ہیں جن کی زبان فارسی اور عربی دونوں میں مشرق و مغرب میں شہرت ہو
معارف و مسائل

نصاب کے مطابق
الہدایۃ
 کتاب الطلاق، 2 جلدیں

نصاب کے مطابق
الہدایۃ
 کتاب النکاح، 1 جلد

نصاب کے مطابق
تفسیر جلالین
 مشکوٰۃ المصابیح

شبیر برادرز

نویسٹر، ایف بی ایف، لاہور، فون: 042-37246006

E-mail: shabbirbrother786@gmail.com